قال اللہ تعالیٰ

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ (۵۵ / ۵۱)

"نصیحت کیجئے کیونکہ نصیحت ایمان والے بندوں کو نفع پہنچاتی ہے"

اسلامی خطبات

مصنفہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالسلام صاحب بستوی (دہلوی) رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۳۲۷ھ / ۱۹۲۹ء — ۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۴ء

جلد سوم

ناشر

المکتبۃ السلفیۃ شیش محل روڈ ○ لاہور

Marfat.com

DATA ENTERED

۲۹۷۰۶

۳۸۴ ا من

24938 V:3

باہتمام ـــــــــــ احمد شاکر

ناشر ـــــــــــ المکتبۃ السلفیۃ

مطبع ـــــــــــ طفیل آرٹ پریس ۔ لاہور

محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

اکتوبر ۱۹۸۴ء

واحد تقسیم کنندگان

دارالکتب السّلفیہ

شیش محل روڈ ، لاہور

فہرست مضامین

اسلامی خطبات جلد سوم

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
اوصاف مومن	۲	زناکاری و بدکاری	۲۰۹
الدین النصیحۃ	۳۸	ناحق نفس کشی	۲۳۱
بچوں کی دینی تربیت	۷۲	ناحق یتیموں کا مال کھانا	۲۴۰
شکریہ	۱۰۰	ایفائے عہد	۲۵۲
عبادت الٰہی	۱۲۶	ناپ تول میں کمی بیشی	۲۵۸
اطاعت والدین	۱۵۳	بے پتے بات کے پیچھے مت پڑو	۲۶۲
حق قرابت	۱۶۲	تجسس	۲۶۶
اسراف و فضول خرچی	۱۷۷	شرک کی مذمت	۲۷۱
بخل اور سخاوت	۱۸۶	فضائل آیۃ الکرسی و نور الٰہی	۲۸۱
اولاد کشی	۱۹۹	دو پسندیدہ کلمے	۳۰۲

Marfat.com

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

امابعد: خاکسار راقم الحروف کی مواعظ ونصائح کے سلسلے میں اسلامی خطبات کی دو جلدیں شائع ہو کر مقبول خاص وعام ہو چکی ہیں۔ ان دونوں جلدوں میں ایک سو سولہ خطبے آچکے ہیں۔ زیر نظر تصنیف (جلد سوم) اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

اگست سنہء میں کشمیر کی سالانہ تبلیغی کانفرس میں شرکت کا اتفاق ہوا، اور متعدد مقامات پر وعظ ونصیحت کرنے کا موقع ملا۔ واپسی کے بعد میں نے ان تقریروں کو "خطبات کشمیر" کے نام سے ماہنامہ اسلام میں کئی قسطوں میں شائع کیا جسے قارئین کرام نے بڑی پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا اس کے بعد مئو آئمہ الٰہ آباد ویونیورسٹی میں چند اجلاس کو خطاب کرنے کا موقع ملا۔ اور وہ تقریریں بھی الاسلام میں شائع کیں بعض احباب کا اصرار ہوا کہ ان سب کو کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ فائدہ اٹھا سکیں چنانچہ اس سے اتفاق کرتے ہوئے ان مواعظ ونصائح کے مجموعوں کو آپ تک پہونچانے میں کامیاب ہوگیا۔ فالحمد للہ علی ذٰلک۔

اس کتاب میں خطبے کا صرف عنوان لکھنے پر اکتفا کیا گیا ہے اور حمد ونعت کا مروجہ خطبہ مسنونہ نہیں لکھا گیا ہے خطیب صاحبان عنوان کے ماتحت خطبہ مسنونہ پڑھ کر اس کتاب کا خطبہ سنائیں۔

اس وقت راقم الحروف کی عمر پینسٹھ سال سے زیادہ ہو چکی ہے حیات مستعار کی آخری منزل طے کر رہا ہے ؎

ہماری کوچ کی اب دیکھنے آتی ہے باری کب؟

بمقتضائے بشریت اگر کوئی تسامح نظر آئے تو زندگی میں مؤلف کو آگاہ فرما کر ثواب دارین حاصل کریں تاکہ دوسری اشاعت میں اصلاح ہو جائے، اور جناب باری تعالیٰ سے خاکسار کی صحت وعافیت کی دعا فرماتے رہیں۔

والسلام

خادم الاسلام احقر الانام معترف تقصیر وطالب دعا

عبد السلام بستوی سلفی مدیر ماہنامہ الاسلام

مدرسہ ریاض العلوم اردو بازار دہلی

۲۸ جولائی ۱۹۷۱ء مطابق ۶ جمادی الثانی ۱۳۹۱ھ

Marfat.com

اوصافِ مومن

الحمد لله الذي لم يزل عالمًا قديرًا حيًا قيومًا سميعًا بصيرًا ۝ وأشهد
أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأكبره تكبيرًا ۝ وأشهد أن محمدًا
عبده ورسوله وصلى الله على سيدنا محمد الذي أرسله إلى الناس
كافة بشيرًا ونذيرًا ۝ وعلى آله وصحبه وسلم تسليمًا كثيرًا كثيرًا ۝
أما بعد. فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم ۝

وعباد الرحمن الذين يمشون
على الأرض هونا وإذا خاطبهم الجاهلون
قالوا سلاما ۝ والذين يبيتون لربهم
سجدا وقياما ۝ والذين يقولون
ربنا اصرف عنا عذاب جهنم إن
عذابها كان غراما ۝ إنها ساءت
مستقرا ومقاما ۝ والذين إذا أنفقوا
لم يسرفوا ولم يقتروا وكان بين
ذلك قواما ۝ والذين لا يدعون مع
الله إلها آخر ولا يقتلون النفس التي
حرم الله إلا بالحق ولا يزنون ج و
من يفعل ذلك يلق أثاما ۝ يضاعف
له العذاب يوم القيامة ويخلد فيه
مهانا ۝ إلا من تاب وآمن وعمل عملا
صالحا فأولئك يبدل الله سيئاتهم
حسنات، وكان الله غفورا رحيما ۝

رحمان کے سچے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلتے
ہیں اور جب بے علم لوگ جہالت کی باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے
ہیں سلام ہے اور جو اپنے رب کے سامنے رات میں سجدہ کرتے ہیں
اور کھڑے رہتے ہیں اور وہ لوگ کہتے اے رب ہٹا ہم سے دوزخ
کا عذاب بیشک اس کا عذاب چمٹنے والا ہے وہ بری جگہ ہے ٹھہرنے
کی اور بری جگہ ہے رہنے کی اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرنے لگیں نہ بے جا
اڑائیں اور نہ تنگی کریں اور ہے انکے درمیان ایک سیدھی گزران۔
اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے
اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر
دیا ہے وہ بغیر حق کے قتل نہیں کرتے اور نہ وہ زنا کے
مرتکب ہوتے ہیں اور جو ایسا کام کرے وہ اپنے اوپر سخت
وبال لائے گا اسے قیامت کے دن دہرا عذاب کیا جائے
گا اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہے گا
سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں ایسے
لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے
اور جو شخص توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو وہ درحقیقت

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ○ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ○ وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا ○ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ○ أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ○ خَالِدِينَ فِيهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ○ قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ○

(سورہ فرقان)

خدا کی طرف سچا رجوع کرتا ہے اور جو لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی لغویت پر ان کا گزر ہوتا ہے تو وہ بزرگانہ طور پر گزر جاتے ہیں اور جب انہیں ان کے رب کے کلام کی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ اندھے بہرے ہو کر ان پر نہیں گر پڑتے اور وہ لوگ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کے بدلے جنت کے بالا خانے دئیے جائیں گے جہاں انہیں دعا و سلام پہنچایا جائے گا اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ بہت ہی اچھی جگہ اور عمدہ مقام ہے۔ کہہ دیجئے اگر تمہاری التجا نہ ہوتی تو میرا رب تمہاری مطلق پروا نہ کرتا۔ تم تو جھٹلا چکے اب عنقریب ان کی سزا انہیں چمٹنے والی ہے۔

اس پورے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے اوصاف اور ان کی بڑی بڑی نشانیوں کو بیان فرمایا ہے جن کا مختصر بیان یہ ہے۔

(۱) زمین پر آہستگی سے چلنا یعنی تواضع اور خاکساری سے رہنا۔ (۲) جاہلوں کا مقابلہ سلامتی سے کرنا (۳) شب بیداری کرنا یعنی رات کو عبادت الٰہی میں مصروف رہنا (۴) خدا کے حضور میں دوزخ سے رہائی کی دعا مانگنا (۵) اسراف سے بچنا اور میانہ روی اختیار کرنا (۶) خدا کے ساتھ کسی دوسرے کو نہ پکارنا (۷) کسی کو ناحق قتل نہ کرنا (۸) زنا نہ کرنا (۹) غلط کام سرزد ہو جانے پر توبہ کر لینا (۱۰) جھوٹی گواہی نہ دینا (۱۱) بیہودہ مشاغل سے بچتے رہنا۔ (۱۲) خدا کی آیتوں کو سوچ سمجھ کر عقیدت مندانہ سننا (۱۳) اپنے اور اپنی بیوی اور بچوں کے واسطے دینداری اور امانت کی دعا کرنا۔

اب ہر ایک صفت کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کیجئے۔

(۱) تواضع اور خاکساری کو اپنے لئے ہمیشہ لازم سمجھتے رہیئے۔ تواضع کے معنی عاجزی و انکساری خاکساری و فروتنی کے ہیں یعنی اپنے کو دوسروں سے چھوٹا سمجھنا اور لوگوں سے نرمی کے ساتھ

پیش آنا، تکبر، غرور، فخر، بڑائی، عُجب اور گھمنڈ نہ کرنا۔ تواضع وخاکساری انسان کی بڑی خوبی ہے۔ اس صفت سے اللہ تعالیٰ بھی بہت خوش ہوتا ہے اور لوگ بھی خوش ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ میں بتلادیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ اَوْحٰی اِلَیَّ اَنْ تَوَاضَعُوْا حَتّٰی لَا یَفْخَرَ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ وَّلَا یَبْغِیْ اَحَدٌ عَلٰی اَحَدٍ۔ (ابو داؤد)

اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ آپس میں تواضع اور خاکساری سے پیش آؤ تاکہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر ظلم و تعدی کرے۔

تواضع وخاکساری سے عزت بڑھتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا۔

یَا اَیُّھَا النَّاسُ تَوَاضَعُوْا فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ فَھُوَ فِیْ نَفْسِہٖ صَغِیْرٌ وَّفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ عَظِیْمٌ وَمَنْ تَکَبَّرَ وَضَعَہُ اللّٰہُ فَھُوَ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ صَغِیْرٌ وَّفِیْ نَفْسِہٖ عَظِیْمٌ حَتّٰی لَھُوَ اَھْوَنُ عَلَیْھِمْ مِنْ کَلْبٍ اَوْ خِنْزِیْرٍ (بیہقی)

تواضع وخاکساری اختیار کرو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ جو صرف اللہ ہی کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بلند کر دیتا ہے گو وہ تواضع کرنے والا اپنے آپ کو حقیر سمجھتا ہے لیکن لوگوں کی نظروں میں بڑا ہوتا ہے اور جو گھمنڈ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پست کر دیتا ہے اور وہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہوتا ہے گو وہ اپنے خیال میں بڑا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور سور سے بھی زیادہ ذلیل ہوتا ہے۔

حقیقت یہی ہے کہ تواضع کرنے والے کا دین دنیا میں اونچا درجہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِاَخِیْہِ الْمُسْلِمِ رَفَعَہُ اللّٰہُ۔

جو اپنے بھائی کے سامنے تواضع سے پیش آتا ہے، خدا اس کے مرتبہ کو اونچا کر دیتا ہے۔ (طبرانی د ترغیب)

غرض خاکساری، عاجزی، فروتنی اور رحم و انکسار خدا کو بہت پسند ہے۔ اور اس کے مدمقابل تکبر اور عجب و گھمنڈ خدا کے نزدیک ناپسند اور عند الناس بھی معیوب ہیں۔ یہ مذموم صفتیں سب سے پہلے شیطان نے اختیار کی تھیں جن کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے ذلیل و خوار ہوا اس نے آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں اپنے آپ کو بالاتر سمجھا اور کہا میں آدمؑ سے بہتر ہوں، وہ مٹی سے بنا ہے اور میں آگ

Marfat.com

ہے بتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس تکبر کی وجہ سے اس کو مردود قرار دیا تھا۔ خداوند ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (النساء)

اللہ تعالیٰ مغرور اور گھمنڈی کو پسند نہیں فرماتا ہے اس نے ایسے لوگوں کو دوزخ کی سزا دی ہے۔ اور فرمایا۔

اَلَیْسَ فِیْ جَھَنَّمَ مَثْوًی لِّلْمُتَکَبِّرِیْنَ (الزمر)

کیا جہنم مغرور لوگوں کا ٹھکانا نہیں ہے؟ ضرور ہے۔

اور فرمایا:۔

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا کُلُّ ذٰلِکَ کَانَ سَیِّئُہٗ عِنْدَ رَبِّکَ مَکْرُوْھًا (بنی اسرائیل ع ۴)

زمین میں اکڑ کر نہ چلا کرو دیکھنا اس دھماکہ کے ساتھ چلنے سے تو زمین کو نہیں پھاڑ سکے گا اور نہ پہاڑوں کی اونچائی تک پہنچ سکے گا۔ ان تمام باتوں میں سے جو بھی بری ہیں وہ تمہارے پروردگار کے نزدیک ناپسند ہیں۔

لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے یہ بھی کہا:۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ (سورۂ لقمان)

اور لوگوں سے بے رخی نہ کرو اور زمین پر اترا کر نہ چلو کیونکہ اللہ کسی اترانے والے شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا اور اپنی رفتار میں میانہ روی اختیار کرو اور کسی سے بات کرو تو آہستہ بولو کیونکہ آوازوں میں سب سے بری ناگوار آواز گدھوں کی ہے تو آدمی ہو کر گدھوں کی طرح چلانا مناسب نہیں ہے۔

ان دونوں آیتوں سے غرور کی مذمت ثابت ہوتی ہے اور غرور و تکبر کرنے والے دوزخی ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا، غرور و تکبر کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ اَحَدٌ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ کِبْرٍ (مسلم)

جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں داخل ہوگا۔

ایک دوسرے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یُحْشَرُ الْمُتَکَبِّرُوْنَ اَمْثَالَ الذَّرِّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْ صُوَرِ الرِّجَالِ یَغْشَاھُمْ

قیامت کے دن متکبروں کو میدان حشر میں اس طرح لایا جائے گا جیسے چھوٹی چیونٹیاں ہوتی ہیں آدمیوں

Marfat.com

الذُّلُّ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ یُسَاقُوْنَ اِلٰی سِجْنٍ فِیْ جَهَنَّمَ یُسَمّٰی بُوْلَسَ تَعْلُوْهُمْ نَارُ الْاَنْیَارِ وَیُسْقَوْنَ مِنْ عُصَارَةِ اَهْلِ النَّارِ طِیْنَةَ الْخَبَالِ (ترمذی)

کی صورت میں۔ اور ہر طرف سے ان پر ذلت چھا رہی ہوگی۔ اور دوزخ کے جیل خانہ "بولس" میں ہانک کر ڈالے جائیں گے۔ ان پر زبردست جہنم کی آگ غالب ہوگی۔ ان متکبروں کو دوزخیوں کا دھون پیپ، لہو وغیرہ پینے کو دیا جائے گا۔ العیاذ باللہ (ترمذی)

تکبر کرنے سے دنیا میں بھی سزا ملتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گذشتہ لوگوں میں ایک شخص ایک جوڑا پہن کر اتراتا ہوا نکلا تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا۔ زمین نے اس کو پکڑ لیا اور اب وہ قیامت تک دھنستا چلا جا رہا ہے (ترمذی)

آپؐ نے فرمایا:-

مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُیَلَاءَ لَمْ یَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

جو شخص تکبر سے اپنے کپڑے کو گھسیٹے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت سے نہ دیکھے گا۔ (ابو داؤد)

انسان ایک حقیر پانی سے پیدا ہوا ہے جو پیشاب کی جگہ سے نکل کر پیشاب کی جگہ میں داخل ہوا اور پھر پیشاب ہی کی جگہ سے باہر آیا۔ ایسے کے لئے بڑائی اور تکبر لائق نہیں ہے۔ تکبر اور بڑائی خدا کی شان ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا ؎

مر او را رسد کبریا و منی — کہ ملکش قدیم است و ذاتش غنی

عام طور پر تکبر کرنے والے حسب و نسب، حسن و جمال اور دولت و ثروت پر تکبر کرتے ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک چیز زوال پذیر ہے۔ اور ذاتی خوبی کسی میں نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ (حجرات)

لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حوا) سے پیدا کیا ہے اور تمہاری ذاتیں اور برادریاں ٹھہرائیں تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ ورنہ اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف وہی ہے جو پرہیزگار ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح میں فرمایا۔

لَیَنْتَهِیَنَّ اَقْوَامٌ یَفْتَخِرُوْنَ بِاٰبَائِهِمُ الَّذِیْنَ مَاتُوْا اِنَّمَا هُمْ فَحْمٌ مِّنْ

جو لوگ اپنے مرے ہوئے باپ دادا پر فخر کرتے ہیں انہیں اس سے باز رہنا چاہئے وہ تو دوزخ کے جل

Marfat.com

جهنم او ليكونن اهون على الله من الجعل الذي يدهده الخرء بانفه ان الله اذهب عنكم عبية الجاهلية وفخرها بالاباء انما هو مؤمن تقي او فاجر شقي الناس كلهم بنو آدم وآدم من تراب۔

بھس کر کوئلہ ہو گئے ہیں تو ان پر فخر کرنا حماقت ہے اگر یہ لوگ باز نہ آئیں گے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک گبریلے کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہیں جو اپنی ناک سے پاخانہ گھسیٹتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے زمانہ کی نخوت و رتبہ اور اجداد پر فخر کرنے کو دور کر دیا ہے آدمی دو میں سے خالی نہیں۔ مومن پرہیزگار یا بدکار و بدبخت۔ سب کے سب ایک آدم کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے مٹی میں تواضع و خاکساری ہے ترفع و تکبر نہیں ہے

يمشون على الارض هونا

رحمن کے بندے وہی ہیں جو زمین پر فروتنی اور عاجزی سے چلتے ہیں۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حسن بصری نے اس آیت کی تفسیر میں یہ بہترین بات ارشاد فرمائی ہے کہ مومنوں کی آنکھیں ان کے کان اور ان کے اعضاء جھکے اور رکے ہوئے ہیں یہاں تک کہ بیوقوف لوگ انہیں بیمار سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ وہ بیمار نہیں ہوتے بلکہ خوف خدا سے جھکے رہتے ہیں۔ آخرت کا علم دنیا طلبی سے اور یہاں کے ٹھاٹھ سے انہیں روکے ہوئے ہے۔ یہ قیامت کے دن کہیں گے کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہم سے غم کو دور کر دیا۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ انہیں دنیا میں کھانے پینے وغیرہ کا غم لگا رہتا تھا۔ نہیں خدا کی قسم دنیا کا کوئی غم ان کے پاس بھی نہیں پھٹکتا تھا۔ ہاں انہیں آخرت کا کھٹکا ہر وقت لگا رہتا تھا۔ جنت کے کسی دم کو وہ بہار نہیں جانتے تھے۔ ہاں جہنم کا خوف انہیں رلاتا رہتا تھا۔ جو شخص خدا کے خوف دلانے سے بھی خوف نہ کھائے اس کا نفس حسرتوں کا مالک ہے۔ جو شخص کھانے پینے کو ہی خدا کی نعمت سمجھے وہ کم علم ہے اور عذابوں میں پھنسا ہوا ہے۔

۱۔ دوسری صفت یہ بتائی گئی ہے کہ رحمن کے بندے نادان کو مخاطب کرتے وقت امن و سلامتی کی دعوت دیتے ہیں۔ جب کوئی جہالت کی بات کرے تو نرم بات اور صاحب سلامت کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں۔ یعنی بدخلقی کا جواب بدخلقی سے نہیں دیتے بلکہ گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑے سے کنارہ کش ہو کر امن و سلامتی کا پیغام دیتے ہیں کیونکہ اسلام امن و سلامتی کی دعوت دیتا ہے

Marfat.com

اور مسلمان اسی کی اشاعت کرتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ۔ اللہ کے نزدیک سب سے پیارا مذہب اسلام ہی ہے

اسی لئے قرآن مجید میں فرمایا ۔

اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَافَّۃً ۔ تم خدا کی اطاعت و فرمانبرداری میں پورے پورے داخل ہو جاؤ ۔

یہی مذہب توحید الٰہی اور محاسن انسانی کی طرف دعوت دیتا ہے اور یہی مذہب خدا کے تمام نبیوں اور رسولوں کا تھا ۔

حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک سارے نبی خدا رسول کی اطاعت کی طرف بلاتے رہے اور امن و سلامتی کی دعوت دیتے رہے ۔ تو صحیح امن اور کامل سلامتی کا داعی صرف اسلام ہی ہے اسلام کے دائرہ میں داخل ہونے کے بعد انسان ہر قسم کے شر و فساد اور جنگ و جدال وغیرہ سے امن میں ہو جاتا ہے اور نڈر ہو کر قوم و ملت کی خدمت کرتا ہے ۔

اسلام سے پہلے دنیا میں جنگ و جدال ، قتل و غارت گری اور بدامنی ہر جگہ عام تھی ، خاص طور سے ریگستان عرب میں انسانی خون کے جو طوفان برپا ہوئے اور ان میں باہمی جنگ و جدال کی جو تلاطم خیز لہریں اٹھی تھیں انہوں نے اہل عرب کے جذبات و احساسات میں ایک عام ہیجان پیدا کر دیا تھا اور اس کا اثر عموماً رہزنی اور غارت گری کی صورت میں ظاہر ہوتا رہتا تھا ۔ جس سے عرب کا امن و سکون غارت ہو کر رہ گیا تھا اور جان و مال کا تحفظ ختم ہو گیا تھا ۔

خلاصہ یہ ہے کہ تمام اقوام عالم ، عرب و عجم کے ساتھ اسلام ہی نے ہمدردی کی جس نے ان کو قعر مذلت سے نکال کر حسن معاشرت اور امن عامہ کے تخت پہ جلوہ افروز کیا ۔ سچ ہے :۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔ تمام دنیا والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سراپا رحمت بنا کر بھیجا تھا ۔

دراصل اسلام اور امن ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں ، اسلام کے امن کا دروازہ ہر شخص کے لئے ہر وقت کھلا رہتا ہے جو اسلام میں داخل ہوا وہ ہر اعتبار سے امن میں آ گیا ۔ اس کی تائید حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں ۔

" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا اتنے میں دو آدمی آئے ۔ ایک تو محتاجی کا شکوہ کر رہا تھا ، دوسرا راستہ کی بدامنی کی شکایت کر رہا تھا ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ راستہ

Marfat.com

کی بے امنی تو تھوڑے دنوں کی ہے جب کہ مکہ تک قافلہ روانہ ہوگا اور کوئی ضمانت کے طور پر ساتھ نہ ہوگا۔ رہی محتاجی! تو قیامت اس وقت تک برپا نہ ہوگی جب تک تم میں سے کوئی اپنی خیرات لئے نہ گھومتا رہے گا اور کوئی ایسا نہ ملے گا جو وہ خیرات قبول کرے، پھر قیامت کے دن تم میں سے ہر شخص اللہ کے سامنے کھڑا ہوگا۔ اس میں اور اللہ کے بیچ میں کوئی پردہ نہ ہوگا اور نہ کوئی درمیانی ترجمان ہوگا پھر اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا۔ کیا میں نے تجھ کو دنیا میں مال نہیں دیا تھا؟ وہ عرض کرے گا، کیوں نہیں۔ بے شک دیا تھا۔ پھر فرمائے گا کیا میں نے دنیا میں رسول نہیں بھیجے تھے وہ عرض کرے گا کیوں نہیں۔ تو نے رسول بھیجے تھے۔ پھر اپنے داہنے طرف دیکھے گا تو آگ اور بائیں طرف بھی آگ۔ تم میں ہر شخص کو آگ سے بچنا چاہئے۔ اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی خیرات میں دے۔ اگر یہ بھی نہ ملے تو اچھی بات ہی کہے اس کے بعد حضرت عدیؓ نے فرمایا۔

"میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ حیرہ سے ایک پردہ نشین عورت آتی ہے اور بلا خوف خانہ کعبہ کا طواف کرکے چلی جاتی ہے۔ کسریٰ بن ہرمز کا خزانہ کھولا گیا اور میں اس کے کھولنے میں شریک تھا۔ آنحضرتؐ کی دوسری بشارت یعنی اللہ تعالیٰ اس قدر دولت عطا فرمائے گا کہ صدقہ لینے والے مسکین نہ ملیں گے۔ تو عدی نے کہا کہ جو لوگ زندہ رہیں گے وہ اس بات کو بھی دیکھ لیں گے۔

چنانچہ اس دور کے بعد جو لوگ آئے انہوں نے اس چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ یہ بشارت تھی جو اسلام نے اس قوم کو دی تھی جو ریگستان کے صحرائی خیموں میں سوتی، خشک کھجوریں کھاتی اور اونٹوں کو چراتی تھی، لیکن اس نے یقین کر لیا اور اس کا پھل پایا۔ لیکن، آہ! موجودہ عہد کے وہ مسلمان جو محلوں میں رہ کر، ریشمی بستروں پر سو کر آج اسلام کے وعدہ پر یقین نہیں لاتے اور اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے بدامنی اور خوف و ہراس کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ حالانکہ دنیا میں امن اسی لئے ہوا کہ اسلام کی نظر میں سب انسان بھائی بھائی ہیں اور کسی کو کسی پر فضیلت نہیں ہے بجز مکارم اخلاق حسن معاملات اور تقویٰ کے۔ اس کا اعلان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں اس طرح فرمایا تھا۔

لے لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہے اور تم سب کا ایک ہی باپ ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں ہے اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر بزرگی ہے اور نہ کسی سرخ کو کالے پر فوقیت ہے اور نہ کسی کالے کو سرخ پر برتری ہے مگر تقویٰ کے ساتھ۔ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم و معظم وہی ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے۔ حسب و نسب کوئی چیز نہیں ہے اور نہ باعث

Marfat.com

فخر ہے کیونکہ سب کی اصلیت خاک اور مٹی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔
" جو لوگ اپنے مرے ہوئے باپ دادوں پر فخر و شیخی کرتے ہیں انہیں اس سے باز آجانا چاہئے کیونکہ وہ دوزخ میں جل بھن کر کوئلہ ہو گئے ہیں تو اب ان پر فخر کی کون سی بات ہے۔ اگر یہ فخر و شیخی سے باز نہیں آئے تو اللہ کے نزدیک اس کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہوں گے جو اپنی ناک سے بلیوں کو الٹ پھیر کرتا ہے (یعنی اس گوبروڑے کیڑے سے جو اپنے منہ سے پاخانہ کی گولی بنا کر اپنی ناک سے لڑھکاتا پھرتا ہے) اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی نخوت اور باپ دادوں پر فخر کرنے کو دور کر دیا ہے آدمی تو دو ہی طرح کے ہیں۔ مومن پرہیزگار یا بدبخت و بدکار۔ ورنہ انسان کے لحاظ سے سبھی برابر ہیں سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے ہیں " (ترمذی، ابو داود)

آپ نے صرف زبان ہی سے یہ اعلان نہیں کیا بلکہ ان الفاظ کو اسلامی زندگی کا دستور العمل بنا دیا۔ خود بھی اس پر ساری زندگی عمل کیا اور اپنے پیروؤں کو عمل کرنے کی تاکید کی۔ آپ نے ان کے سامنے اپنے عمل کا ایک ایسا نمونہ پیش کیا کہ انسانیت کی وحدت کا تصور کبھی ان کے دل سے نہ نکل سکا۔ اس طرح آپ نے عداوت و دشمنی اور افتراق و انتشار کی سب سے بڑی بنیاد ڈھا دی آپ نے یہ حقیقت بھی لوگوں کے دلوں میں جمانے کی اچھی طرح کوشش کی کیونکہ انسانی وحدت کا تصور اس وقت تک پورے طور پر ذہن نشین نہیں ہو سکتا جب تک کہ وحدتِ معبود کا عقیدہ ذہن نشین نہ ہو جائے جب تک کہ ہر قبیلہ کا خدا الگ اور ہر قوم کا خالق جدا سمجھا جائے گا اس وقت تک ناممکن ہے کہ سب انسان کسی ایک مرکز پر جمع ہو سکیں۔ نفسیات اجتماعی کے علاوہ مشاہدہ فطرت اور مطالعہ کائنات بھی اس نتیجہ تک پہنچاتے ہیں اور خلاق عالم کی یکتائی کا یقین دلاتے ہیں ایک خدا نے تمام انسانوں کو بنایا ہے اور سب انسان ایک ہی اصل کی شاخیں اور ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں انہیں بنیادی حقیقتوں پر انسانیت کی تعمیر ہو سکتی ہے اور نزاعوں اور تفرقوں کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ اس لئے آپ نے ان دونوں اصولوں پر زیادہ زور دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تعلیم ہم کو دی ہے اس کا اصل منشا یہ ہے کہ ہم دنیا میں امن سے رہیں اور لوگوں کو بھی امن سے رہنے دیں اور دنیا ہی میں امن و اطمینان سے جنت کی زندگی بسر کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

لَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَ	آپس میں مقاطعہ مت کرو اور نہ ملاقات کے
لَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَکُوْنُوْا	وقت منہ موڑو نہ بغض و کینہ رکھو اور نہ حسد کرو

عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَّهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثٍ۔

(مالک۔ بخاری)

اللہ کے بندے بن کر آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔

ان بنیادی باتوں کے بعد تفرقہ کی چند باتیں اور بھی ہیں۔ لوگ ذاتوں اور پیشوں کی بنا پر بھی الگ الگ تقسیم ہو جاتے ہیں اس لئے اسلام نے نہ کسی پیشہ کو خاندانی قرار دیا اور نہ انہیں عزت و ذلت کا معیار تسلیم کیا بلکہ ہر شخص کو پوری آزادی دی کہ وہ اپنے حالات وضروریات، طبعی مناسبت کی بنا پر اپنے لئے جو پیشہ مناسب سمجھے اختیار کرے۔ کسی پیشہ کی بنا پر کوئی شریف یا رذیل نہیں سمجھا جائے گا بلکہ اپنے اعمال کی بنیاد پر عزت یا ذلت کا مستحق ہوگا۔ اگر دانشمندی اور ایمانداری سے کام کرے گا تو عزت کی نظر سے دیکھا جائے گا اور اگر فریب و بددیانتی سے کام کرے گا تو وہ برا ہی سمجھا جائے گا خواہ کتنا ہی اہم پیشہ کیوں نہ اختیار کرے۔

اسلام دراصل دنیا میں امن وسلامتی کی اشاعت ہی کے لئے آیا ہے۔ جتنی زیادہ سلامتی ہوگی اتنا ہی زیادہ امن ہوگا اور اتنا ہی زیادہ ایمان کامل ہوگا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے سنئے۔ فرمایا۔

لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ۔

(مسلم)

تم لوگ جنت میں اس وقت تک داخل نہ ہو سکو گے جب تک کہ ایمان نہ لاؤ گے اور اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو گے اور میں تمہیں ایک ایسی چیز بتاتا ہوں کہ اگر تم اس پر عمل کرو گے تو آپس میں محبت پیدا ہو جانے کی اور وہ یہ ہے کہ تم باہمی سلام وسلامتی پھیلاؤ اور اس کی اشاعت کرو۔

سلام پھیلانے کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کو سلام کیا جائے کسی چھوٹے بڑے، امیر غریب کی کوئی تخصیص نہ ہو۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سب سے پہلے خطبہ دیا وہ اسی افشاء سلام کے بارے میں تھا۔ وہ یہ ہے کہ۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْشُوا السَّلَامَ وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔

اے لوگو تم آپس میں سلام پھیلاؤ اور غریبوں کو کھانا کھلاؤ اور جب سب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو اس وقت نماز پڑھو جب یہ کرو گے تو سلامتی کے ساتھ جنت میں

Marfat.com

داخل ہو جاؤ گے۔

اس حدیث نے : دنی بھڑے کی اہمیت کو بالکل ختم کر دیا ہے کیونکہ اس حدیث پر اگر عمل کر لیا جائے تو کوئی غریب ننگا اور بھوکا نہیں رہ سکتا اور سلام وامن کی اشاعت سے دنیا کی خونریزی بند ہو جاتی ہے۔ موجودہ زمانے میں یہی دو چیزیں موجب فساد بنی ہوئی ہیں اور دوسرے ممالک والے ان ہی دونوں چیزوں کو لے کر اچھالتے ہیں اور لوگوں کو روٹی کپڑا حاصل کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں۔

اسلام نے زکوٰۃ، صدقات وغیرہ کے ذریعہ غربا پروری کو بڑی اہمیت دی ہے بہرحال وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا میں بہت خوبیاں مضمر ہیں جو غور و فکر سے ظاہر ہو سکتی ہیں۔ دنیا میں زیادہ فسادات جہالت و نادانی اور ناعاقبت اندیشی سے ہوتے ہیں ان کا انسداد اسلام ہی سے کیا جا سکتا ہے اس لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے محبوب اور پیارے بندوں کی یہی شان بتائی ہے کہ وہ

جواب جاہلاں باشد سلامی

سے دیتے ہیں نہ کہ جہالت سے۔ جیسا کہ کسی جاہلی شاعر نے کہا ہے۔

أَلَا لَا يَجْهَلَنْ أَحَدٌ عَلَيْنَا فَنَجْهَلَ فَوْقَ جَهْلِ الْجَاهِلِينَا

مگر رحمٰن کے محبوب بندے ایسا نہیں کرتے بلکہ درگذر کر جاتے ہیں وہ گندی باتوں سے اپنی زبان آلودہ نہیں کرتے۔ جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادتِ مبارکہ تھی کہ جوں جوں کوئی آپ پر گرم اور تیز ہوتا آپ اتنا ہی نرم اور ٹھنڈے ہو جاتے۔ یہی سلامتی کی بات ہے، قرآن مجید میں متعدد آیتوں میں مومن کی شان یہی بتائی گئی ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ٥ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ٥ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۔

یقیناً ایمان داروں نے نجات حاصل کر لی جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں، جو لغو سے منہ موڑ لیتے ہیں (سورہ مومنون)

دوسری جگہ فرمایا:۔

وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ ۔

مومن لوگ بیہودہ باتیں سن کر منہ پھیر لیتے ہیں۔ (سورہ قصص)

ایک حدیث حسن سند سے مسند احمد میں مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے

Marfat.com

کسی شخص نے دوسرے کو برا بھلا کہا لیکن اس نے پلٹ کر جواب دیا کہ تجھ پر سلام ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں کے درمیان فرشتہ موجود تھا وہ تیری طرف سے گالیاں دینے والوں کو جواب دے رہا تھا۔ وہ جو گالی تجھے دیتا تھا فرشتہ کہتا تھا اس پر نہیں بلکہ تجھ پر۔ اور جب تو کہتا تھا تجھ پر سلام۔ تو فرشتہ کہتا تھا۔ اس پر نہیں بلکہ تجھ پر۔ تو ہی سلامتی کا پورا حقدار ہے" پس فرمان ہے کہ یہ اپنی زبان کو گندا نہیں کرتے، برا کہنے والوں کو برا نہیں کہتے۔ سوائے بھلے کلمے کے زبان سے اور کوئی لفظ نہیں نکالتے۔ یہ تو رحمٰن کے ان مخصوص اور محبوب بندوں کا مشغلہ تھا۔ اب آگے شب بیداری اور عبادت گذاری کی کیفیت ان بندوں کی بیان کی جارہی ہے۔

۳۔ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ٥

یعنی رات کو جب غافل بندے نیند اور آرام کے مزے لوٹتے ہیں تو یہ خدا کے سامنے کھڑے اور سجدہ میں پڑے ہوئے رات گزارتے ہیں، نہ دن ان کا بیکار ہوتا ہے اور نہ رات۔

انہیں لوگوں کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ٥ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ٥ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥

ہماری آیتوں پر وہی ایمان لاتے ہیں جنہیں جب کبھی نصیحت کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کے حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور تکبر سے الگ تھلگ رہتے ہیں ان کی کروٹیں اپنے بستروں سے الگ رہتی ہیں اپنے رب کو خوف اور امید کے ساتھ پکارتے ہیں جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے وہ خرچ کرتے ہیں۔ کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کے لئے پوشیدہ کر رکھا ہے، جو کچھ وہ کرتے تھے یہ اس کا بدلہ ہے۔

یعنی سچے ایمانداروں کی نشانی یہ ہے کہ وہ دل کے کانوں سے ہماری آوازوں کو سنتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں، دل و زبان سے برحق جانتے ہیں، سجدے کرتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں۔ اتباع حق سے جی نہیں چراتے۔ اور نہ اکڑتے اور غرور کرتے ہیں۔ یہ بری عادت تو کافروں کی ہے جیسا کہ فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَھَنَّمَ دَاخِرِیْنَ۔ یعنی میری عبادت سے تکبر کرنے والے ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں جائیں گے۔

ان سچے ایمانداروں کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ وہ راتوں کو نیند چھوڑ کر اپنے بستروں سے الگ ہو کر نمازیں ادا کرتے ہیں، تہجد پڑھتے ہیں، مغرب وعشاء کے درمیان کی نماز بھی بعضوں نے مراد لی ہے۔ کوئی کہتا ہے مراد اس سے عشاء کی نماز کا انتظار ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد عشاء اور صبح کی نماز باجماعت ہے، وہ خدا سے دعا کرتے ہیں اور اس کے عذابوں سے نجات پانے کے لئے ساتھ ساتھ صدقہ وخیرات کیا کرتے ہیں۔ وہ نیکیاں بھی کرتے رہتے ہیں جن کا تعلق انہیں کی ذات سے ہے ان بہترین نیکیوں میں سب سے بڑھے ہوئے وہ ہیں جو درجات میں بھی سب سے آگے ہیں یعنی سید اولادِ آدم، فخر دوجہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ کے شعروں میں ہے۔

وَفِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ یَتْلُوْ کِتَابَہٗ اِذَا انْشَقَّ مَعْرُوْفٌ مِّنَ الصُّبْحِ سَاطِعٗ

یَبِیْتُ یُجَافِیْ جَنْبَہٗ عَنْ فِرَاشِہٖ اِذَا اسْتَثْقَلَتْ بِالْمُشْرِکِیْنَ الْمَضَاجِعٗ

یعنی ہم میں اللہ کے رسول ہیں جو صبح ہوتے ہی خدا کی پاک کتاب کی تلاوت کرتے ہیں راتوں کو جب مشرکین گہری نیند سوتے ہیں تو آنحضور ؐ کی کروٹ بستر سے الگ ہوتی ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اللہ دو قسم کے لوگوں سے بہت خوش ہوتا ہے۔ ایک تو وہ جو رات کو میٹھی نیند سوئے ہوئے ہیں لیکن دفعتاً اپنے رب کی نعمتیں اور اس کی سزائیں یاد کر کے اُٹھ بیٹھتے ہیں اپنے نرم وگداز بستر کو چھوڑ کر میرے سامنے کھڑے ہو کر نماز شروع کر دیتے ہیں۔ دوسرا وہ شخص جو ایک غزوہ میں ہے، کافروں سے لڑتے لڑتے مسلمانوں کا پانسہ کمزور ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ شخص یہ سمجھ کر کہ بھاگنے میں خدا کی ناراضگی ہے اور آگے بڑھنے میں رب کی رضامندی ہے میدان کی طرف لوٹتا ہے اور کافروں سے جہاد کرتا ہے یہاں تک کہ اپنا سر اس کے نام پر قربان کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فخر سے اپنے فرشتوں کو دکھاتا ہے اور ان کے سامنے اس کی تعریف کرتا ہے۔ مسند احمد میں ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا صبح کے وقت میں آپ سے قریب ہی چل رہا تھا میں نے پوچھا "اے اللہ کے پیغمبر! مجھے کوئی ایسا عمل بتلائیے جو مجھے جنت میں پہنچا دے اور جہنم سے الگ کر دے،" آپ نے فرمایا

Marfat.com

تو نے سوال تو بڑے کام کا کیا لیکن اللہ جس پر آسان کردے اس پر بہت سہل ہے۔ سن اللہ کی عبادت کرتا رہ۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر۔ نمازوں کی پابندی کر۔ رمضان کے روزے رکھ۔ بیت اللہ کا حج کر۔ زکوٰۃ ادا کرتا رہ ــــ اب میں تجھے بھلائیوں کے دروازے بتلا دوں۔ روزہ ڈھال ہے۔ صدقہ گناہوں کو معاف کرا دیتا ہے اور انسان کی آدھی رات کی نماز۔ پھر آپ نے آیت تتجافی کی یعملون تک تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا۔ اب میں تجھے اس امر کے سر اس کے ستون اور اس کی کوہان کی بلندی کو بتلاؤں۔

اس تمام کام کا سر تو اسلام ہے۔ اس کا ستون نماز ہے۔ اس کے کوہان کی بلندی اللہ کی راہ کا جہاد ہے۔ پھر فرمایا۔ اب میں تجھے ان تمام کاموں کے سردار کی خبر دوں۔ پھر اپنی زبان پکڑ کر فرمایا اسے روک رکھو۔ میں نے کہا ہم اپنی بات چیت پر بھی پکڑے جائیں گے؟ آپ نے فرمایا۔ اے معاذ! افسوس تجھے معلوم ہی نہیں کہ انسان کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالنے والی چیز اس کی زبان ہی ہے۔

۴۔ اور اللہ تعالیٰ کے محبوب و مخلص بندے باوجود شب بیداری اور محنت کے خدا کے خوف و عذاب جہنم سے بے خوف و بے فکر اور نڈر نہیں ہوتے بلکہ یہ دعائیں کرتے ہیں کہ خدایا ہمیں عذاب جہنم سے بچا کیونکہ اس کا عذاب بہت دکھ درد پہنچانے والا ہے اور نافرمانوں کو چمٹ جانے والا ہے۔

غرام۔ دائمی عذاب کو کہا جاتا ہے جیسا کہ شاعر نے شان خدائی بتائی ہے ؎

اِنْ یُعَذِّبْ یَکُنْ غَرَامًا   وَاِنْ یُعْطِ جَزِیلًا فَاِنَّہٗ لَا یُبَالِیْ

یعنی اس کے عذاب بھی سخت، لازمی اور ابدی، اور اس کی عطا اور انعام بھی بے حد، انگنت اور بے حساب ہے۔ جو چیز آئے اور ہٹ جائے وہ غرام نہیں۔ غرام وہ ہے جو آنے کے بعد ہٹنے اور دور ہونے کا نام بھی نہ لے۔ یہ معنی بھی لئے گئے ہیں کہ عذاب جہنم تاوان ہے جو کفرانِ نعمت سے لیا جائے گا۔ انہوں نے خدا کے دیئے کو اس کی راہ میں نہیں لگایا۔ لہذا آج اس کا تاوان یہ بھرنا پڑے گا کہ جہنم کو پر کردیں۔ وہ بری جگہ ہے۔ بدمنظر ہے۔ تکلیف دہ ہے۔

مالک بن حارث کا بیان ہے کہ دوزخی کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا تو خدا ہی جانتا ہے کہ کتنی مدت تک وہ نیچے ہی نیچے چلا جائے گا اس کے بعد جہنم کے ایک دروازہ پر اسے روک دیا جائے گا اور کہا جائے گا آپ بہت پیاسے ہو رہے ہوں گے لو ایک جام نوش کرلو۔ یہ کہہ کر انہیں کالے سانپ اور بچھوؤں کے زہر کا ایک پیالہ پلایا جائے گا جس کے پیتے ہی ان کی کھالیں الگ جھڑ جائیں گی۔ بال الگ ہو جائیں گے۔ رگیں الگ جا پڑیں گی اور ہڈیاں جدا جدا ہو جائیں گی۔

Marfat.com

حضرت عبید بن عمیرؒ فرماتے ہیں کہ جہنم میں کنوئیں جیسے گڑھے ہیں ان میں سانپ ہیں جیسے بختی اونٹ اور بچھو ہیں جیسے خچر۔ جب کسی جہنمی کو جہنم میں ڈالا جاتا ہے تو وہ وہاں سے نکل کر آتے اور نہیں لپٹ جاتے ہیں ہونٹوں پر، سروں پر، اور جسم کے دوسرے حصوں پر ڈستے اور ڈنگ مارتے ہیں جس سے ان کے سارے جسم میں زہر پھیل جاتا ہے اور پھکنے لگتے ہیں۔ سارے جسم کی کھال جھلس کر گر پڑتی ہے پھر وہ سانپ چلے جاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جہنمی ایک سال تک جہنم میں چلاتا رہے گا۔ یا حنّانُ یا منّان۔ تب اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمائے گا جاؤ دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے؟ حضرت جبرئیلؑ دیکھیں گے کہ سب جہنمی برے حال میں سر جھکائے آہ و زاری کر رہے۔ جا کر جناب باری تعالیٰ میں عرض کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ پھر جاؤ فلاں فلاں جگہ یہ شخص ہے جاؤ اور اسے لے آؤ آپ بحکم خدا جائیں گے اور اسے لا کر خدا کے سامنے کھڑا کر دیں گے اللہ تعالیٰ اس سے دریافت فرمائے گا۔ تو کیسی جگہ ہے؟ یہ جواب دے گا خدایا ٹھہرنے کی بھی بری جگہ ہے اور سونے بیٹھنے کی بھی بدتر جگہ ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا اب اسے اس کی جگہ واپس کر آؤ تو یہ گڑگڑائے گا اور عرض کرے گا کہ اے میرے ارحم الرحمین! جب تو نے مجھے اس سے باہر نکالا تو تیری ذات ایسی نہیں کہ پھر تو مجھے اس میں داخل کر دے مجھے تو تجھ سے رحم و کرم کی ہی امید ہے خدایا بس اب مجھ پر کرم فرما جب تو نے مجھ کو جہنم سے نکالا تو میں خوش ہو گیا تھا کہ اب تو اس میں نہ ڈالے گا۔ اس مالک و رحمن و رحیم کو بھی رحم آجائے گا۔ فرمائے گا۔ اچھا اب اس بندے کو چھوڑ دے۔

(۵) سچ ہے "یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ؕ"

پھر رحمان کے بندوں کی اس صفت کا بیان ہے کہ وہ نہ تو مسرف اور فضول خرچ ہیں اور نہ بخیل۔ نہ بیجا خرچ کرتے ہیں نہ ضروری اخراجات میں کوتاہی کرتے ہیں بلکہ میانہ روی سے کام لیتے ہیں۔ نہ ایسا کرتے ہیں کہ اپنے اہل و عیال کو تنگ رکھیں اور نہ ایسا کرتے ہیں کہ جو ہو لٹا دیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی کی تعلیم دی ہے۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ	رشتے داروں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا حق
وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ؕ	ادا کرتے رہو۔ اسراف اور بیجا خرچ سے بچو، کیونکہ بیجا
اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ	اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے

وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ○ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ○ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ○ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ○

پروردگار کا بہت ہی ناشکرا ہے اور اگر تجھے ان سے منہ پھیر لینا پڑے اپنے رب کی اس رحمت کی جستجو میں جس کی تو امید رکھتا ہے تو بھی تجھے چاہئے نرمی سے سمجھا دے اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے بندھا ہوا مت رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھول دو کہ ملامت کئے ہوئے اور پچھتائے بیٹھ جاؤ گے۔ یقیناً تمہارا رب جس کے لئے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتے تنگ کر دیتا ہے یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر اور خوب دیکھنے والا ہے۔

ان آیتوں میں صلہ رحمی اور غریبوں کے ساتھ ہمدردی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور فضول خرچی سے روکا گیا ہے اور حد سے زیادہ بخل اور حد سے زیادہ فیاضی سے بھی روکا گیا ہے کیونکہ حد اعتدال سے بڑھ جانے کی وجہ سے انسان ملامت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ کھانے پینے اور شادی بیاہ کے موقع پر اعتدال سے خرچ کرنا چاہئے۔ حد اعتدال سے بڑھنا اسراف ہے جو شیطانی کام ہے۔ اس سے بچنا ضروری ہے۔ ہر کام میں میانہ روی اختیار کرنا ایمان کی نشانی ہے۔ اسی افراط و تفریط سے بچنے کو صراط مستقیم اور اعتدال کہتے ہیں۔ معاملات میں تعلقات میں، عبادات میں اعتدال کی ضرورت ہے۔ جو میانہ روی اختیار کر لیتے ہیں وہ اچھے سمجھے جاتے ہیں اسی لئے ہر کام میں اعتدال کا حکم دیا گیا ہے۔

قرآن کریم میں لقمان علیہ السلام کی نصیحتوں میں ہے۔

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ ۔ اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو

قصد اور اقتصاد اعتدال کا نام ہے۔ قَصْدُ السَّبِيْلِ سیدھی راہ (مستقیم) جو حق تک پہنچا دے كَانَ اَبْيَضَ ۔ مُقْصَدًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفید رنگ میانہ قامت تھے (نہ لمبے نہ ٹھگنے نہ بہت موٹے نہ دبلے) اَلْقَصْدَ اَلْقَصْدَ ۔ تَبْلُغُوْا میانہ روی (اعتدال) اختیار کرو تم اپنی مراد کو پہنچو گے۔

یہ حدیث تمام علم اخلاق کو جامع ہے۔ بڑی چھوٹی کتابوں کا خلاصہ ہے۔ ہر ایک امر میں اعتدال یعنی بیچوں بیچ میں چلنا۔ افراط و تفریط نہ کرنا۔ یہی کمال ہے جو انسان کو اپنے مقاصد تک پہنچا دیتا ہے۔

Marfat.com

بہت دور کر چلنے والا تھک کر گر پڑتا ہے۔ کھانا پینا، سونا جاگنا، حرکت و سکون کلام و خاموشی محنت و ریاضت سب میں اعتدال کی ضرورت ہے اور افراط و تفریط دونوں مضر ہیں۔ حدیث میں ہے۔

كَانَتْ صَلٰوتُهٗ قَصْدًا وَخُطْبَتُهٗ قَصْدًا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز متوسط ہوتی اور آپ کا خطبہ بھی متوسط ہوتا، نہ بہت لمبا نہ بہت مختصر اور نماز نسبتہً لمبی ہوتی۔ اب احمق و نادان اور کم علم لوگ خطبہ تو لمبا سناتے ہیں اور نماز مختصر

عَلَيْكُمْ هَدْيًا قَاصِدًا۔ تم اپنے اوپر اعتدال کا راستہ لازم کر لو۔

صرف و خرچ میں اسراف و تبذیر معیشت فاسدہ کی علامات ہیں اس لئے اقتصاد و میانہ روی اختیار کرنا ضروری ہے مثلاً عام حالات میں یہ ہرگز نہیں ہونا چاہئے کہ خرچ آمدنی سے بڑھ جائے اور پھر حاجت کے وقت دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا پڑے بلکہ حتی الامکان اس کی سعی کرنی چاہیے کہ ان تمام اجتماعی حقوق ادا کرنے کے ساتھ ساتھ جو غنی ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ان پر عائد کئے ہیں اپنی اور اہل و عیال کی حاجات و ضروریات کے لئے کچھ پس انداز ہو، اور یہ بھی نہیں ہونا چاہئے کہ بخل کو کام میں لایا جائے اور خود اپنے اہل و عیال کے لئے عطائے الٰہی کے باوجود معیشت کو تنگ کرے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اَلْاِقْتِصَادُ فِي النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِيْشَةِ (کنز العمال) آمد و صرف میں میانہ روی معاشی زندگی کی خوشگواری کا نصف حصہ ہے۔

بلکہ یہ اقتصاد، اعتدال اور میانہ روی نبوت کے حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ الْهَدْيَ الصَّالِحَ وَالسَّمْتَ الصَّالِحَ وَالْاِقْتِصَادَ جُزْءٌ مِّنْ خَمْسٍ وَّعِشْرِيْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ اچھی سیرت اور اچھا طریقہ اعتدال نبوت کے پچیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ (ابو داؤد)

اس حدیث سے اعتدال اور میانہ روی کی بہت بڑی اہمیت ثابت ہوتی ہے ہر چیز میں اعتدال پسندیدہ ہے، مسند بزار میں حضرت حذیفہ رضی صحابی کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا اَحْسَنَ الْقَصْدَ فِي الْغِنٰى مَا اَحْسَنَ الْقَصْدَ فِي الْفَقْرِ مَا اَحْسَنَ دولت مندی میں میانہ روی کتنی اچھی ہے محتاجگی میں میانہ روی کتنی اچھی ہے اور عبادت میں میانہ روی

Marfat.com

اَلْقَصْدُ فِي الْعِبَادَةِ (کنز العمال) — کمی اچھی ہے

غرض یہ ہے کہ نہ اتنا دولت مند ہو کر انسان تا ردن وقت بن کر حق سے غافل ہو جائے نہ اتنا محتاج ہو کر پریشان خاطر ہو کر حق سے محروم رہ جائے ـــ لوگ دولت مند ہو کر اس قدر شان و شکوہ عزّ و جاہ اور عیش و تنعم کی زندگی بسر کرنے لگتے ہیں کہ اعتدال سے خارج ہو جاتے ہیں اور بعض لوگ محتاج ہو کر اس قدر دنی اور مبتذل ہو جاتے ہیں کہ صبر، خود داری اور تمام شریفانہ اوصاف کھو دیتے ہیں۔

دعا اور عبادت میں بھی اعتدال کا حکم ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا ۝ (بنی اسرائیل)

اور نہ نماز میں چلا چلا کر نماز پڑھو اور نہ چلا چلا کر دعا ہی کرو۔ اور نہ بالکل چپکے چپکے پڑھو بلکہ اس کے درمیان کی راہ اختیار کرو۔

قرآن مجید میں نیک بندوں کی یہ علامت بتائی گئی ہے۔

وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ (الفرقان)

اور خرچ کرنے لگیں تو فضول خرچی نہ کریں اور نہ بہت تنگی کریں بلکہ ان کا خرچ افراط و تفریط کے درمیان بیچ کا ہو۔

٦ اور رحمٰن کے محبوب بندے وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو معبود نہیں ٹھہراتے اور نہ کسی کو اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں وہ صرف ایک وحدہٗ لا شریک کو جانتے ہیں اور اسی کی پوجا پاٹ کرتے ہیں یعنی خدا پرست موحد اور متبع سنت ہیں اور جس نفس کو اللہ تعالیٰ قتل کرنا حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر جسے اللہ نے حق کے ساتھ قتل کرنے کی رخصت دی ہے اور نہ وہ زنا کاری و بدکاری کرتے ہیں اور نہ فحاشی و بےحیائی پر آمادہ ہوتے ہیں۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے یہی حکم دیا ہے۔

لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيلًا ۝ (بنی اسرائیل)

خبردار زنا کے قریب بھی نہ پھٹکنا کیونکہ وہ بڑی بےحیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے۔

شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ یہی گناہ ہے۔ ابن ابی الدنیا میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "شرک کے بعد کوئی گناہ زنا سے بڑھ کر نہیں ہے کہ آدمی اپنا نطفہ ایسے رحم میں ڈالے جو اس کے لئے حلال نہیں ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى۔ کے تحت میں مسند احمد کے حوالہ سے یہ حدیث ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

Marfat.com

ایک نوجوان نے زنا کاری کی اجازت آپ سے چاہی، لوگ اس پر جھک پڑے کہ چپ رہ کیا کہہ رہا ہے ؟ کیا کہہ رہا ہے ۔ آپ نے اسے اپنے قریب بلا کر فرمایا۔ بیٹھ جا۔ جب وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا۔ کیا تو اس کام کو اپنی ماں کے لئے پسند کرتا ہے ؟ اس نے کہا، خدا کی قسم نہیں، یا رسول اللہ مجھے آپ پر اللہ فدا کرے۔ ہرگز نہیں۔ فرمایا، پھر سوچ لے کہ کوئی اور کیسے پسند کرے گا ؟ آپ نے فرمایا۔ اچھا تو اسے اپنی بیٹی کے لئے پسند کرتا ہے ؟ اس نے اسی طرح تاکید سے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ٹھیک اسی طرح کوئی بھی اپنی بیٹیوں کے لئے یہ پسند نہیں کرتا۔ اچھا اپنی بہن کے لئے تو اسے پسند کرے گا ؟ اس نے اسی طرح انکار کیا۔ آپ نے فرمایا اسی طرح اپنی بہنوں کے لئے دوسرے لوگ بھی اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔ بتا کیا تو چاہے گا کہ کوئی تیری پھوپھی سے ایسا کرے ؟ اس نے اسی سختی سے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا اسی طرح کوئی اور بھی اسے اپنی پھوپھی کے لئے نہ چاہے گا۔ اچھا اپنی خالہ کے لئے ؟ اس نے کہا ہرگز نہیں۔ فرمایا اسی طرح اور سب لوگ بھی۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھ کر دعا کی کہ الٰہی ! اس کے گناہ بخش دے، اس کے دل کو پاک کر، اسے عصمت والا بنا۔ پھر تو یہ حالت تھی کہ یہ نوجوان کسی کی طرف نظر بھی نہ اٹھاتا تھا۔

آپ کی یہ حکیمانہ نصیحت ہر ایسے شخص کے لئے مفید ہے جو اپنے لئے اپنی ماں و بہن کے لئے اس فعل کو پسند نہیں کرتا تو دوسرے کی ماں بہن کے لئے کیسے پسند کر سکتا ہے، لامحالہ بدکاری سے باز آئے گا۔ بدکار لوگوں کی سزا دنیا میں سنگسار اور سو کوڑے کی مار ہے اور آخرت میں دوزخ کی آگ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تنور جیسا کنواں دیکھا جس کے اوپر کا حصہ تنگ اور نیچے کا کشادہ تھا اس میں آگ بھڑک رہی ہے اور شور و غل کی آواز آرہی ہے اس میں مرد اور عورتیں ہیں جو آگ کے شعلے کے ساتھ اوپر کو آجاتے ہیں اور جب شعلہ دب جاتا ہے تو نیچے چلے جاتے ہیں۔ یہ زناکار مرد اور عورتیں ہیں جو اس آگ میں جل رہے ہیں (بخاری)

اور آپ نے فرمایا:

اِذَا زَنَی الرَّجُلُ خَرَجَ مِنْہُ الْاِیْمَانُ ۔ (ابو داؤد)

جب انسان زنا کرتا ہے تو اس کا ایمان اس سے نکل جاتا ہے۔

اگر اسی حالت میں مر گیا تو بے ایمان ہو کر مرا۔ اور زنا و بدکاری سے خدا کی طرف سے

بلائیں مسلط ہو جاتی ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِذَا ظَهَرَ الزِّنٰى فِي قَرْيَةٍ فَقَدْ حَلُّوا بِأَنْفُسِهِمْ عَذَابَ اللّٰهِ۔ (الحاکم) — جس بستی میں زنا کاری و سود خواری کھلم کھلا کرنے لگیں تو اس بستی پر خدا کا عذاب آئے گا۔

غرض زنا کاری کی سزا دنیا و آخرت دونوں جگہوں میں ہے جیسا کہ فرمایا۔

وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا الخ — جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لائے گا۔ قیامت کے دن دہرا عذاب دیا جائے گا اور ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ اس میں رہے گا۔ البتہ جن لوگوں نے توبہ کرلی اور ایمان لا کر نیک کام کیا تو ایسے لوگوں کے گناہ کو اللہ تعالیٰ نیکیوں میں بدل دیتا ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے، اور جس نے توبہ کرلی اور نیک کام کیا تو اس نے اللہ تعالیٰ کو سچا معبود مان لیا۔

(۷) توبہ کے معنی خفت، ندامت و شرمندگی کے ہیں اور سچی توبہ سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ گناہوں سے بالکل پاک وصاف ہو جاتا ہے اور توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں "اس سے وہ لوگ مراد ہیں اسلام لا کر نیک بن جائیں۔ پھر اسلام لانے کے بعد اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا (یعنی نیکی کرنے کی توفیق دے گا) یعنی اسلام لانے کے بعد تمام گناہ ملیامیٹ ہو جاتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

"جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کی سچائی میرے دل میں ڈال دی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ داہنا ہاتھ بڑھائیے میں آپ سے بیعت کروں گا۔ یعنی آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہونگا آپ نے ہاتھ بڑھا دیا لیکن میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا آپ نے فرمایا یہ کیا؟ میں نے کہا میں ایک شرط کرنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا کیا شرط لگانا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا۔ میں اس شرط پر اسلام لاتا ہوں کہ میرے پچھلے سارے گناہ معاف ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے عمرو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام ان تمام گناہوں کو ملیامیٹ کر دیتا ہے جو اسلام سے پہلے سرزد ہوئے تھے اور ہجرت بھی سب گناہوں کو ساقط کر دیتی ہے جو ہجرت سے پہلے صادر ہوئے ہوں اور حج ان خطاؤں کو معاف کرا دیتا ہے جو حج سے پہلے ہوئی ہوں"۔

یہ اسلام کی سب سے بڑی خوبی ہے کہ اسلام لانے سے سارے قصور معاف ہو جاتے

Marfat.com

ہیں جیسا کہ اس اعرابی کی حدیث میں آیا ہے کہ :۔

جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَیْخٌ کَبِیْرٌ یُدَ عِمُ عَلٰی عَصَاہُ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ لِیْ غَدَرَاتٍ وَفَجَرَاتٍ فَھَلْ یُغْفَرُلِیْ قَالَ اَلَسْتَ تَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ بَلٰی وَ اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ تَدْ غُفِرَلَکَ غَدَرَاتُکَ وَفَجَرَاتُکَ (احمد، طبرانی)

ایک بوڑھا لکڑی کا سہارا لگائے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں کفر کے زمانے میں بے وفائیاں اور بیہودگیاں کر چکا ہوں تو کیا وہ سب معاف ہو جائیں گی؟ آپ نے فرمایا کیا تو ایک اکیلے خدا ہونے کی گواہی نہیں دیتا ہے اس نے عرض کیا، کیوں نہیں، اور اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ نے فرمایا تیری ساری خیانتیں اور بیہودگیاں معاف کر دی گئی ہیں

مذہب بدلنے والا ضرور اس کا خواہش مند ہوتا ہے کہ پہلے مذہب میں رہ کر جو بدعنوانیاں سرزد ہوئی ہیں دوسرے مذہب میں داخل ہونے کے سبب سے معاف ہو جائیں۔ اس چیز کی گارنٹی صرف اسلام میں ہے کہ اس میں داخل ہوتے ہی ماقبل اسلام سب کوتاہیاں بخش دی جاتی ہیں اور اسلام کے سوا دنیا کے کسی دوسرے مذہب میں یہ خوبی نہیں ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رض روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا اَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ اِسْلَامُہٗ یُکَفِّرُ اللّٰہُ عَنْہُ کُلَّ سَیِّئَۃٍ کَانَ زَلَفَھَا وَکَانَ بَعْدَ ذٰلِکَ الْقِصَاصُ اَلْحَسَنَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا اِلٰی سَبْعِمِائَۃِ ضِعْفٍ وَالسَّیِّئَۃُ بِمِثْلِھَا اِلَّا اَنْ یَتَجَاوَزَ اللّٰہُ عَنْھَا (بخاری)

جب بندہ اسلام لے آتا ہے اور اس کا اسلام اچھا ہو جاتا ہے تو جتنی برائیاں وہ پہلے کر چکا ہے ان سب کو اللہ تعالیٰ درگذر فرما دیتا ہے اس کے بعد یہ صورت ہوتی ہے کہ اگر نیکی کرتا ہے تو دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے یہاں تک کہ ایک نیکی کے بدلے میں سات سو نیکیاں ملتی ہیں اور برائی کے بدلے میں صرف ایک برائی، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی معاف فرما دے۔

اسلام کے اچھے ہونے سے یہ مراد ہے کہ اسلام میں داخل ہونے والا ظاہری اور باطنی ہر حیثیت سے اسلام میں داخل ہو جائے، جب وہ کوئی کام کرے تو یہ یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے اور اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے، برائیوں سے اجتناب کرتا ہے نیکیوں کے بجا لانے کی کوشش کرتا رہے تو ایسی صورت میں اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے

24938

Marfat.com

جاتے ہیں۔ حضرت براء فرماتے ہیں کہ:

اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ بِالْحَدِیْدِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُقَاتِلُ اَوْ اُسْلِمُ قَالَ اَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ فَاَسْلَمَ ثُمَّ قَاتَلَ فَقُتِلَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَمِلَ قَلِیْلًا وَاُجِرَ کَثِیْرًا (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص زرہ پوش سر سے پاؤں تک لوہے سے ڈھکا ہوا آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں پہلے جہاد میں شریک ہوں یا پہلے اسلام لاؤں اور پھر جہاد میں شریک ہوں تو آپ نے فرمایا پہلے تم اسلام لے آؤ بعد میں جہاد میں شریک ہو جانا چنانچہ وہ پہلے اسلام لاتا ہے اور پھر جہاد کرتا ہے خدا کی شان ، وہ جہاد میں جاتے ہی شہید ہو جاتا ہے آپ نے فرمایا اس نے کام تھوڑا کیا اور ثواب بہت دیا گیا۔

ایمان لانا بہت معمولی کام ہے لیکن اس سے زندگی بھر کے گناہ معاف ہوئے اور ہمیشہ کا جنتی ہوگیا۔ صحیح اسلام قیامت کے دن نجات کا ذریعہ بنے گا۔ اگر اسلام صحیح ہے تو دیگر اعمال صالحہ کا بھی اعتبار ہوگا اور اگر اسلام درست نہیں تو دوسری نیکیوں کا بھی اعتبار نہ ہوگا۔ ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تَجِیْئُ الْاَعْمَالُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَتَجِیْئُ الصَّلٰوۃُ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنَا الصَّلٰوۃُ فَیَقُوْلُ اِنَّکَ عَلٰی خَیْرٍ فَتَجِیْئُ الصَّدَقَۃُ فَتَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنَا الصَّدَقَۃُ فَیَقُوْلُ اِنَّکَ عَلٰی خَیْرٍ ثُمَّ یَجِیْئُ الصِّیَامُ فَیَقُوْلُ اِنَّکَ عَلٰی خَیْرٍ ثُمَّ تَجِیْئُ الْاَعْمَالُ کُلُّ ذٰلِکَ یَقُوْلُ اللّٰہُ اِنَّکَ عَلٰی خَیْرٍ ثُمَّ یَجِیْئُ الْاِسْلَامُ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنْتَ السَّلَامُ وَاَنَا الْاِسْلَامُ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ اِنَّکَ عَلٰی خَیْرٍ بِکَ الْیَوْمَ اٰخُذُ وَبِکَ اُعْطِیْ۔

(احمد مشکوٰۃ)

انسان کے اعمال قیامت کے روز ظاہر ہو کر آئیں گے پس نماز آئے گی اور کہے گی اے پروردگار! میں نماز ہوں اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو بہت اچھا کام ہے پھر صدقہ آئے گا اور کہے گا اے پروردگار! میں صدقہ ہوں فرمائے گا تو بہت اچھا کام ہے اور پھر روزہ آکر کہے گا اے میرے پروردگار! میں روزہ ہوں ، فرمائے گا تو بہت اچھا کام ہے پھر اسی طرح سب اعمال آئیں گے اور سب کو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو خیر پر ہے پھر اسلام آئے گا اور کہے گا اے میرے پروردگار! تو سلام (یعنی سب عیبوں سے پاک) ہے اور میں اسلام (یعنی تیری فرمانبرداری کا مجموعہ) ہوں ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو بہت اچھا کام ہے آج دن میں اپنے بندوں کے ساتھ تیرے سبب سے لین دین کروں گا۔

پھر راوی نے یہ آیت پڑھی :۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ○

(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو طلب کرے گا وہ دین اس سے ہرگز نہ قبول کیا جائے گا اور وہ آخرت میں گھاٹا پانے والوں میں سے ہے۔

(ابو ھریرۃ، احمد، ابن کثیر، مشکوٰۃ)

یعنی بندوں کے نیک اعمال قیامت کے دن باری تعالیٰ کی جناب میں حاضر ہوں گے تاکہ ان کے عاملوں کے واسطے دلیل ہوں اور ان کی شفاعت کریں۔ یہاں تک کہ خود اسلام اس سے مخاطب ہو کر فرمائے گا کہ آج کے دن جزاء و سزا کا دارومدار مجھ ہی پر ہو گا جس کا اسلام درست ہے اس کے اعمال مقبول ہیں اور جس کا اسلام درست نہیں اس کے تمام اعمال مردود ہیں۔

یہ اسلام ہی کی خوبی ہے کہ کلمہ شہادتین کو سچے دل سے کہنے کے بعد انسان کے سارے گناہ ملیامیٹ ہو جاتے ہیں اور وہ نوزائیدہ بچے کی طرح معصوم ہو جاتا ہے، ایسے پاکیزہ دین اسلام کو چھوڑ کر کسی جانور کے پاخانہ پیشاب کو کھا پی کر کوئی دوسرا دین اختیار کرے تو وہ ہرگز فلاح دارین کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۔

مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لا کر نیک عمل کیا اس کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دے گا یعنی سارے گناہ نیک ہی نیک ہو جائیں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں ابن کثیر میں لکھا ہے کہ سعید بن جبیر کا بیان ہے کہ بتوں کی پرستش کے بدلے خدا تعالیٰ کی عبادت کی توفیق انہیں ملی۔ مومنوں سے لڑنے کے بجائے کافروں سے جہاد کرنے لگے۔ مشرکہ عورتوں سے نکاح کے بجائے مومنہ عورتوں سے نکاح کئے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔ گناہ کے بدلے ثواب کے عمل کرنے لگے شرک کے بدلے توحید خالص ملی، بدکاری کے بدلے پاک دامنی حاصل ہوئی، کفر کے بدلے اسلام ملا۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ خلوص کے ساتھ جو ان کی توبہ تھی اس سے خوش ہو کر اللہ عزوجل نے ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا۔ یہ اس لئے کہ توبہ کے بعد جب کبھی انہیں اپنے گذشتہ گناہ یاد آتے تھے تو انہیں ندامت ہوتی تھی، یہ غمگین ہو جاتے تھے، شرمانے لگتے تھے اور استغفار کرتے تھے، اس لئے ان کے گناہ اطاعت سے بدل گئے گو وہ ان کے نامۂ اعمال

بن گناہ کے طور پر لکھے ہوئے تھے۔ لیکن قیامت کے دن سب نیکیاں بن جائیں گے جیسا کہ احادیث و آثار میں ثابت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکلے گا اور سب سے آخر میں جنت میں جائے گا۔ یہ وہ شخص ہوگا جسے خدا کے سامنے لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس کے بڑے بڑے گناہوں کو چھوڑ کر چھوٹے چھوٹے گناہوں کی نسبت اس سے بازپرس کرو چنانچہ اس سے سوال ہوگا کہ فلاں دن تو نے فلاں کام کیا تھا، فلاں دن فلاں گناہ کیا تھا یہ کسی ایک کا بھی انکار نہیں کر سکے گا۔ اقرار کرے گا آخر میں کہا جائے گا کہ تجھے ہم نے ہر گناہ کے بدلے نیکی دی اب تو اس کی باچھیں کھل جائیں گی اور کہے گا۔ اے میرے پروردگار ابھی تو اور بھی بہت سے اعمال کئے تھے جنہیں میں یہاں نہیں پا رہا ہوں؟ یہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ کے مسوڑھے دیکھے جانے لگے۔ (مسلم)

آپ فرماتے ہیں کہ جب انسان سوتا ہے تو فرشتہ شیطان سے کہتا ہے مجھے اپنا صحیفہ جس میں اس کے گناہ لکھے ہوئے ہیں دے، وہ دیتا ہے تو ایک ایک نیکی کے بدلے دس دس گناہ وہ اس کے صحیفہ سے مٹا دیتا ہے اور ان میں نیکیاں لکھ دیتا ہے پس تم میں سے جو بھی سونے کا ارادہ کرے وہ ۳۳ دفعہ سُبْحَانَ اللہ کہے۔ ۳۳ دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور ۳۴ دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے۔ یہ سب مل کر ایک سو بار ہوئے تو گویا ایک ہزار کا ثواب ملا۔ (ابن ابی الدنیا)

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں۔ انسان کو قیامت کے دن نامۂ اعمال دیا جائے گا۔ وہ پڑھنا شروع کرے گا تو اوپر اس کی برائیاں درج ہوں گی جنہیں پڑھ کر یہ کچھ ناامید سا ہونے لگے گا اسی وقت اس کی نظر نیچے کی طرف پڑے گی تو اپنی نیکیاں لکھی ہوئی پائے گا جس سے کچھ ڈھارس بندھے گی۔ اب دوبارہ اوپر کی طرف دیکھے گا تو وہاں کی برائیوں کو بھی بھلائیوں سے بدلا ہوا پائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، بہت سے لوگ خدا کے سامنے آئیں گے جن کے پاس بہت کچھ گناہ ہوں گے، پوچھا گیا وہ کون سے لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ وہ لوگ جن کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ بھلائیوں سے بدل دے گا۔

حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں، چار قسم کے جنتی جنت میں جائیں گے متقین یعنی پرہیزگار پھر شاکرین یعنی شکرگذار۔ پھر خائفین یعنی خوف خدا رکھنے والے پھر اصحاب یمین یعنی جن

Marfat.com

کے دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال ملے ہوں گے پوچھا گیا کہ انہیں اصحاب یمین کیوں کہا جاتا ہے؟ جواب دیا، اس لئے کہ انہوں نے نیکیاں بدیاں سب کی تھیں۔ ان کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھ میں ملے۔ اپنی بدیوں کا ایک ایک حرف پڑھ کر یہ کہنے لگے کہ خدایا ہماری نیکیاں کہاں ہیں؟ یہاں تو سب بدیاں لکھی ہوئی ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان بدیوں کو مٹا دے گا اور ان کے بدلے نیکیاں لکھ دے گا۔ انہیں پڑھ کر خوش ہو کر اب تو یہ دوسروں سے کہیں گے کہ آؤ ہمارے اعمالنامے دیکھو۔ جنتیوں کے اعمال اکثر اس قسم کے ہوں گے۔

امام علی بن حسین زین العابدین رؒ فرماتے ہیں۔ برائیوں کو بھلائیوں سے بدلنا آخرت میں ہوگا حضرت مکحولؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو بخشے گا اور انہیں نیکیاں کر دے گا۔

حضرت مکحولؒ نے ایک مرتبہ حدیث بیان کی کہ ایک بہت بوڑھے ضعیف آدمی جس کی بھویں آنکھوں پر آگئی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ! میں ایسا شخص ہوں جس نے کوئی غداری، کوئی بدکاری اور کوئی گناہ باقی نہیں چھوڑا، میرے گناہ اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ اگر تمام انسانوں پر تقسیم ہو جائیں تو سب کے سب غضب خدا میں گرفتار ہو جائیں گے۔ کیا میری بخشش کی بھی کوئی صورت ہے؟ کیا میری توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے آپ نے فرمایا کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ اس نے کلمہ پڑھ لیا کہ: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ تو آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ تیری تمام برائیاں اور بدکاریاں معاف کر دے گا اور جب تک تو اس پہ قائم رہے گا اللہ تعالیٰ تیری تمام برائیاں بھلائیوں سے بدل دے گا اس نے پھر پوچھا۔ حضور! میرے چھوٹے بڑے سب گناہ معاف ہو جائیں گے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں سب کے سب! پھر تو وہ شخص خوشی خوشی واپس جانے لگا اور تکبیر و تہلیل پکارتا ہوا لوٹ گیا۔ رضی اللہ عنہ (ابن جریر)

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اگر کسی شخص نے سارے ہی گناہ کئے ہوں اور جو جی میں آیا وہ کیا ہو تو کیا ایسے شخص کی توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا تم مسلمان ہو گئے ہو؟ اس نے کہا، جی ہاں! آپ نے فرمایا، اب نیکیاں کرو۔ برائیوں سے بچو تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بھی نیکیاں کر دے گا اس نے کہا میری غداریاں اور بدکاریاں بھی! آپ نے فرمایا، ہاں۔ اب وہ اللہ اکبر کہتا ہوا واپس چلا گیا (طبرانی)

ایک عورت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئی اور دریافت کیا کہ مجھ سے

Marfat.com

بدکاری کے نتیجے میں ایک بچہ ہوگیا میں نے اسے مار ڈالا۔ اب کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اب نہ تیری آنکھیں ٹھنڈی ہو سکتی ہیں اور نہ خدا کے ہاں تیری بزرگی ہو سکتی ہے تیرے لئے توبہ ہرگز نہیں، وہ روتی پیٹتی واپس چلی گئی۔ صبح کی نماز حضورؐ کے ساتھ میں نے پڑھ کر یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا۔ تونے اس سے بہت ہی بری بات کہی کیا تو ان آیتوں کو قرآن میں نہیں پڑھتا اِلَّا مَنْ تَابَ الخ مجھے بڑا ہی رنج ہوا اور میں لوٹ کر اس عورت کے پاس پہنچا اور اسے یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں، وہ خوش ہوگئی اور اسی وقت سجدے میں گر پڑی اور کہنے لگی اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میرے لئے چھٹکارے کی صورت پیدا کر دی (طبرانی)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ کا فتویٰ سن کر وہ حسرت اور افسوس کے ساتھ یہ کہتے ہوئے واپس چلی کہ ہائے یہ اچھی صورت کیا جہنم کے لئے بنائی گئی تھی۔ اس میں یہ بھی ہے۔ کہ حضرت ابوہریرہ رض کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اس عورت کو ڈھونڈنے کے لئے نکلے تمام مدینہ اور ایک ایک گلی کو چھان مارا لیکن کہیں پتہ نہ چلا۔ اتفاق سے رات کو وہ عورت پھر آئی۔ تب حضرت ابوہریرہ رض نے اسے صحیح مسئلہ بتایا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ اس نے اللہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ میرے لئے چھٹکارے کی صورت بنائی اور میری توبہ کی قبولیت رکھی۔ یہ کہہ کر جو اس کے ساتھ لونڈی تھی اسے آزاد کر دیا۔ اس لونڈی کی ایک لڑکی بھی تھی اور سچے دل سے توبہ کر لی پھر فرماتا ہے اور اپنے عام لطف و کرم فضل و رحم کی خبر دیتا ہے کہ جو بھی خدا کی طرف جھکے اور اپنی سیاہ کاریوں پہ نادم ہو کر توبہ کرے تو اللہ اس کی سنتا ہے قبول فرماتا ہے اور اسے بخش دیتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے

وَمَنْ يَعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ؀	جو برا عمل کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے استغفار کرے تو وہ اللہ کو غفور اور رحیم پائے گا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ	کیا انہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ توبہ کا قبول کرنے والا ہے۔

اور دوسری آیت میں ہے:۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔	میرے ان بندوں سے جو گنہگار ہیں کہہ دیجئے کہ وہ میری رحمت سے ناامید نہ ہوں۔ یعنی توبہ کرنے والا محروم نہیں ہوتا۔

Marfat.com

خلاصہ یہ ہے کہ اس میں اپنی غلطی سے جتنے بھی گناہ کئے ہوئے ہو گا سچی توبہ کر لینے کے بعد اس کے سارے گناہ معاف ہو کر نیکی ہو جائیں گے۔

۸۱ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۔ رحمٰن کے نیک بندوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ جھوٹی شہادت نہیں دیتے۔

یعنی شرک نہیں کرتے۔ بت پرستی سے بچتے ہیں، جھوٹ نہیں بولتے، فسق و فجور نہیں کرتے۔ کفر سے الگ رہتے ہیں لغو اور باطل کاموں سے پرہیز کرتے ہیں، گانا نہیں سنتے، مشرکوں کی عیدیں نہیں مناتے۔ خیانت نہیں کرتے، بری مجلسوں میں نشست نہیں رکھتے۔ شرابیں نہیں پیتے، شراب خانوں میں نہیں جاتے۔ اس کی رغبت نہیں کرتے۔

حدیث میں بھی ہے کہ سچے مومن کو چاہئے کہ اس دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر دور شراب چل رہا ہو اور یہ بھی مطلب ہے کہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ صحیحین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔

" کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ بتاؤں؟ تین دفعہ یہی فرمایا۔ صحابہ نے کہا، ہاں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ اس وقت آپ تکیہ لگائے بیٹھے ہوئے تھے اب اس سے الگ ہو کر فرمانے لگے۔ اور جھوٹی گواہی دینا اور جھوٹی بات کہنا۔ اسے بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم اپنے دل میں کہنے لگے کہ کاش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب خاموش ہو جاتے زیادہ ظاہر لفظوں سے تو یہ ہے کہ وہ جھوٹ کے پاس نہیں جاتے اسی لئے آگے بیان ہوا کہ اگر اتفاقاً گذر ہو جائے تو وہ اس سے کوئی دلچسپی نہیں لیتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود کسی کھیل کے پاس سے گذرے تو منہ پھیرے ہوئے بغیر رکے چلے گئے۔ اور اللہ کے نزدیک کریم ہو گئے "زور" اور "لغو" میں سینما، بائیسکوپ اور دیگر لہو و لعب داخل ہیں۔ کیونکہ یہی چیزیں مخرب اخلاق ہیں۔

سینما یورپ کی ایک عالم فریب مخرب اخلاق ایجاد ہے، پہلے تو تصویریں جانداروں کی طرح صرف نقل و حرکت ہی کرتی تھیں لیکن اب وہ باتیں کرنے اور گانے بھی لگی ہیں اس سے اس کی کشش اور دل آویزی میں بیش از بیش اضافہ ہو گیا ہے۔ یہ ایجاد بھی اپنے اندر بہت سی تباہیوں اور بربادیوں کا سامان رکھتی ہے، جہاں یورپ و امریکہ سے بہت سی وبائیں ہندوستان میں آئیں۔ سینما بھی آیا۔ یورپ و امریکہ کی خوشحالی، فارغ البالی اور دولت مندی کی انتہا نہیں ہے وہاں

Marfat.com

مال و دولت کی بارش ہوتی ہے۔ اس کے برعکس ہندوستان مفلس و قلاش ہے نوے فیصد آدمیوں کو بھی دونوں وقت پیٹ بھر کر روٹی نہیں ملتی۔ لیکن سینما کی دلچسپیوں کا یہ حال ہے کہ دن بھر مزدوری کرکے معمولی آمدنی کرنے والا سینما دیکھے بغیر نہیں رہتا۔ خواہ اس کے اہل و عیال رات کو بھوکے سو جایا کرتے ہوں۔

سینما نے جہاں ہندوستان کو مالی تباہی و بربادی کے گڑھے میں ڈالا ہے وہاں ہندوستانی شرافت و تہذیب کا جنازہ بھی نکال دیا ہے۔ بداخلاقی و بے حیائی عام کر دی ہے۔ اور اب اس کی تباہ کاریاں مردوں سے گذر کر عورتوں تک پہنچ چکی ہیں۔ ہزاروں شریف گھرانوں کی بہو بیٹیاں سینما میں جاتی ہیں اور نہایت دیدہ دلیری و ڈھٹائی سے اس کے حیا سوز و مخرب اخلاق مناظر دیکھتی ہیں اور صد نفریں ہے ان کے شوہروں پر کہ وہ انہیں روکتے تو کیا بلکہ خود لے جاتے ہیں اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔

سینما کی ترویج سے پہلے عصمت فروش و آبرو باختہ عورتوں کی مجلس میں کوئی وقعت و حیثیت نہ تھی لیکن سینما کی برکتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے آبرو باختہ عورتوں کو ایک خاص پوزیشن دے دی ہے اب لوگ علانیہ رنڈیوں کی شان میں قصیدے لکھ رہے ہیں اور مدیران اخبار ان کی تصویریں اپنے پرچوں میں شائع کر رہے ہیں جن گھروں میں ان ذلیل اور فاحشہ عورتوں کا نام لینا بھی گناہ اور موجب شرم سمجھا جاتا تھا۔ اب ان گھروں میں ان کی تصویریں آویزاں ہیں اور جن مجلسوں میں ان کا تذکرہ مکروہ خیال کیا جاتا تھا انہیں مجلسوں میں اب فخریہ ان کے تذکرے کئے جاتے ہیں۔

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سینما نے ہمارے ملک کی اخلاقی حالت کو کس طرح تباہ و برباد کر دیا ہے۔ سینما سے ملک کے نوجوان کس طرح برباد ہو رہے ہیں۔ یہ ایک ناقابل برداشت مصیبت ہے۔ وہ سینما میں ایکٹروں کو دیکھتے ہیں اور اپنی زندگی کو انہیں کی زندگی کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے بے تاب و بے قرار ہو جاتے ہیں پھر ان کو اس بات کا خیال مطلق نہیں رہتا کہ ان کا گھر برباد ہوگا تجارت ملیامیٹ ہوگی۔ تعلیم ادھوری رہ جائے گی وہ ان تمام باتوں سے بے پرواہ ہو کر نگار خانوں کا طواف شروع کر دیتے ہیں۔ ملک کے دور دراز مقامات کے نوجوان کلکتہ اور بمبئی کا سفر کرتے ہیں اور ایکٹر بننے کے لئے طرح طرح کے نقصانات اور مصائب و آلام برداشت کرتے ہیں۔ ان تمام والہانہ ایثار و قربانی سے ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ انہیں خوبرو اور خوش ادا عورتوں

Marfat.com

کے ساتھ کام کرنے اور رہنے سہنے کا موقع مل جائے۔

یہ تو ہمارے ملک کے نوجوانوں کا حال ہے لیکن عورتوں میں بھی یہ جذبہ تیزی سے پیدا ہو رہا ہے چنانچہ وہ بھی اسٹیج پر آنے اور اپنے حسن و شباب اور ناز و ادا کی نمائش کرنے کے لئے تاب و بیقرار ہو رہی ہیں ان حالات میں ہندوستان کی شرافت کا خدا ہی حافظ ہے۔

اخلاق و کردار اور عزت و شرافت کی بربادی کے ساتھ غریب ہندوستانیوں کی محنت مزدوری کے پیسے جس بے دردی سے خرچ ہو رہے ہیں اس کے اندازہ کے لئے فلم ایکٹروں و ایکٹرسوں کی آمدنیوں پر نظر ڈالئے جب کہ وہ ایک فلم میں کام کرنے کا معاوضہ لاکھوں روپے وصول کرتے ہیں۔ فلموں کی تیاری کے دوسرے گراں قدر مصارف اس کے علاوہ ہیں۔

اس سے اندازہ کیجئے کہ فلموں پر ماہانہ کتنا خرچ ہوتا ہوگا۔ پھر جو سرمایہ دار فلم سازی پر اتنا خرچ کرتے ہیں وہ اس سے کتنا فائدہ حاصل کرتے ہوں گے۔ اندازہ لگائیے کہ مفلس ہندوستان کے لئے سینما کس قدر غارت گر اور تباہ کن ہے۔

تو آیت کریمہ نے مومن کی شان بتائی کہ مومن کامل کی نشانی یہ بھی ہے کہ ایسی بری جگہوں پر نہیں جاتے۔ کیونکہ یہ سب لعنتی مقام ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کے لغویات کے مٹانے اور روکنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ چنانچہ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِیْ رَحْمَةً وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ وَاَمَرَنِیْ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِیْرِ وَالْاَوْثَانِ وَالصُّلُبِ وَاَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ۔ (مسند احمد)

اللہ تعالیٰ نے مجھ کو سارے جہاں والوں کے لئے رحمت اور ہادی بنا کر بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں ہر قسم کے باجوں اور ہر گانے بجانے کی چیزوں مجسم تصویروں، صلیب پرستی اور رسوم جاہلیت کو مٹا دوں۔

افسوس کہ جن چیزوں کے مٹانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے۔ آج مسلمان انہیں چیزوں کو فروغ دے رہے ہیں، یہی چیزیں تباہی و بربادی کا سبب ہیں۔ کیونکہ عذاب آنے کی اور قیامت کی شرطوں میں سے جو چیزیں آپ نے بیان فرمائی ہیں ان میں یہ بھی بیان فرمایا ہے۔

وَاتُّخِذَتِ الْقَیْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ (ترمذی)

لوگ جب گانے والیوں اور باجوں کو لیں گے۔ (تب قیامت قائم ہوگی)

Marfat.com

اور بیان فرمایا:۔

فِیْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ خَسْفٌ وَّمَسْخٌ وَقَذْفٌ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتٰی ذٰلِكَ قَالَ اِذَا ظَهَرَتِ الْقَیْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ۔

میرے ان امتیوں کو زمین میں دھنسایا جائے گا اور ان کی صورتیں بدل جائیں گی اور ان پر آسمان سے پتھر برسائے جائیں گے ایک مسلمان نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کب ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب گانے والیاں اور باجے بہت ہو جائیں اور شراب خوری ہونے لگے۔

مسلمانو! خواب سے بیدار ہو جاؤ اور آج ہی سے سچی توبہ کر لو ورنہ بہت ممکن ہے کہ تمہاری صورتیں بھی اس حدیث کی رو سے مسخ کر کے سور و بندر کی صورتیں بنا دی جائیں۔ جیسے پہلی امتوں کو "کُوْنُوْا قِرَدَةً" کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ اور اگر یہاں کسی وجہ سے بچ بھی گئے تو وہاں سے بچنا بہت ہی مشکل ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا گذر ایسی ناجائز جگہوں سے ہو جاتا ہے تو منہ پھیر لیتے ہیں توجہ نہیں کرتے۔ دیکھتے نہیں سنتے نہیں اور دلچسپی نہیں لیتے۔

تلبیس ابلیس میں ایک حکایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راستہ میں کہیں جا رہے تھے جو باجے کی آواز کان میں پڑتی ہے تو آپ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیتے ہیں۔ دور نکل کر ایک طرف ہٹ کر دریافت فرماتے ہیں کہ اب تو باجے کی آواز نہیں آ رہی ہے؟ جب کہا جاتا ہے نہیں تو اپنی انگلیاں اپنے کانوں پر سے ہٹاتے ہیں اور فرماتے ہیں سنت طریقہ یہی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

سچ ہے۔

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا

جب لغو مقام سے گذرتے ہیں تو نہایت عجز و احترام سے گذر جاتے ہیں۔

اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ اللہ کے مخصوص بندے جب گلی کوچوں اور بازاروں میں گذرتے ہیں تو ادھر ادھر تاک جھانک نہیں کرتے۔ اور اگر کوئی بے باک و بے حیا عورت بے پردہ جا رہی ہے تو نیچی نگاہ کر کے گذر جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ

اے نبی! مومن مردوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں

Marfat.com

اَزکیٰ لَھُمْ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ۔ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِھِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَھُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَا ظَھَرَ مِنْھَا (نور)

یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزگی ہے یقیناً اللہ ان کے عملوں سے خوب واقف ہے اور اے نبیؐ ! مومن عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں پست رکھا کریں اور اپنی زینت و سنگار کو ظاہر نہ کریں۔ سوائے اس زینت کے حصے کے جو خود بخود عموماً کھلا رہتا ہے

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مردوں اور عورتوں کو ناجائز نظر بازی سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ نظر بازی لغو ہے۔

۹۔ اور رحمٰن کے محبوب بندوں کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کی آیتیں سن کر ان کے دل دہل جاتے ہیں۔ ان کا ایمان اور توکل بڑھ جاتا ہے۔ بخلاف کفار کے کہ ان پر کلام الٰہی کا اثر نہیں ہوتا۔ وہ اپنی بداعمالیوں سے باز نہیں رہتے۔ نہ اپنا کفر چھوڑتے۔ نہ سرکشی، طغیانی، جہالت و ضلالت سے باز آتے ہیں۔ ایمان والوں کے ایمان بڑھ جاتے ہیں اور بیمار دل والوں کی گندگی ابھر آتی ہے۔ پس کافر ان آیتوں سے بہرے اور اندھے ہو جاتے ہیں۔ ان مومنوں کی حالت اس کے برعکس ہے نہ یہ حق سے بہرے ہیں نہ حق سے اندھے۔ سنتے ہیں، سمجھتے ہیں، نفع حاصل کرتے ہیں۔ اپنی اصلاح کرتے ہیں ایسے بہت سے لوگ ہیں جو پڑھتے تو ہیں لیکن اندھا پن نہیں چھوڑتے۔

اللہ تعالیٰ نے بہت سے نبیوں کا ذکر خیر کرنے کے بعد ان کی خاص صفت یہ بتائی ہے۔

اِذَا تُتْلٰی عَلَیْھِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُکِیًّا ۔

جب ان کے سامنے رحمٰن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر جاتے ہیں۔

اور مومنین کاملین کی یہ بھی پہچان بتائی گئی ہے۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰٓی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ ۰

(سورہ مائدہ)

اور جب وہ سنتے ہیں جو کہ رسول کی طرف بھیجا گیا ہے تو آپ ان کی آنکھوں کو آنسوؤں سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارے رب ہم مسلمان ہو گئے تو ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ لیجئے جو تصدیق کرتے ہیں۔

دوسری آیت میں فرمایا۔

وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ

جب ان کے سامنے آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ ان

Marfat.com

زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا ۔ کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں ۔

حقیقت یہی ہے کہ مومنین کاملین قرآن مجید کی آیتیں سن کر ان کی اطاعت و فرمانبرداری میں لگ جاتے ہیں ۔ نافرمان گونگے بہرے کی طرح نہیں ہوتے ہیں ـــ اور ان کی ایک خاص صفت یہ بھی ہے کہ اپنے اہل و عیال کے لئے نیک دعائیں کرتے رہتے ہیں ۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کو نیک ایمان اور نیک عمل کی توفیق دے ۔ جس سے ہم خوش ہوں چونکہ ایسے پاکباز مخلص لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی پوشیدہ عبادت کی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ بھی ان کو اسی طرح پوشیدہ نعمتیں عطا فرمائے گا ۔ جو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے ۔ حدیث شریف میں ہے ۔

قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ وَاقْرَءُوْا اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۔ جَزَاءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ہ
(بخاری، مسلم، ترمذی و ابن ماجہ)

اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے، میں نے اپنے بندوں کے لئے جنت میں وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جنہیں کسی آنکھ نے نہ تو دیکھا ہے اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی دل کا گمان ہوا ہے ۔ کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے ۔ جو کچھ وہ کرتے تھے یہ اس کا بدلہ ہے ۔ یہ بیان کر کے حضرت ابوہریرہ ؓ نے فرمایا کہ اس کی تائید میں یہ آیت پڑھ لو ۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۔ جَزَاءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ہ کوئی نفس نہیں جانتا جو کچھ ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ان کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے جو کچھ وہ کرتے تھے یہ اس کا بدلہ ہے ۔

آیت میں جو لفظ قُرَّةَ اَعْیُنٍ ۔ آیا ہوا ہے اس سے مراد یہی ہے کہ خدایا ہمارے بیوی بچوں اور دیگر خویش و اقارب کو ایسے نیک اعمال کی توفیق دے جن کے باعث ہم کو خوشی نصیب ہو مومن آدمی جب اپنے بیوی بچوں کو نماز پڑھتے ہوئے اور دیگر نیک کام کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو اس کو بڑی خوشی ہوتی ہے اور دنیاوی خوشی سے بہت زیادہ خوشی جنت میں ہوگی جب کہ وہ اپنے اہل و عیال و ازواج کو جنت میں دیکھے گا تو بہت خوش ہوگا ۔ یہی قرۃ اعین ہے ۔

جلالین میں ہے : ۔ قُرَّةَ اَعْیُنٍ ۔ لنا بان نراهم مطیعین لک ۔

اور تفسیر مدارک میں ہے ۔ فَاِنَّ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا شَارَکَهُمْ اهله فی

Marfat.com

طاعة الله سرّبه قلبه وقرّبه عينه لما يُرى عن مساعدته له في الدين وتوقع طوقته به في الجنة۔

اور ایک روایت میں فرمانِ رسولؐ ہے کہ جنت کی نعمتیں جسے ملیں وہ کبھی بھی بے نعمت نہیں ہوگا ان کے کپڑے پرانے نہ ہوں گے، ان کی جوانی ڈھلے گی نہیں، ان کے لئے جنت میں وہ ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسان کے دل پر ان کا وہم وگمان ہوا۔ مسلم۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے جنت کا ایک وصف بیان کرتے ہوئے آخر میں یہی فرمایا اور پھر آیت تَتَجَافیٰ سے یَعْمَلُوْنَ تک تلاوت فرمائی۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا "حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ رب العالمین سے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ! ادنیٰ جنتی کا کیا درجہ ہے؟ جواب ملا کہ ادنیٰ جنتی وہ ہے جو اس وقت میں آئے گا جب کہ تمام جنتی اپنے مقام پر پہنچ چکے ہوں گے۔ اس سے کہا جائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ کہے گا خدایا کہاں جاؤں؟ ہر ایک نے اپنی جگہ پر قبضہ کر لیا ہے اور اپنی چیزیں سنبھال لی ہیں۔ اس سے کہا جائے گا کیا تو اس پر خوش ہے کہ تیرے لئے اتنا ہو جتنا دنیا کے کسی بڑے بادشاہ کے پاس تھا؟ وہ کہے گا پروردگار! میں اس پر خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ تیرے لئے اتنا ہے۔ اتنا ہی اور، اتنا ہی اور، اتنا ہی اور، پانچ گنا۔ وہ کہے گا۔ بس اے رب! اب ہم راضی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ یہ سب ہم نے تجھے دیا اور دس گنا اور بھی دیا اور جس چیز کو تیرا دل چاہے اور جس چیز سے تیری آنکھیں ٹھنڈی رہیں، یہ کہے گا۔ پروردگار! میری باچھیں کھل گئیں، جی خوش ہو گیا۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا۔ یا خدا! پھر اعلیٰ درجہ کے جنتی کی کیا کیفیت ہے؟ فرمایا۔ یہ وہ لوگ ہیں، جن کی نیکی کا بیج میں نے اپنے ہاتھ سے بویا ہے اور اس پر اپنی مہر لگا دی پھر نہ تو وہ کسی کے دیکھنے میں آئی نہ کسی کے سننے میں اور کسی کے خیال میں۔ اس کا مصداق اللہ تعالیٰ کی کتاب کی آیت "فَلَا تَعْلَمُ" سے آخر تک ہے اور جنت کی حوروں سے دل بستگی کرنا بھی قرۃ اعین" ہے۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ یہ عباد الرحمٰن دعا کرتے رہتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔ اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا کہ نیکی اور بھلائی میں ہماری اقتدا کریں، ہماری اولاد ہماری راہ پر چلے تاکہ ثواب بڑھ جائے

Marfat.com

اور ان کی نیکیوں کا باعث بھی ہم بن جائیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ انسان کے مرتے ہی اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں سوائے تین چیزوں کے: نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے یا علم جس سے اس کے بعد نفع اٹھایا جائے یا صدقہ جاریہ۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی پھر ان لوگوں کے لئے ان کے صبر کے بدلے ہیں جنت کے بلند بالا خانے دیئے جائیں گے۔ دعا و سلام پہنچایا جائے گا یعنی وہاں ان کی عزت و تکریم ہوگی، ادب و تعظیم ہوگی اور احترام و توقیر ہوگی ان کے لئے سلامتی ہے ہر ہر دروازۂ جنت سے فرشتے حاضر خدمت ہوتے ہیں اور سلام کر کے کہتے ہیں کہ تمہارا انجام بہتر ہو گیا کیونکہ تم صبر کرنے والے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا۔

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۝ (زمر)

جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں وہ گروہ کے گروہ جنت کی طرف روانہ کئے جائیں گے، یہاں تک کہ جب اس کے پاس آ جائیں گے اور دروازے کھول دیئے جائیں گے اور وہاں کے نگہبان ان سے کہیں گے تم پر سلامتی ہو تم خوش حال رہو، تم ہمیشہ کے لئے اس میں چلے جاؤ یہ کہیں گے خدا کا شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں اس زمین کا وارث بنا دیا اور جنت میں جہاں چاہیں قیام کریں۔ پس عمل کرنے والوں کا بہت ہی اچھا بدلہ ہے۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ بعض لوگ نہایت عمدہ اور اعلیٰ درجہ کی سواریوں پر سوار ہو کر جنت کی طرف پہنچائے جائیں گے۔ کچھ مقربین کی جماعتیں ہوں گی اور صلحاء و ابرار کی جماعتیں ہوں گی —— ان سے کم درجہ والوں کی جماعت۔ پھر ان سے کم درجہ والوں کی۔ غرض حسب مراتب و اعمال ہر جماعت اپنے مناسب لوگوں کے ساتھ ہوگی انبیاء، انبیاء کے ہمراہ۔ علماء عالموں کے ہمراہ۔ غرض ہر جنس اپنے میل کے لوگوں کے ساتھ ہوگی۔ جب یہ جنت کے پاس پہنچیں گے۔ پل صراط پار ہو چکے ہوں گے تو وہاں ایک پل پر ٹھہرائے جائیں گے اور ان میں جو آپس میں مظالم ہوں گے ان کا قصاص اور بدلہ ہو

جائے گا جب پاک وصاف ہو جائیں گے تب جنت میں جانے کی اجازت پائیں گے۔

صور کی مطول حدیث میں ہے کہ جنت کے دروازوں پر پہنچ کر یہ آپس میں مشورہ کریں گے کہ دیکھو سب سے پہلے کسے اجازت دی جاتی ہے۔ پھر وہ حضرت آدمؑ کا قصد کریں گے پھر حضرت نوحؑ کا پھر حضرت ابراہیمؑ کا پھر حضرت عیسیٰؑ کا۔ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جیسے میدان محشر میں شفاعت کے موقع پہ کہا تھا اس کا سب سے اہم مقصد جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا موقع بموقع اظہار کرنا ہے۔

صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ میں پہلا سفارشی ہوں جنت میں اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ میں پہلا وہ شخص ہوں کہ جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔

مسند احمد میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن جنت کا دروازہ کھلوانا چاہوں گا۔ تو وہاں کا داروغہ مجھ سے پوچھے گا کہ آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ وہ کہے گا، مجھے یہی حکم تھا کہ آپ کے تشریف لانے سے پہلے جنت کا دروازہ کسی کے لئے نہ کھولوں۔

مسند احمد میں ہے کہ پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند جیسے ہوں گے۔ جنت میں تھوک، پیشاب پاخانہ کچھ نہ ہوگا۔ ان کے برتن اور سامان آسائش سونے چاندی کے ہوں گے ان کی انگیٹھیوں میں بہترین اگر خوشبو دے رہا ہوگا۔ ان کا پسینہ مشک ہوگا۔ ان میں ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی جن کی پنڈلی کا گودا بوجہ حسن و نزاکت اور نظافت و نفاست کے گوشت کے نیچے سے نظر آرہا ہوگا۔ کسی دو میں کوئی اختلاف اور حسد و بغض نہ ہوگا۔ سب مل کر ایسے ہوں گے جیسے ایک شخص کا دل۔ صبح و شام اللہ کی تسبیح میں گذرے گا۔

ابو یعلیٰ میں ہے کہ پہلی جماعت جو جنت میں جائے گی ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔ ان کے بعد والی جماعت کے چہرے ایسے ہوں گے۔ جیسے بہترین چمکتا ہوا ستارہ۔ پھر قریب قریب اوپر والی حدیث کے مطابق ہے اور یہ بھی کہ ان کے قد ساٹھ ہاتھ کے ہوں گے جتنا حضرت آدم علیہ السلام کا قد تھا۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ:

"میری امت کی ایک جماعت جو ستر ہزار کی ہوگی پہلے پہل جنت میں داخل ہوگی۔"

Marfat.com

ان کے چہرے چودھویں رات کی طرح چمکتے ہوں گے۔ یہ سن کر حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے درخواست کی یا رسول اللہ! اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی انہیں میں سے کر دے۔ آپ نے دعا کی اے اللہ انہیں بھی ان ہی میں سے کر دے۔ پھر ایک انصاری نے بھی یہی عرض کیا آپ نے فرمایا۔ عکاشہ تجھ پر سبقت لے گیا۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار یا سات سو شخص ایک ساتھ جنت میں جائیں گے اور ایک دوسرے کے ہاتھ تھامے ہوئے ہوں گے سب ایک ساتھ ہی جنت میں قدم رکھیں گے ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند جیسے ہوں گے۔ ابن ابی شیبہ میں ہے کہ :

" مجھ سے میرے رب کا وعدہ ہے کہ میری امت میں سے ستر ہزار شخص جنت میں جائیں گے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے ان سے نہ تو حساب لیا جائے گا اور نہ انہیں عذاب ہوگا۔ ان کے علاوہ اور تین لپیں بھر کر اللہ اپنے ہاتھوں سے جنت میں لے جائے گا (طبرانی)

اس روایت میں ہے کہ پھر ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے اس حدیث کے بہت سے شواہد ہیں۔ جب یہ سعید بخت و بزرگ جنت کے پاس پہنچ جائیں گے تو ان کے لئے دروازے کھل جائیں گے وہاں ان کی عزت و تعظیم ہوگی۔ وہاں کے محافظ فرشتے انہیں بشارت سنائیں گے ان کی تعریفیں کریں گے۔ انہیں سلام کریں گے اس کے جواب کا جواب قرآن مجید میں محذوف رکھا گیا ہے تاکہ عمومیت باقی رہے۔

مطلب یہ ہے کہ اس وقت یہ پورے خوش و خرم ہو جائیں گے بے اندازہ راحت و سرور اور آسائش و آرام انہیں ملے گا ہر طرح آس اور بھلائی کی امید بندھ جائے گی۔ چاروں طرف سے سلامتی سلامتی کی آوازیں سنائی دیں گی۔ جیسا کہ فرمایا۔

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔ تم پر سلامتی ہو تمہارے رب نے رحمت کو اپنے ذمہ لازم ٹھہرالیا ہے۔

یہ سلامتی ان کے لئے وہاں ہمیشہ رہے گی۔ نہ کسی قسم کا خوف ہوگا نہ ڈر، نہ بیمار ہوں گے نہ کسی قسم کے فتنہ کا اندیشہ ہوگا اور نہ مرنے کا خوف ہوگا۔ ہمیشہ جیتے جاگتے تندرست رہیں گے۔ ان کے رہنے سہنے، راحت و آرام کرنے کی جگہ بڑی پاک وصاف اور خوش منظر ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اور تمام مسلمانوں کو یہ درجہ عطا فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ۔

اَلدِّيْنُ اَلنَّصِيْحَةُ

وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَ اذْكُرُوْا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ وَ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَ اِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِیْۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ طَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا وَ هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِىْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ۝ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِىْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا وَ مَا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ

اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم! تم خدا کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے دلیل آچکی ہے۔ تو تم ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کا ان چیزوں میں سے نقصان مت کیا کرو اور روئے زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد مت پھیلاؤ۔ یہ تمہارے لئے نفع بخش ہے اگر تم تصدیق کرو اور تم سڑکوں پر اس غرض سے نہ بیٹھا کرو کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کو دھمکیاں دو اور اللہ کی راہ سے روکو اور اس میں کجی کی تلاش میں لگے رہو۔ اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم کم تھے اور اللہ نے تم کو زیادہ کر دیا۔ اور دیکھو فساد کرنے والوں کا انجام کیسے ہوا۔ اگر تم میں سے بعضے اس حکم پر جس کو مجھے دے کر بھیجا گیا ہے ایمان لے آئیں اور بعضے ایمان نہ لائیں تو ٹھہر جاؤ کہ ہمارے درمیان میں اللہ فیصلہ کئے دیتے ہیں اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے ان کی قوم کے متکبر سرداروں

Marfat.com

عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ ۝

نے کہا کہ اے شعیب! ہم آپ کو اور جو لوگ آپ پر ایمان لائے ہیں، اپنی بستی سے نکال دیں گے۔ یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں آجاؤ۔ شعیب (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ کیا ہم تمہارے مذہب میں آجائیں اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دی ہے۔ ہم سے ممکن نہیں کہ پھر تمہارے مذہب میں آجائیں۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو کہ مالک ہے، مقدر کیا ہو۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور قوم کے درمیان فیصلہ کر دیجئے حق کے موافق۔ آپ سب سے اچھے فیصلہ کرنے والے ہیں۔

اور ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا۔ اگر تم شعیب کی راہ پر چلنے لگو گے تو بہت نقصان اٹھاؤ گے۔ اور ان کو زلزلے نے آ پکڑا سو وہ سب گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔ جنہوں نے شعیب کی تکذیب کی تھی ان کی یہ حالت ہو گئی جیسے کہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔

اس وقت شعیب ان سے منہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم! تم کو میں نے پروردگار کے احکام پہنچا دیئے تھے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی۔ پھر میں ان کافر لوگوں پر کیوں رنج کروں۔،،

ان آیتوں میں حضرت شعیب علیہ السلام نے نہایت عمدہ نصیحت فرمائی جیسا کہ فرمایا:

وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۔ میں نے تم کو نصیحت کر دی ہے۔

اسی طرح ہر نبی نے اپنی اپنی قوم کو نصیحت کی ہے۔ اسی سورت میں اور نبیوں کا ذکر خیر ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی تقریر کے اختتام پر فرمایا۔

وَاَنْصَحُ لَكُمْ ۔ اور میں تم کو نصیحت کرتا ہوں۔

دراصل یہی نصیحت دین ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عَنْ تَمِيْمِ الدَّارِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهِ

دین خیر خواہی ہے آپ نے یہ جملہ تین دفعہ فرمایا۔ ہم نے عرض کیا کہ کس کے لئے؟ آپ نے فرمایا۔ اللہ کے لئے، اس کی کتاب کے لئے،

وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ۔ (مسلم)

اس کے رسول کے لئے مسلمانوں کے آئمہ کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے۔

نصیحت کے معنی، اخلاص اور بھلائی کے ہیں لمعات شرح مشکوٰۃ میں اسی کے تحت میں یہ لکھا ہے۔

"نصیحت کے معنی خلوص کے ہیں اور خالص شہد کو ناصح کہتے ہیں اور ہر چیز جو خالص ہوتی ہے نصیحت ہوتی ہے۔ یہاں خیر خواہی اور بھلائی چاہنا مراد ہے۔ محاورے میں کہا جاتا ہے میں نے اس کو نصیحت کی، اور یہ نصیحت ہر قول و فعل میں جاری ہوتی ہے جس میں دوسرے کی بھلائی مقصود ہو۔ نصیحت و وصیت دونوں کے ایک معنی ہیں۔ مجمع البحار میں نصیحت کے یہی معنی ہیں:"

حدیث شریف کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے لئے نصیحت اور خیر خواہی اس میں ہے کہ اللہ کو ایک اور لاشریک سمجھنا اور اس کے وجود و ہستی پر صحیح اعتقاد رکھنا کہ اللہ موجود ہے اور ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ کرنا، اس کی اطاعت و عبادت، اخلاص نیت کے ساتھ اس کی رضامندی کے لئے کرنا اور اس کے حقوق کو بجا لانا اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے رک جانا۔ یہ اللہ کے لئے خیر خواہی ہے۔

اور اللہ کی کتاب کے لئے نصیحت یہ ہے کہ قرآن مجید کو اللہ کا کلام سمجھنا اور اس کی تصدیق کرنا اور جو اللہ کی کتاب میں ہے اس پر عمل کرنا اور اس کی تلاوت کرنا اور اس کو اپنا دستور العمل بنانا اور اس کے مطابق دین و دنیا کے کاموں کا فیصلہ کرنا اور اس کی آیتوں میں غور و فکر کرنا وغیرہ اللہ کی کتاب کے لئے نصیحت ہے۔ اور اللہ کے رسول کے لئے نصیحت یہ ہے۔ کہ رسول اللہ کو سچے دل سے ان کے رسول ہونے کا اقرار کرنا، آپ کی نبوت کو تسلیم کرنا۔ آپ کے اوامر و نواہی پر کاربند ہونا اور اتباع و فرمانبرداری کرنا ہی رسول کے لئے نصیحت ہے۔

اور مسلمان حاکموں کے لئے نصیحت یہ ہے کہ جب تک وہ شریعت پر چلیں اور حق بات کی تلقین کریں۔ ان کی اطاعت کریں اور ان سے بغاوت نہ کی جائے، ان کا خیر خواہ رہنا اور دینی معاملات میں ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا۔ ان کی بدخلقی اور ظلم و ستم پر صبر کرنا۔

اور علماء کے لئے خیر خواہی یہ ہے کہ وہ جو حق بات کہیں اور صحیح فتویٰ دیں تو ان کی باتوں پر عمل کرنا۔ اور ان کی عزت و احترام کرنا۔

Marfat.com

عام مسلمانوں کے لئے نصیحت یہ ہے کہ ان کی دینی و دنیوی اصلاح کرنا ملی و قومی ترقی اور تعلیم و اخلاق۔ اصلاح تمدن وغیرہ میں کوشش کرنا۔ ان کی تعلیم کا بندوبست کرنا۔ ان کے یتیموں اور بیواؤں کی پرورش کرنا۔ تکلیف دہ چیزوں سے ان کو بچانا اور نفع بخش چیزوں سے ان کو آگاہ کرنا اور ہر قسم کی ہمدردی و سلوک سے پیش آنا۔ یہ عام مسلمانوں کے لئے نصیحت ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالنُّصْحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ (بخاری، مسلم)	یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے بیعت کی نماز کے قائم کرنے پر اور زکوٰۃ دینے پر اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر۔

یعنی مجھ سے آپ نے یہ شرط کر لی کہ تم جہاں کہیں بھی رہو ہر ایک مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنا۔ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کی بڑی پابندی کی اور زندگی بھر اس پر عمل کرتے رہے جب یہ کسی سے کوئی چیز بیچتے یا خریدتے تو اس نصیحت پر اس کے ساتھ پیش آتے۔

فتح الباری شرح بخاری میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت جریر جب کوئی چیز خریدتے یا فروخت کرتے تو اس سے یہ فرما دیا کرتے تھے کہ جو چیز ہم نے تم سے لی ہے وہ اس چیز سے بہت بہتر ہے جو ہم نے دی ہے اب تم کو اختیار ہے چاہے رکھو چاہے چھوڑ دو طبرانی میں ہے کہ حضرت جریر کے غلام نے تین سو روپے کا ایک گھوڑا خریدا انہوں نے جب گھوڑے کو دیکھا تو گھوڑے کے مالک سے آکر فرمایا کہ تمہارا گھوڑا تین سے بہتر ہے میں تم کو اس سے زیادہ اتنا اتنا دیتا ہوں۔ از راہ ہمدردی و خیر خواہی کے قیمت بڑھاتے گئے یہاں تک کہ اس کو آٹھ سو روپے دیئے۔ یہ بڑی ہمدردی اور ایثار ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ۔ (بخاری)	تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ جو اپنے لئے چاہے وہی اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی چاہے اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ ہر شخص اپنے لئے بھلائی ہی چاہتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان بھائی کے لئے بھلائی نہ چاہے وہ مسلمان نہیں لہذا نہ کوئی مسلمان کسی مسلمان پر ظلم کرے اور نہ اس کی برائی چاہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنْصُرُهٗ مَظْلُوْمًا فَكَيْفَ اَنْصُرُهٗ ظَالِمًا قَالَ تَمْنَعُهٗ مِنَ الظُّلْمِ فَذَالِكَ نَصْرُكَ اِيَّاهُ (بخاری، مسلم)

اپنے مسلمان بھائی کی ہر حال میں مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! مظلوم کی امداد کریں گے لیکن ظالم کی امداد ہم کیسے کریں؟ آپ نے فرمایا کہ اس کو ظلم سے روکو، یہی اس کی امداد ہے۔

ایک حدیث میں آپ نے اس طرح فرمایا۔

اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يُسْلِمُهٗ وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ۔

(بخاری)

یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرے نہ اس کو ظالم کے ہاتھ میں چھوڑے اور جو شخص اپنے بھائی مسلمان کی ضرورت پوری کرنے میں مصروف ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجتیں اور مرادیں برلائے گا۔

ایک دوسری جگہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يُسْلِمُهٗ وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

(بخاری، مسلم)

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، نہ خود اس پر ظلم کرے اور نہ کسی ظالم کے حوالے کرے، اور جو اپنے بھائی کی حاجت روائی میں لگا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرتا ہے جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی عیب پوشی کرے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی عیب پوشی کرے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان بھائی کے عیوب کو چھپانا بھی اسلامی حق ہے۔ اگر کوئی مسلمان بھائی کی آبرو ریزی کر رہا ہو تو حتی الامکان اس کو آبرو ریزی سے بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی ایسی جگہ مدد کرے جہاں اس کی بے عزتی کی جا رہی ہو اور توہین کی جا رہی ہو تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی اس جگہ مدد کرے گا جہاں وہ مدد کو پسند

کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ رَأَى عَوْرَةً فَسَتَرَهَا كَانَ كَمَنْ أَحْيَى مَوْءُودَةً۔

جو مسلمان اپنے بھائی مسلمان کا عیب دیکھ کر چھپا لے تو اس کو اس شخص کے برابر ثواب ملے گا جس نے زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کو بچا لیا۔

احمد، ترمذی، ابو داؤد کی روایت میں ہے۔

اَلْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ يَكُفُّ عَنْهُ ضَيْعَتَهُ وَيَحُوطُهُ مِنْ وَرَائِهِ۔

یعنی ہر مومن اپنے مومن بھائی کے لئے آئینہ ہے اور بھائی ہے اگر اس کے اندر کا عیب دیکھے تو نہایت نرمی سے اس کے عیب کو اس کے سامنے ظاہر کر دے تاکہ وہ اس کی اصلاح کرے۔

ہر انسانی برادری کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی تو ضروری ہے ہی لیکن بعض لوگوں کے ساتھ نصیحت اور خیر خواہی انسانیت کا جوہر اور شرافت کا رکن اعظم ہے۔ اس میں سے پڑوسی اور ہمسایہ ہیں۔ ہمسایہ اور پڑوسی وہ رہنے والے دو آدمی ہیں جو ایک دوسرے کے قریب رہتے و بستے ہیں۔ انسانیت اور اس کے تمدن کا باہمی اشتراک عمل تعاون اور موالات پر قائم ہے۔ اس دنیا میں ہر انسان دوسرے انسان کا محتاج ہے، اگر ایک بھوکا ہے تو دوسرے پر حق ہے کہ اپنے کھانے میں سے اس کو بھی کھلائے۔ ایک اگر تندرست ہے تو اپنے بیمار بھائی کی تیمارداری کرے، ایک پر اگر کوئی مصیبت آئے تو دوسرا اس کا شریک اور ہمدرد بنے اور اخلاقی نظام کے ساتھ انسانوں کی مجموعی آبادی باہمی محبت اور حقوق کی ذمہ داریوں کی گرہ میں بندھ کر ایک ہو جائے۔

ہر انسان بظاہر جسمانی اور مادی حیثیت سے جتنا ایک دوسرے سے علیحدہ اور بجائے خود مستقل ہے اخلاقی اور روحانیت کی حیثیت سے فرض ہے کہ وہ اتنا ہی زیادہ ایک دوسرے سے ملا ہوا ہو۔ اور ایک کا وجود دوسرے کے وجود سے پیوستہ ہو۔ اسی لئے ہر مذہب نے ان دونوں انسانوں پر جو ایک دوسرے کے قریب آباد ہوں، ایک دوسرے کی محبت اور مدد کی ذمہ داری رکھی ہے کہ وہی وقت پر اوروں سے پہلے ایک دوسرے کی مدد کو پہنچ سکتے ہیں۔

اور ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ انسان کو اسی سے تکلیف اور دکھ پہنچنے کا اندیشہ بھی زیادہ

ہے جو ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے باہمی تعلقات خوشگوار رکھنا اور ایک دوسرے کو ملائے رکھنا ایک سچے مذہب کا سب سے بڑا فرض ہے، تاکہ برائیوں کا سدباب ہو کر یہ پڑوس دوزخ کے بجائے بہشت کا نمونہ ہو۔

اسلام نے انہیں حکمتوں کو سامنے رکھ کر ہمسائیگی کے حقوق کی دفعات بنائی ہیں۔ عربوں میں دوسری قوموں سے زیادہ اسلام سے پہلے بھی پڑوس اور ہمسائیگی کے حقوق نہایت اہم تھے بلکہ عزت و افتخار کے موجب تھے۔ اگر کسی عرب کے پڑوس کے لئے بے عزتی اور عار کا موجب تھا تو اس کے لئے اس کی خاطر لڑنے مرنے کو وہ اپنی شرافت کا نشان سمجھتا تھا اسلام نے آکر عربوں سے اس احساس کو چند ترمیموں اور اصلاحوں کے ساتھ اور زیادہ قوی کر دیا۔

اب اس سلسلے کی ان احادیث کو پڑھئے اور سنئے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی کے حقوق کی اہمیت بتائی ہے اور ان کے حقوق کو ادا کرنے کا تاکیدی حکم دیا ہے خواہ وہ پڑوسی رشتہ دار ہو یا اجنبی مسلمان ہو یا کافر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْجِیْرَانُ ثَلٰثَۃٌ جَارٌ لَہٗ حَقٌّ وَاحِدٌ وَجَارٌ لَہٗ حَقَّانِ وَجَارٌ لَہٗ ثَلٰثَۃُ حُقُوْقٍ فَالْجَارُ الَّذِیْ لَہٗ ثَلٰثَۃُ حُقُوْقٍ اَلْجَارُ الْمُسْلِمُ ذُوالرَّحِمِ فَلَہٗ حَقُّ الْجِوَارِ وَحَقُّ الْاِسْلَامِ وَحَقُّ الرَّحِمِ وَاَمَّا الَّذِیْ لَہٗ حَقَّانِ فَالْجَارُ الْمُسْلِمُ لَہٗ حَقُّ الْجِوَارِ وَحَقُّ الْاِسْلَامِ وَاَمَّا الَّذِیْ لَہٗ حَقٌّ وَاحِدٌ فَالْجَارُ الْمُشْرِکُ (بزار)

تین قسم کے پڑوسی ہیں ایک وہ جس کے لئے ایک ہی حق ہے دوسرا وہ جس کے لئے دو حق ہیں اور تیسرا وہ جس کے لئے تین حقوق ہیں جس پڑوسی کے تین حقوق ہیں وہ مسلمان رشتہ دار پڑوسی ہے ایک حق مسلمان ہونے کی حیثیت سے دوسرا حق رشتہ داری اور صلہ رحمی ہونے کی وجہ سے اور تیسرا حق پڑوسی ہونے کی وجہ سے اور جس کے دو حق ہیں وہ مسلمان پڑوسی ہے اسلامی حق اور پڑوس کا حق اور جس کے لئے ایک حق ہے وہ مشرک کافر پڑوسی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کافر و مشرک کا بھی پڑوسی ہونے کی وجہ سے حق ہے جس کی ادائیگی مکارم اخلاق میں داخل ہے۔ یہ ہمسائیگی درجہ بدرجہ چالیس گھر دن تک رہتی ہے حضرت کعب بن مالک رض روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں فلاں محلے میں رہتا ہوں اور سب سے زیادہ قریبی پڑوسی مجھے ستاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ اور علی رضی اللہ عنہم کو بھیجا کہ وہ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر پکار پکار کر یہ اعلان کریں کہ چالیس گھروں تک ہمسائیگی ہے اور جس کا ہمسایہ اپنے ہمسایہ کی تکلیفوں سے خوف کھاتا ہے وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (طبرانی۔ ترغیب)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ پڑوسی کو ستانا اور تکلیف دینا بڑی بے انصافی اور گناہ کبیرہ ہے۔ لیکن جہاں تک ہو سکے مظلوم پڑوسی ظالم پڑوسی کی تکلیفوں پر صبر کرے اور اگر ناقابل برداشت ہو تو اپنے گھر کے سامان کو باہر راستے میں ڈالے تاکہ آنے جانے والے اس ظالم پڑوسی کو برا بھلا کہیں۔ ممکن ہے کہ وہ اس کی تکلیف رسانی سے باز آجائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی ترکیب بتائی ہے۔ چنانچہ ترغیب و ترہیب میں ہے کہ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَشْکُوْا جَارَہٗ فَقَالَ اطْرَحْ مَتَاعَکَ عَلَی طَرِیْقٍ فَطَرَحَہٗ فَجَعَلَ النَّاسُ یَمُرُّوْنَ عَلَیْہِ وَیَلْعَنُوْنَہٗ فَجَاءَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ لَقِیْتُ مِنَ النَّاسِ قَالَ وَمَا لَقِیْتَ مِنْھُمْ قَالَ یَلْعَنُوْنَنِیْ قَالَ قَدْ لَعَنَکَ اللّٰہُ قَبْلَ النَّاسِ فَقَالَ اِنِّیْ لَا اَعُوْدُ فَجَاءَ الَّذِیْ شَکَاہُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِرْفَعْ مَتَاعَکَ فَقَدْ کُفِیْتَ۔

(طبرانی۔ بزار)

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر اپنے پڑوسی کی ایذا رسانی کی شکایت کی۔ آپ نے صبر کی تلقین فرمائی۔ اس کے متعدد بار شکایت کرنے کی وجہ سے آخری دفعہ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے گھر کے سامان کو نکال کر راستہ میں ڈال دو۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ جو لوگ اس راستہ سے گذرتے، ماجرا سن کر اس تکلیف رساں پڑوسی کو برا بھلا کہتے اور اس پر لعنت و پھٹکار بھی کرتے۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگوں سے مجھے بہت تکلیف پہنچ رہی ہے آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تکلیف پہنچ رہی ہے۔ اس نے کہا کہ لوگ مجھے لعن طعن کر رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ لوگوں کے لعن طعن کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ تجھے لعن طعن کر رہا ہے۔ کیونکہ تم نے پڑوسی کو تکلیف پہنچائی ہے اس نے کہا کہ آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ شکایت کرنے والے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر یہ سب حال بیان کیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تم اپنا سامان اٹھا لو

Marfat.com

کیونکہ تمہاری کفایت کردی گئی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پڑوسی کی ایذا رسانی پر حتی الامکان صبر کرنا چاہئے۔ جب معاملہ حد سے بڑھ جائے تو گھر کے سامان کو راستہ میں ڈال دے۔ جب لوگوں کو پڑوسی کی تکلیف رسانی کی خبر ہوئے گی تو وہ اس تکلیف رساں پڑوسی کو برا بھلا کہیں گے تو وہ اس کو تکلیف دینے اور مصیبت میں ڈالنے سے باز رہے گا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "ادب المفرد" میں حضرت ابوہریرہؓ سے اس روایت کو اس طرح نقل فرمایا ہے:

قَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ إِنَّ لِیْ جَارًا یُؤْذِیْنِیْ فَقَالَ انْطَلِقْ فَاَخْرِجْ مَتَاعَكَ إِلَى الطَّرِيْقِ فَانْطَلَقَ فَاَخْرَجَ مَتَاعَهٗ فَاجْتَمَعَ النَّاسُ عَلَيْهِ فَقَالُوْا مَا شَانُكَ قَالَ لِیْ جَارٌ يُؤْذِيْنِیْ فَذَكَرْتُ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ انْطَلِقْ فَاَخْرِجْ مَتَاعَكَ إِلَى الطَّرِيْقِ فَجَعَلُوْا يَقُوْلُوْنَ اللّٰهُمَّ الْعَنْهُ اللّٰهُمَّ اَخْزِهٖ فَبَلَغَهٗ فَاَتَاهُ فَقَالَ ارْجِعْ إِلَى مَنْزِلِكَ فَوَاللّٰهِ لَا أُوْذِيْكَ۔

اس حدیث کا خلاصہ مطلب وہی ہے جو پہلی حدیث میں آچکا ہے۔

اور برے پڑوس سے بچنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّیْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ يَوْمِ السُّوْءِ وَمِنْ لَيْلَةِ السُّوْءِ وَمِنْ سَاعَةِ السُّوْءِ وَمِنْ صَاحِبِ السُّوْءِ وَمِنْ جَارِ السُّوْءِ فِیْ دَارِ الْمُقَامَةِ (نسائی، ابن ماجہ)

اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں برے دن بری رات، بری گھڑی سے اور برے ساتھی اور برے ہمسایہ سے۔

نیک پڑوسی باعث خیر و رحمت و برکت ہے اور اس کی نیکی کی وجہ سے پاس پڑوس کے سو گھرانوں سے مصیبتوں کو اللہ تعالیٰ دور فرما دیتا ہے۔ نیک پڑوسی کی بہت فضیلت ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَيَدْفَعُ بِالْمُسْلِمِ الصَّالِحِ عَنْ مِائَةِ أَهْلِ بَيْتٍ مِنْ جِيْرَانِهِ الْبَلَاءَ ثُمَّ قَرَأَ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ

اللہ تعالیٰ نیک مسلمان کی برکت سے سو پڑوسی کے گھرانے سے مصیبت کو دور کر دیتا ہے پھر اس کی تائید میں آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی، کہ اللہ تعالیٰ بعض کے ذریعہ بعض مصیبتوں کو دور فرما

Marfat.com

لَقُشَدَّتِ الْاَرْضُ (طبرانی)

دیتا ہے۔

نیک پڑوسی باعث سعادت اور موجب برکت ہے اور بُرا پڑوسی باعث نحوست ہے۔ آپ نے فرمایا۔

اَرْبَعٌ مِنَ السَّعَادَةِ اَلْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ وَالْمَسْكَنُ الْوَاسِعُ وَالْجَارُ الصَّالِحُ وَالْمَرْكَبُ الْهَنِيُّ وَاَرْبَعٌ مِنَ الشَّقَاءِ اَلْجَارُ السُّوْءُ وَالْمَرْاَةُ السُّوْءُ وَالْمَرْكَبُ السُّوْءُ وَالْمَسْكَنُ السُّوْءُ (ابن حبان)

چار چیزیں نیک بختی کے سبب ہیں (۱) نیک بیوی (۲) کشادہ مکان (۳) نیک پڑوسی (۴) اچھی اور فرمانبردار سواری جو اپنے سوار کو تکلیف نہ پہنچائے اور چار چیزیں باعث شقاوت اور موجب نحوست ہیں (۱) بُرا پڑوسی (۲) بُری بیوی (۳) بری سواری (۴) تنگ مکان۔

اور ایک حدیث میں آپ نے فرمایا۔

اِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ يُحِبُّ ثَلَاثَةً فَقُلْتُ فَمَنْ هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةُ الَّذِيْنَ يُحِبُّهُمُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ قَالَ رَجُلٌ غَزَا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ صَابِرًا مُحْتَسِبًا فَقَاتَلَ حَتّٰى قُتِلَ وَاَنْتُمْ تَجِدُوْنَهُ عِنْدَكُمْ فِيْ كِتَابِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ تَلَا اِنَّ اللهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ قُلْتُ وَمَنْ قَالَ رَجُلٌ كَانَ لَهٗ جَارُ سُوْءٍ يُؤْذِيْهِ فَيَصْبِرُ عَلٰى اَذَاهُ حَتّٰى يَكْفِيَهُ اللهُ اِيَّاهُ بِحَيَاةٍ اَوْ مَوْتٍ الحديث

(احمد، طبرانی)

اللہ تعالیٰ تین آدمیوں کو دوست رکھتا ہے میں نے عرض کیا وہ تین آدمی خدا کے دوست کون ہیں؟ جن سے اللہ تعالیٰ دوستی رکھتا ہے آپ نے فرمایا ایک مجاہد فی سبیل اللہ صبر کرنے والا اور ثواب کی نیت سے جہاد کرنے والا ہے یہاں تک کہ وہ شہید ہو جائے تم قرآن مجید میں اس آیت کو پاتے ہو کہ اللہ تعالیٰ ان مجاہدین سے محبت کرتا ہے جو صف بندی کرکے اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ اور دوسرا وہ شخص ہے کہ اس کا بُرا پڑوسی اس کو ستاتا ہو اور وہ اس کی تکلیف پر صبر کرتا ہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف سے بچائے یا اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو موت دے دے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیک پڑوسی جو اپنے پڑوسی کو نہیں ستاتا ہے وہ خدا کا پیارا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

خَيْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللهِ

اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساتھیوں میں سے وہ

Marfat.com

خَيْرُ هُمْ لِصَاحِبِهٖ وَخَيْرُ الْجِيْرَانِ — وہ سب سے بہتر ساتھی ہے جو اپنے ساتھی کے حق میں بہتر ثابت ہو اور
عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرُ هُمْ لِجَارِهٖ (ترمذی) — پڑوسیوں میں سے وہ اچھا پڑوسی ہے جو اپنے پڑوسی کے حق میں اچھا ہو۔

پڑوسیوں میں محبت کی ترقی اور تعلقات کی استواری کا بہترین ذریعہ باہم ہدیوں اور تحفوں کا تبادلہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی بیویوں کو اس کی تاکید فرمایا کرتے تھے اس بنا پر ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں تو میں ان میں سے کس کے پاس ہدیہ بھیجوں؟ تو آپ نے فرمایا: جس کے گھر کا دروازہ تمہارے گھر سے زیادہ قریب ہو۔ اس ہدیہ اور تحفہ کے لئے کسی بیش قیمت چیز ہی کی ضرورت نہیں بلکہ کھانے پینے کی معمولی چیزیں اس کے لئے کافی ہیں۔ کچھ نہ ہو سکے تو گوشت کا شوربہ ہی کافی ہے خواہ وہ زیادہ پانی بڑھا کر ہی کیوں نہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو یہ نصیحت فرمائی تھی۔

إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَأَكْثِرْ — جب تم کوئی شوربہ دار چیز پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ
مَاءَهَا وَتَعَاهَدْ جِيْرَانَكَ (بخاری) — ملا لو اور اس سے اپنے پڑوسی کی خبرگیری کرو۔

یعنی اس کے یہاں بھی بھیج دیا کرو اس طرح کرنے سے آپس میں میل و محبت زیادہ ہو گی۔ اس قسم کے ہدیے اور تحفے بھیجنے کا موقع عورتوں کو پیش آیا کرتا ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

وَلَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا — کوئی پڑوسن اپنے پڑوسن کے لئے کسی چیز کو حقیر نہ سمجھے
وَلَوْ فِرْسِنُ شَاةٍ (بخاری ومسلم) — اگرچہ دینے کے لئے بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔

یہ نصیحت و وصیت دونوں پڑوسنوں کے لئے ہے یعنی نہ تو بھیجنے والی پڑوسن اپنے معمولی تحفے و ہدیے کو حقیر سمجھ کر اپنی پڑوسن کو تحفہ نہ بھیجے اور دوسری پڑوسن اس معمولی ہدیہ کو دیکھ کر منہ نہ پھیرے بلکہ شکریہ کے ساتھ قبول کر لے۔

اسی طرح سے جب کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن سے روزمرہ کی برتنے والی چیز مانگے تو بلا کسی حیلے بہانے کے اگر موجود ہو تو دے دے جیسے آگ، پانی، نمک، ڈلی، ڈولی، چمچہ، چھلنی، ہانڈی، طشتری، رکابی، کٹورا وغیرہ ایسی چیزوں کی بعض مرتبہ ضرورت پیش آجایا کرتی ہے اور نہ دینے کی صورت میں دوسرے کو بڑی تکلیف پہنچتی ہے۔

Marfat.com

قرآن مجید میں ایسی چیزوں کو "ماعون" کہا گیا ہے جس کی ممانعت سے روکا گیا ہے اور نہ دینے والوں کی بڑی مذمت بیان کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ یہ فرمارہا ہے۔

اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ہ فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ہ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ہ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ہ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلٰوتِھِمْ سَاھُوْنَ ہ الَّذِیْنَ ھُمْ یُرَاءُوْنَ ہ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ہ (ماعون)

کیا آپ نے اس کو دیکھا ہے جو قیامت کے دن کو جھٹلاتا ہے یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھلانے کی رغبت نہیں دیتا ان نمازیوں کے لئے افسوس ہے جو اپنی نمازوں میں سستی کرتے ہیں اور دکھانے کے لئے ادا کرتے ہیں اور برتنے کی چیزوں کو روک لیتے ہیں۔

برتنے کی چیزوں سے مراد، آگ، پانی، ڈور، رسی، کدال، پھاوڑا، اس قسم کی چیزیں ہیں جو مانگنے پر موجود ہوتے ہوئے نہ دے وہ منافق ہے خواہ مرد ہو یا عورت انسانی معاشرہ اس کا متقاضی ہے کہ اس قسم کی چیزیں فراخ دلی کے ساتھ دی جائیں۔

اگر پڑوسی کو دیوار میں میخ اور کھونٹی گاڑنے کی ضرورت پیش آجانے اور گاڑنے سے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے تو گاڑنے سے نہیں روکنا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا یَمْنَعُ جَارٌ جَارَہٗ اَنْ یَّغْرِزَ خَشَبَتَہٗ فِیْ جِدَارِہٖ۔ (بخاری ومسلم)

یعنی کوئی پڑوسی اپنے ہمسایہ پڑوسی کو دیوار میں کھونٹی گاڑنے سے منع نہ کرے۔

جس کا مکان مکان سے ملا ہوا ہو اور دیوار دیوار سے ملی ہوئی ہو تو ایسی ضرورت پیش آجایا کرتی ہے اور اس قسم کی ہمدردیوں کا زیادہ مستحق ہے کیونکہ سب سے زیادہ قریب ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ لِیْ جَارَیْنِ فَاِلٰی اَیِّھِمَا اُھْدِیْ قَالَ اِلٰی اَقْرَبِھِمَا مِنْكِ بَابًا (بخاری)

یا رسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں تو میں کس کے یہاں ہدیہ اور تحفہ بھیجوں؟ آپ نے فرمایا کہ جس کا دروازہ تمہارے دروازے سے قریب ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قریب والے پڑوسی کا زیادہ حق ہے اگر آسودہ پڑوسی

آسودہ ہو کر کھائے پیئے اور غریب و محتاج پڑوسی کی خبر گیری نہ کرے تو وہ کامل مومن نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَيْسَ الْمُؤْمِنُ الَّذِي يَشْبَعُ وَجَارُهُ جَائِعٌ۔ (شعب الایمان)

یعنی وہ مومن نہیں ہے جو خود آسودہ ہو اور اس کے بغل کا پڑوسی بھوکا ہو

پڑوسی خواہ وہ دوست ہو یا دشمن مسلمان ہو، یا غیر مسلم سبھی کا برابر حق ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں بکری ذبح کی گئی تو انھوں نے اپنے گھر والوں سے فرمایا

هَلْ اَهْدَيْتُمْ مِنْهَا لِجَارِنَا الْيَهُودِيِّ قَالُوا لَا قَالَ ابْعَثُوا لَهُ مِنْهَا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا زَالَ جِبْرِيلُ يُوصِينِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ اَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ (ابوداود)

کیا تم لوگوں نے میرے یہودی ہمسائے کو اس بکری کے گوشت میں سے کچھ ہدیہ بھیجا ہے یا نہیں، گھر والوں نے کہا، نہیں، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ اس میں سے کچھ گوشت ہدیہ کے طور پر بھیج دو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے حضرت جبریل علیہ السلام ہمسائے کے ساتھ نیکی کرنے کی اتنی تاکید فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سمجھا کہ اس کو ورثہ کا حصہ دار بنا دیں گے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ گوشت کا ایک ٹکڑا لٹکائے جا رہے ہیں۔ پوچھا کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا، کہ امیر المومنین! گوشت کھانے کو جی چاہتا تھا تو ایک درہم کا گوشت خریدا ہے۔ فرمایا۔ اے جابر! کیا اپنے پڑوسی یا عزیز کو چھوڑ کر صرف اپنے پیٹ کی فکر کرنا چاہتے ہو، کیا تمہیں یہ آیتیں یاد نہیں ہیں۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا (احقاف)

یعنی جس دن کافر دوزخ کے سامنے پیش کئے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ تم نے اپنی دنیا کی زندگی میں خوب مزے لوٹ لئے اور زندگی سے خوب فائدہ اٹھایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت یہی ہے کہ آپ کے پیغام اور ارشاد پر پورا

پورا عمل کیا جائے اور پڑوسی کی عزت کی جائے

حضرت عبدالرحمن بن ابی قراد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ یَوْمًا فَجَعَلَ اَصْحَابُہٗ یَتَمَسَّحُوْنَ بِوَضُوْئِہٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا حَمَلَکُمْ عَلٰی ھٰذَا قَالُوْا حُبُّ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُّحِبَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اَوْ یُحِبَّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ فَلْیَصْدُقْ حَدِیْثَہٗ اِذَا حَدَّثَ وَلْیُؤَدِّ اَمَانَتَہٗ اِذَا اؤْتُمِنَ وَلْیُحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَہٗ (شعب الایمان)

ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو آپکے وضو کے پانی کو صحابہ کرام منہ پر ملنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم نے ایسا کیوں کیا؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ اللہ و رسول کی محبت کی وجہ سے آپنے فرمایا جسے یہ بات بھلی معلوم ہو کہ وہ اللہ و رسول کو دوست رکھے یا اللہ و رسول اس کو دوست رکھیں تو اسے چاہیئے کہ جب بولے تو سچ بولے اور جب لوگ اس کا اعتبار کر کے اس کے پاس امانت رکھیں تو ان کی امانتیں جب وہ مانگیں ادا کریں اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا خدا اور رسول کے ساتھ محبت کی نشانی ہے اور اگر اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا تو یہ خدا و رسول کے ساتھ دشمنی رکھنے کی علامت ہے۔

جیسا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ قِیْلَ مَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الَّذِیْ لَا یَاْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ۔

(بخاری و مسلم)

خدا کی قسم وہ پورا مومن نہیں ہے، خدا کی قسم وہ کامل مومن نہیں ہے خدا کی قسم وہ شخص کامل ایماندار نہیں ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ کون شخص ہے تو آپنے فرمایا، وہ شخص ہے جس کا پڑوسی اس کی ایذا رسانی سے مامون و محفوظ نہ ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پڑوسی کو ایذا پہنچانے والا مومن نہیں ہے بلکہ پڑوسی کو ایذا پہنچانے والا دوزخی ہے۔

جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

Marfat.com

قَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ فُلَانَۃَ تُذْکَرُ مِنْ کَثْرَۃِ صَلٰوتِھَا وَصِیَامِھَا وَصَدَقَتِھَا غَیْرَ اَنَّھَا تُؤْذِیْ جِیْرَانَھَا بِلِسَانِھَا قَالَ ھِیَ فِی النَّارِ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ فُلَانَۃَ تُذْکَرُ مِنْ قِلَّۃِ صِیَامِھَا وَصَدَقَتِھَا وَصَلٰوتِھَا وَلَا تُؤْذِیْ بِلِسَانِھَا جِیْرَانَھَا قَالَ ھِیَ فِی الْجَنَّۃِ ۔

(احمد۔ بیہقی)

یعنی ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ فلاں عورت کی نسبت لوگ کہتے ہیں کہ وہ نماز بہت زیادہ پڑھتی ہے روزے بکثرت رکھتی ہے اور خیرات بہت کرتی ہے مگر ساتھ ہی ہمسایہ کو زبان سے تکلیف بھی پہنچاتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ عورت دوزخ میں جائے گی (کیونکہ نماز، روزہ اور خیرات اگرچہ افضل العبادات ہیں مگر اس گناہ یعنی ایذائے ہمسایہ کی تلافی نہیں کر سکتے) عرض کیا یارسول اللہ لوگ فلاں عورت کی نسبت کہتے ہیں کہ نماز کم پڑھتی ہے اور روزے تھوڑے رکھتی ہے اور خیرات بھی کچھ یوں ہی سی کرتی ہے ہاں ہمسائے کو زبان سے تکلیف نہیں دیتی فرمایا وہ جنت میں جائے گی (کیونکہ ہمسایہ کو تکلیف نہ دینا دوسری باتوں کی تلافی کر دے گا)

پڑوسی کو ستانا گناہ کبیرہ ہے۔ قیامت کے روز سب سے پہلے ان دو پڑوسیوں کی خدا کے سامنے پیشی ہوگی جنھوں نے دنیا میں ایک دوسرے کی حق تلفی کی ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَوَّلُ الْخَصْمَیْنِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ جَارَانِ

(مسند احمد)

قیامت کے روز سب سے پہلے وہ دو پڑوسی خدا کے سامنے پیش ہوں گے جنھوں نے ایک دوسرے کا حق ادا نہیں کیا اور آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے تھے۔

قیامت کے دن ہمسایہ اپنے ہمسایہ کے بارے میں یہ شکایت کرے گا کہ اس نے مجھے نہ اچھی باتوں کی نصیحت کی نہ بری باتوں سے روکا نہ نماز پڑھنے کو کہا اور نہ روزہ رکھنے کو کہا۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ۔ کتاب الصلوٰۃ و مایلزم لہا کے ص۲۳ میں فرماتے ہیں۔

وَقَدْ جَاءَ الْحَدِیْثُ قَالَ یَجِیْءُ الرَّجُلُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مُتَعَلِّقًا بِجَارِہٖ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ ھٰذَا خَانَنِیْ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ وَعِزَّتِکَ مَا خُنْتُہٗ فِیْ اَھْلٍ وَّ مَالٍ فَیَقُوْلُ صَدَقَ یَارَبِّ وَلٰکِنَّہٗ رَاٰنِیْ

یعنی حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے روز ایک شخص اپنے پڑوسی کے دامن کو پکڑ کر خدا کے سامنے فریاد کرے گا کہ اے میرے پروردگار اس نے میری خیانت کی، وہ کہے گا: تیری عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں میں نے اس کے اہل وعیال میں اور اس کے مال میں کوئی خیانت

Marfat.com

عَلٰی مَعْصِیَۃٍ فَلَمْ یَنْھَنِیْ عَنْھَا۔ نہیں کی ہے۔ وہ کہے گا میرے پروردگار! یہ تو ٹھیک کہتا ہے لیکن اس نے مجھے گناہ کرتے ہوئے دیکھا تھا مگر مجھے اس گناہ سے روکا نہیں تھا۔

نیک و بد کی یہ پہچان ہے کہ اگر پڑوسی اپنے پڑوسی کے بارے میں یہ کہے کہ یہ اچھا ہے تو وہ اچھا ہے اور جو بُرا کہے وہ بُرا ہے اس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ لِیْ اَنْ اَعْلَمَ اِذَا اَحْسَنْتُ وَاِذَا اَسَأْتُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَمِعْتَ جِیْرَانَکَ یَقُوْلُوْنَ قَدْ اَحْسَنْتَ فَقَدْ اَحْسَنْتَ وَاِذَا سَمِعْتَھُمْ یَقُوْلُوْنَ قَدْ اَسَأْتَ فَقَدْ اَسَأْتَ (ابن ماجہ)

یارسول اللہ! مجھے اپنے بھلے یا بُرے عمل کا علم کیونکر ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب تو اپنے ہمسایوں کو کہتا ہوا سنے کہ تو نے اچھائی کی ہے تو جان لے کہ تو نے اچھا عمل کیا ہے اور جب انہیں یہ کہتا ہوا سنے کہ تو نے برا کام کیا ہے تو سمجھ لے بے شک تو نے برا عمل کیا ہے۔

یعنی اچھے اور برے ہونے کی یہی کسوٹی ہے کیونکہ پڑوسی اپنے پڑوسی کے اخلاق حمیدہ اور افعال ذمیمہ سے خوب واقف ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مَنْ یَّاْخُذُ مِنِّیْ ھٰؤُلَاءِ الْکَلِمَاتِ فَیَعْمَلُ بِھِنَّ اَوْ یُعَلِّمُ مَنْ یَّعْمَلُ بِھِنَّ فَقُلْتُ اَنَا فَاَخَذَ بِیَدِیْ فَعَدَّ خَمْسًا فَقَالَ اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَکُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰہُ لَکَ تَکُنْ اَغْنَی النَّاسِ وَاَحْسِنْ اِلٰی جَارِکَ تَکُنْ مُؤْمِنًا وَاَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ تَکُنْ مُسْلِمًا وَلَا تُکْثِرِ الضَّحِکَ فَاِنَّ کَثْرَۃَ الضَّحِکِ تُمِیْتُ الْقَلْبَ۔

(احمد، ترمذی)

کون شخص ان کلمات کو، جو میں ابھی کہتا ہوں، مجھ سے سیکھتا ہے اس پر کاربند ہوتا ہے یا اس شخص کو سکھاتا ہے جو انہیں عمل میں لائے۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں سیکھتا ہوں، تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر پانچ باتیں فرمائیں۔ حرام سے بچو، سب سے زیادہ عابد بن جاؤ گے۔ راضی برضا والقدر ہو جاؤ تو سب سے غنی ہو جاؤ گے اور اپنے ہمسایے کے ساتھ بھلائی کرو تو مومن بن جاؤ گے اور جو اپنے لئے چاہو وہی دوسروں کے لئے بھی چاہو تو کامل مسلمان بن جاؤ گے اور زیادہ مت ہنسو اس لئے کہ زیادہ ہنسنا دل کو مار دیتا ہے۔

Marfat.com

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ نیکی کرنا کامل مسلمان ہونے کی دلیل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی نصیحت و وصیت فرمایا کرتے تھے۔ اپنے ہمسایہ اور پڑوسی کو تکلیف پہنچانا حرام ہے۔ جو پڑوسی کو تکلیف پہنچاتا ہے تو گویا وہ خدا اور رسول کو تکلیف پہنچاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اٰذٰی جَارَہٗ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ وَمَنْ حَارَبَ جَارَہٗ فَقَدْ حَارَبَنِیْ وَمَنْ حَارَبَنِیْ فَقَدْ حَارَبَ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ۔ (ترغیب و ترہیب)

جس نے اپنے پڑوسی کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی جس نے مجھے ایذا پہنچائی اس نے خدا کو اذیت دی۔ اور جس نے اپنے پڑوسی سے لڑائی کی اس نے مجھ سے لڑائی کی اور جس نے مجھ سے لڑائی کی اس نے خدا سے لڑائی کی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پڑوسی کو ستانا حرام ہے۔ پڑوسی کو ستانے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ آپ نے فرمایا۔

لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ عَبْدٌ لَا یَاْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ۔ (احمد)

وہ بندہ جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا پڑوسی اس کی ایذاؤں سے امن میں نہ ہو۔

بُرائی بُرائی ہے جہاں بھی ہو اور گناہ گناہ ہے جہاں پر بھی سرزد ہو۔ لیکن اگر وہ برائی اور گناہ اس جگہ پر ہو جہاں لازمی طور پر نیکی ہونی چاہئے تھی تو ظاہر ہے کہ اس گناہ اور برائی کا درجہ عام گناہوں سے بدرجہا زیادہ ہے، بدقسمت انسان چوری ہر جگہ کرسکتا ہے مگر ظاہر ہے۔ کہ پڑوسی کے مکان میں چوری کرنا کتنا برا ہے، بدکاری اس سے ہر جگہ ممکن ہے مگر پڑوس کے گھر میں جہاں سے دن رات کی آمد و رفت ہے اور جہاں کے مرد پڑوس کے شریف مردوں پر بھروسہ کر کے باہر جاتے ہیں وہاں اخلاقی خیانت کس قدر شرمناک ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے دریافت فرمایا۔

مَا تَقُوْلُوْنَ فِی الزِّنَا قَالُوْا حَرَامٌ حَرَّمَہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ فَھُوَ حَرَامٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ قَالَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَاَنْ یَّزْنِیَ الرَّجُلُ

زنا کے بارے میں تم لوگ کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا حرام ہے جس کو خدا اور رسول نے حرام کیا ہے قیامت تک کے لئے وہ حرام ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دس عورتوں سے زنا کرنا آسان ہے

Marfat.com

بِعَشْرِ نِسْوَةٍ أَيْسَرُ عَلَيْهِ مِنْ أَنْ يَزْنِيَ بِامْرَأَةِ جَارِهِ قَالَ مَا تَقُولُونَ فِي السَّرِقَةِ قَالُوا حَرَّمَهَا اللّٰهُ وَرَسُولُهُ فَهِيَ حَرَامٌ قَالَ لَأَنْ يَسْرِقَ الرَّجُلُ مِنْ عَشَرَةِ أَبْيَاتٍ أَيْسَرُ عَلَيْهِ مِنْ أَنْ يَسْرِقَ مِنْ جَارِهِ۔

(احمد طبرانی)

بہ نسبت اپنے ہمسایہ کی بیوی کے ساتھ زنا کرنے کے یعنی پڑوسی اور ہمسائے کی بیوی کے ساتھ زنا کرنے کا گناہ دوسری دس عورتوں کے ساتھ زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے۔ تم لوگ چوری کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا، اللہ اور رسولؐ نے حرام کیا ہے اس لئے وہ حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس گھروں کی چوری کرنا آسان ہے، بہ نسبت اپنے پڑوسی کے گھر چوری کرنے سے (یعنی اپنے پڑوسی کے گھر چوری کرنے کا گناہ دس گنا چوری کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے

پڑوسی کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اس کا دوسرا پڑوسی بغیر اس کی مرضی و اجازت کے اپنا مکان و زمین فروخت نہیں کر سکتا ہے اور اگر بغیر اجازت کے بیع کر دے گا تو یہ بیع باطل ہو گی۔ اس کو شرعی محاورے میں "شفعہ" کہا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْجَارُ اَحَقُّ بِشُفْعَتِهٖ يُنْتَظَرُ بِهَا اِنْ كَانَ غَائِبًا اِذَا كَانَ طَرِيْقُهُمَا وَاحِدًا (ترمذی)

پڑوسی اپنے شفعہ کا زیادہ حقدار ہے جبکہ دونوں کا ایک ہی راستہ ہو اگر وہ موجود نہیں ہے تو اس کا انتظار کیا جائے۔

یہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ انسان مدنی الطبع ہے اس لئے سب لوگ چاہتے ہیں کہ بلا فتنہ و فساد اور بغیر جنگ و جدال کے امن و امان کی زندگی بسر کریں۔ اسی لئے اللہ نے قرآن نازل کیا ہے کہ لوگ اس کی ہدایتوں پر عمل کریں تو دنیا میں فساد کا نام بھی سننے میں نہ آئے۔ خدا نے امن کے قائم کرنے کے لئے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان میں سے ایک حق ہمسایہ کا بھی ہے۔ ہمارے یہاں کہاوت کہی جاتی ہے۔ "ہمسایہ ماں کا جایا"

ہمسایہ کے حقوق میں ایک حق شفعہ بھی ہے جو اسلامی ضروریات و خصوصیات میں سے ہے اب اس کی ضرورت کو دوسرے مذہب والوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے اور سب اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں جہاں اسلامی قانون کے مکمل ہونے کے اور بہت سے دلائل ہیں ان میں سے ایک حق شفعہ بھی ہے۔

بہر حال ہمسایہ کے بڑے حقوق ہیں۔

(۱) اسے کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے۔

(۲) نہ اس سے بیہودہ گوئی کی جائے۔

(۳) خوشی کے وقت اس کو مبارک باد دی جائے۔ اس کی بیماری میں بیمار پرسی کی جائے۔

(۴) مصیبت میں اس کی مدد کی جائے۔

(۵) اس کے عیبوں کو چھپایا جائے۔

(۶) اس کے بیوی بچوں کو بری نگاہ سے نہ دیکھا جائے

(۷) اس کو تحفہ تحائف سے نوازا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَغْلَقَ بَابَهُ دُوْنَ جَارِهِ مَخَافَةً عَلٰى اَهْلِهِ وَمَالِهِ فَلَيْسَ ذٰلِكَ بِمُؤْمِنٍ وَلَيْسَ بِمُؤْمِنٍ مَنْ لَّمْ يَاْمَنْ جَارُهُ بَوَائِقَهُ اَتَدْرِيْ مَا حَقُّ الْجَارِ اِذَا اسْتَعَانَكَ اَعَنْتَهُ وَاِذَا اسْتَقْرَضَكَ اَقْرَضْتَهُ وَاِذَا افْتَقَرَ عُدْتَ عَلَيْهِ وَاِذَا مَرِضَ عُدْتَهُ وَاِذَا اَصَابَهُ خَيْرٌ هَنَّاْتَهُ وَاِذَا اَصَابَتْهُ مُصِيْبَةٌ عَزَّيْتَهُ وَاِذَا مَاتَ اتَّبَعْتَ جَنَازَتَهُ وَلَا تَسْتَطِيْلُ عَلَيْهِ بِالْبُنْيَانِ فَتَحْجُبُ عَنْهُ الرِّيْحَ اِلَّا بِاِذْنِهِ وَلَا تُؤْذِهِ بِقُتَارِ رِيْحِ قِدْرِكَ اِلَّا اَنْ تَغْرِفَ لَهُ مِنْهَا وَاِنِ اشْتَرَيْتَ فَاكِهَةً فَاهْدِ لَهُ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَاَدْخِلْهَا سِرًّا وَلَا يُخْرِجْ بِهَا وَلَدُكَ لِيَغِيْظَ بِهَا وَلَدَهُ۔

جو اپنے دروازے کو بند رکھتا ہے تاکہ اس کا پڑوسی اور اس کے بال بچے نہ آنے پائیں تو وہ مومن نہیں ہے اور پڑوسی کو تکلیف دینے والا بھی مومن نہیں ہے آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ ہمسائے کا کیا حق ہے اس کا حق ہے کہ جب وہ تم سے مدد طلب کرے تو تم اسے مدد دو۔ اور جب قرض مانگے تو قرض دو اور جب حاجت مند ہو جائے تو اس کی فریادرسی کرو اور جب اس کو بیماری پہنچے تو اس کی بیمار پرسی کرو اور جب اس کو بھلائی پہنچے تو مبارک باد دو اور جب اسے مصیبت پہنچے تو تسلی دو۔ اور جب مر جائے تو اس کے جنازے میں شریک ہو اور بغیر اس کی اجازت کے اپنے مکان کی دیوار اس کے مکان کی دیوار سے اونچی نہ رکھو کہ ہوا رک جائے۔ ہاں مگر اس کی اجازت سے۔ اور اپنی ہانڈی کے بگھارنے کی خوشبو سے اس کو نہ ستاؤ۔ مگر یہ کہ اس میں سے اس کو بھی دو ایک چمچے دو۔ اور اگر پھل فروٹ خرید و تو اس کے یہاں بھی ہدیہ تحفہ بھیجو

Marfat.com

رواه من مکارم الاخلاق (الترغیب الترهیب)

اور اگر یہ کام نہ کرسکو تو اس کو خوش رکھنے کی کوشش کرو اور تمہاری اولاد پھل فروٹ لے کر باہر نہ نکلے کہ پڑوسی کے بچے کو اس کے نہ ملنے کی وجہ سے صدمہ ہو اور وہ ناخوش ہو۔

اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ : دین خیر خواہی ہے۔

یعنی ہر ایک کے لئے بھلائی چاہنا خواہ وہ پڑوسی ہو یا غیر پڑوسی، مسلم ہو یا غیر مسلم، یا کہ انسان ہو یا جانور۔ ہر ایک کے ساتھ ہمدردی کرنا انسانیت کا بڑا جوہر ہے خواہ اس سلسلے میں جسمانی یا روحانی یا مالی کتنی ہی تکلیف برداشت کرنی پڑے مگر اس نیک عادت کو ہرگز نہ چھوڑو۔ یہی ایثار و قربانی اور ہمدردی ہے اور خیر خواہی ہے اس کی بہت سی مثالیں اور واقعات ہیں۔

تفسیر ابن کثیر اور در منثور میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ مرتے مرتے اور شہید ہوتے ہوئے بھی اللہ کے نیک بندوں نے ہمدردی کرتے ہوئے اپنی جان دے دی ہے۔

سنئے! حضرت ابوجہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں یرموک کی لڑائی میں اپنے چچا زاد بھائی کی تلاش میں نکلا کہ وہ لڑائی میں شریک تھے اور ایک مشکیزہ پانی کا میں نے اپنے ساتھ لیا کہ ممکن ہے کہ وہ پیاسے ہوں تو پانی پلاؤں۔ اتفاق سے وہ ایک جگہ اس حالت میں پڑے ہوئے ملے کہ دم توڑ رہے تھے اور جان کنی شروع تھی۔ میں نے پوچھا کہ پانی کا گھونٹ دوں۔ انہوں نے اشارہ سے ہاں کی۔ اتنے میں دوسرے صاحب نے جو قریب ہی پڑے ہوئے تھے اور مرنے کے قریب تھے آہ کی۔ میرے چچا زاد بھائی نے آواز سنی تو مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کیا میں ان کے پاس پانی لے کر گیا۔ وہ ہشام بن ابی العاص تھے ان کے پاس پہنچا ہی تھا کہ ان کے قریب اسی حالت میں ایک تیسرے صاحب دم توڑ رہے تھے، انہوں نے آہ کی۔ ہشام نے مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کیا میں ان کے پاس پانی لے کر پہنچا تو ان کا دم نکل چکا تھا میں ہشام کے پاس آیا تو وہ بھی جاں بحق ہو چکے تھے۔ ان کے پاس سے اپنے بھائی کے پاس لوٹا تو اتنے میں وہ بھی اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

پیاسے تھے مگر پیاسے ہی رہے۔
دریا کو چھلکتا چھوڑ گئے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی کو کسی شخص نے بکری کی سری ہدیہ کے طور پر دی۔ انہوں نے خیال کیا کہ میرے فلاں ساتھی زیادہ ضرورت مند ہیں۔ کنبہ والے ہیں اور ان کے گھر والے زیادہ محتاج ہیں۔ اس لئے ان کے پاس بھیج دی ان کو ایک تیسرے صاحب کے متعلق یہی خیال پیدا ہوا اور ان کے پاس بھیج دی۔ غرض اسی طرح سات گھروں میں پھر کر وہ سری سب سے پہلے صحابی کے گھر لوٹ آئی (دُرِ منثور)

یہی ایثار و ہمدردی ہے کہ ضرورت کے وقت بعض صحابہ اپنے گھر کی سب چیزیں اللہ کی راہ میں دیدیتے تھے اور گھر میں سوائے خدا کے نام کے اور کوئی چیز بھی نہیں چھوڑتے تھے چنانچہ یہ واقعہ مشہور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ اتفاقاً اس زمانے میں میرے پاس کچھ مال موجود تھا میں نے کہا کہ آج میرے پاس اتفاق سے مال موجود ہے اگر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کبھی بھی بڑھ سکتا ہوں تو آج بڑھ جاؤں گا۔ یہ سوچ کر میں خوشی خوشی گھر میں آیا جو کچھ بھی گھر میں رکھا تھا اس میں سے آدھا لے آیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر! گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا کہ آدھا چھوڑ آیا ہوں۔

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ گھر میں رکھا تھا سب لے آئے آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوبکر! گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا؟ انہوں نے عرض کیا۔ ان کے لئے اللہ اور رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔ یعنی اللہ اور اس کے رسول پاکؐ کے نام کی برکت اور ان کی رضا جوئی اور خوشنودی کو چھوڑ آیا ہوں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔ (ابوداؤد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایثار دنیا کو معلوم ہے۔ اپنے آرام کو چھوڑ کر دوسروں کو آرام پہنچانے۔ ایک مرتبہ رات کو گشت کرتے کرتے ایک میدان میں پہنچ گئے وہاں ایک خیمہ دیکھا جو پہلے نہیں تھا آپ تحقیق حال کے لئے اس خیمہ کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا ایک صاحب خیمہ کے باہر مغموم بیٹھے ہوئے ہیں اور خیمے کے اندر سے کراہنے کی آواز آرہی ہے۔ سلام کر کے ان کے پاس بیٹھ گئے اور دریافت فرمایا تم کون ہو؟ انہوں نے کہا، میں ایک دیہاتی مصیبت زدہ ہوں، امیر المومنین حضرت عمر کے پاس اپنی ضرورت لے کر آیا ہوں۔ رات ہو گئی تھی اس لئے اس میدان

میں ٹھہر گیا۔ کل صبح عدالت میں حاضر ہوں گا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ اس خیمہ کے اندر کون ہے اور کراہنے کی آواز کیسی ہے؟

مسافر چونکہ مصیبت زدہ پریشان حال تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کبھی دیکھا بھی نہیں تھا اور نہ پہچانتا تھا۔ اس نے جواب دیا تم جاؤ اپنا راستہ لو۔ بار بار سوال کرنے سے کیا فائدہ؟ آپ نے دوبارہ اصرار کیا اور فرمایا نہیں ضرور بتاؤ کیا بات ہے اور کراہنے کی کیسی آواز ہے۔

مسافر نے کہا میاں میری بیوی خیمہ کے اندر ہے اس کی ولادت اور بچہ جننے کا وقت ہے۔ دردِ زہ ہو رہا ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا کوئی اور عورت بھی ہے؟ اس مسافر نے کہا نہیں۔ اگر دوسری عورت ہوتی تو مجھے اس وقت پریشانی نہیں ہوتی۔ شہر کا دروازہ بند ہے۔ کوئی دائی بھی نہیں آسکتی اور نہ یہاں کوئی آبادی ہے اور نہ یہاں سے اس وقت اس کو چھوڑ کر جا سکتا ہوں اور نہ یہ کام ہی میرے اور تمہارے بس کا ہے اب خدا ہی محافظ اور وکیل ہے۔ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ ہ

آپ وہاں سے اٹھ کر مکان پر تشریف لائے اور اپنی بیوی ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے فرمایا تمہارے لئے آج مقدر سے بڑے ثواب کی چیز ہاتھ آئی ہے اس کی قدر کرو۔ حضرت ام کلثوم نے فرمایا آخر کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا ایک گاؤں کی عورت میدان میں پڑی ہے۔ اس کو دردِ زہ ہو رہا ہے۔ اس کے پاس کوئی عورت اور کوئی دائی نہیں ہے اس پر حضرت ام کلثوم نے فرمایا۔ اگر ارشاد ہو تو اس کام کی انجام دہی کے لئے میں چلنے کے لئے تیار ہوں۔ اور کیوں نہ تیار ہوتیں۔ آخر حضرت فاطمہ کی صاحبزادی تھیں۔ سید کونین کی نواسی اور حضرت علی کی بیٹی تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ولادت کے لئے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے ان کو لے لو۔ اور ایک ہانڈی اور کچھ گھی اور کھانے کی کچھ چیزیں لے لو۔ اور میرے ساتھ چلو۔

وہ سب ضروری چیزیں لے کر امیر المومنین کے ساتھ چلیں۔ میدان میں پہنچ کر حضرت ام کلثوم خیمہ میں تشریف لے گئیں۔ اور دایہ کے کام کو انجام دینے لگیں۔ حضرت امیر المومنین نے چولہا جلا کر کھانا پکانا شروع کیا۔ ادھر حضرت امیر المومنین کھانا پکا کر فارغ ہوئے ادھر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ولادت کی انجام دہی سے فارغ ہوئیں اور باہر آ کر فرمایا اے امیر المومنین! اپنے سافر دوست کو لڑکے کے پیدا ہونے کی مبارک باد دیجئے۔

امیر المومنین کا لفظ جب اس مسافر کے کان میں پڑا تو وہ بہت گھبرایا حضرت عمرؓ نے

Marfat.com

فرمایا۔ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں تمہارا خادم ہوں، تو یہ کھانا تم میاں بیوی کھاؤ۔ تمہیں بڑی تکلیف ہوئی ہے رات بھر تم جاگتے رہے کل صبح کو آنا تمہارا انتظام کر دیں گے۔

یہ کہہ کر ام کلثوم کو ساتھ لے کر واپس مکان پر تشریف لائے (شہر) اپنی نیند اور آرام چھوڑ کر دوسروں کو آرام پہنچانا۔ امیر المومنین ہو کر غریب مسافر کی خدمت میں جانا اور اپنی بیوی کو اس کام کے لئے لے جانا اور چولہا جلا کر کھانا پکا کر کھلانا ایثار و ہمدردی کی بات ہے۔ رہتی دنیا تک ان کی یہ یادگار باقی رہے گی۔ خدا ہم کو بھی ایسے ہی توفیق دے۔ (آمین)

اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ۔ دین تو ہمدردی اور غم خواری کا نام ہے۔ یعنی جب کسی پر مصیبت پڑ جائے تو اس کی مصیبت دور کرنے کے لئے کوشش کرے۔ اگر کوئی مظلوم حق کی حمایت میں گرفتار ہو جائے تو اس کے چھڑانے کے لئے اور آزاد کرانے کے لئے کوشش کرنا اور آزاد کرانا بہت بڑی خیر خواہی اور اسلام میں اس کی بڑی اہمیت ہے قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس کی بڑی تائید فرمائی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مشرکین مکہ کسی مسلمان کو گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیتے تھے۔ مدینہ منورہ سے مسلمان مکہ مکرمہ جا کر مسلمان قیدی کو چھڑا لاتے جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے کہ:۔

حضرت مرثد بن ابو مرثد مکہ سے مسلمان قیدیوں کو اٹھا لایا کرتے تھے اور مدینہ منورہ پہنچا دیا کرتے تھے۔ عناق نامی ایک بدکار عورت مکہ میں تھی۔ جاہلیت کے زمانہ میں ان کا اس عورت سے تعلق تھا۔ حضرت مرثد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک قیدی کو لانے کے لئے مکہ شریف گیا۔ ایک باغ کی دیوار کے نیچے میں پہنچ گیا۔ رات کا وقت تھا، چاندنی چھٹکی ہوئی تھی۔ اتفاق سے عناق آ پہنچی اور مجھے دیکھ لیا بلکہ پہچان بھی لیا اور آواز دے کر کہا کیا مرثد ہے؟ میں نے کہا ہاں مرثد ہوں۔ اس نے بڑی خوشی ظاہر کی اور مجھ سے کہنے لگی۔ چلو رات میرے یہاں گذارنا، میں نے کہا عناق اللہ تعالیٰ نے زنا کاری حرام کر دی ہے، جب وہ مایوس ہو گئی تو اس نے مجھے پکڑوانے کے لئے غل مچانا شروع کیا کہ لے مکہ والو! ہوشیار ہو جاؤ، دیکھو چور آ گیا۔ یہی ہے جو تمہارے قیدیوں کو چرا لے جایا کرتا ہے۔ لوگ بیدار ہو گئے اور مجھے پکڑنے کے لئے آٹھ آدمی میرے پیچھے دوڑے میں مٹھیاں بند کر کے بے تحاشہ خندق کے راستے سے بھاگا اور ایک غار میں جا چھپا۔ یہ میرے پیچھے پیچھے غار میں آ پہنچے لیکن میں انہیں نہ ملا۔ یہ وہیں پیشاب کرنے کو بیٹھے واللہ ان کا پیشاب

Marfat.com

میرے سر پر آرہی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اندھا کر دیا۔ ان کی نگاہیں مجھ پر نہ پڑیں وہ ادھر ادھر دیکھ بھال کر واپس چلے گئے۔ میں نے کچھ دیر گذار کر جب یہ یقین کر لیا کہ وہ بھی سو گئے ہوں گئے تو وہاں سے نکلا اور مکہ کی راہ لی وہاں پہنچ کر اس مسلمان قیدی کو اپنی کمر پہ چڑھایا اور وہاں سے لے بھاگا چونکہ وہ بھاری بدن کے تھے جب میں اذخر پہنچا تو تھک گیا۔ میں نے انہیں کمر سے اتار کر ان کے بندھن کھول دیئے اور آزاد کر دیا اور وہ مدینہ پہنچ گئے۔

چونکہ عناق کی محبت میرے دل میں تھی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ میں اس سے نکاح کر لوں آپ خاموش ہو رہے۔ میں نے دوبارہ یہی سوال کیا پھر بھی آپ خاموش رہے اور یہ آیت اتری:۔

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً وَّالزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُھَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ٥

زانی مرد نکاح نہیں کر سکتا مگر زانیہ عورت یا مشرکہ عورت کے ساتھ اور زانیہ عورت بھی نکاح نہیں کر سکتی سوائے زانی مرد یا مشرک مرد کے اور زانیہ اور مشرکہ عورتوں سے نکاح کرنا مومنوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔

تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے مرثد! زانیہ سے نکاح زانی یا مشرک ہی کرتا ہے تو اس سے نکاح کا ارادہ چھوڑ دے۔

بہر حال اس آیت کے شان نزول کے واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت مرثد رضی اللہ عنہ مسلمان قیدیوں کو مکہ مکرمہ کے جیل خانہ میں سے نکال کر پیٹھ پہ لاد کر آبادی سے باہر لایا کرتے تھے اور ان کو آزاد کرتے تھے۔ یہ بہت بڑی ہمدردی اور خیر خواہی کی بات ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لِلْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ سِتٌّ بِالْمَعْرُوْفِ یُسَلِّمُ عَلَیْہِ اِذَا لَقِیَہٗ وَیُجِیْبُہٗ اِذَا دَعَاہُ وَیُشَمِّتُہٗ اِذَا عَطَسَ وَیَعُوْدُہٗ اِذَا مَرِضَ وَیَتْبَعُ جَنَازَتَہٗ اِذَا مَاتَ وَیُحِبُّ لَہٗ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ۔

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں بھلائی کے ساتھ ۱ ملاقات کے وقت سلام کرے ۲ اس کی دعوت قبول کرے ۳ اس کی چھینک کا جواب دے ۴ اس کی بیماری کے وقت بیمار پرسی کرے ۵ مرنے پر جنازہ میں شریک ہو ۶ اور جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی پنے دوسرے بھائی

(ترمذی، دارمی) کے لئے پسند کرے۔

ان چھ حقوق میں سے ملاقات کے وقت سلام کرنا، دعوت قبول کرنا، چھینک کا جواب دینا تو آسان ہے البتہ مصیبت میں کام آنا اور بیمار کی خدمت کرنا وہ بھی بلا ریا و نمود کے اور بلا ذاتی غرض اور طمع کے مشکل ہے اور اس میں امتحان اور کمال بھی ہے اور اسی سے ہمدردی و خیر خواہی معلوم ہوتی ہے۔

دنیا میں ہر کمزور انسان بلکہ جاندار جو اپنی خدمت آپ نہیں کر سکتا وہ ہماری ہمدردیوں کا زیادہ محتاج ہے۔ بیماروں کی دیکھ بھال، ان کی غمخواری، تیمارداری اور ان کی خدمت گزاری کو عیادت اور بیمار پرسی کہتے ہیں، یہ عیادت بقدر ہمت ہر تندرست پر فرض ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماروں کی عیادت کی خاص تاکید فرمائی ہے، اس کے لئے آداب اور دعائیں سکھائی ہیں اور اس کا ثواب بھی بیان فرمایا ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔

مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَعُودُ مُسْلِمًا غُدْوَةً اِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُونَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُمْسِيَ وَاِنْ عَادَهُ عَشِيَّةً اِلَّا صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعُونَ اَلْفَ مَلَكٍ حَتّٰى يُصْبِحَ وَكَانَ لَهُ خَرِيفٌ فِي الْجَنَّةِ۔

(ترمذی، ابو داؤد)

جو مسلمان کسی مسلمان کی بیمار پرسی کرے اور صبح کے وقت جائے تو شام تک اس کے لئے ستر ہزار فرشتے اس کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں اور اگر وہ شام کو بیمار پرسی کے لئے جاتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے بارگاہ ایزدی میں دعائے مغفرت کرتے ہیں اور اسے پختہ میووں والا باغ ملے گا۔

اور آپ نے فرمایا۔

اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُودُوا الْمَرِيضَ وَفُكُّوا الْعَانِيَ۔ (بخاری)

بھوکے کو کھانا کھلاؤ، اور بیمار کی عیادت و خدمت کرو اور قیدی کو چھڑاؤ۔

ایک دوسری حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

وَمَنْ عَادَ مَرِيضًا نَادَىٰ مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا۔ (ابن ماجہ)

جو شخص کسی بیمار کی خدمت کو جائے، اس کی تیمارداری کرے تو آسمان سے فرشتے پکارتے ہیں اور کہتے ہیں تم نے بہت اچھا کام کیا ہے تمہارا چلنا

پھر تا مبارک ہو، تم نے اپنا ٹھکانا جنت میں بنا لیا ہے۔

اور آپ نے فرمایا، جب کسی کی عیادت کے لئے جاؤ تو پہلے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر تسلی دو اور اس کے شفا پانے کی دعا کرو۔ (ابوداؤد)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ غیر مسلموں کی بیمار پرسی کے لئے اور مشرکوں یہودیوں اور منافقوں کی عیادت کے لئے بھی جایا کرتے تھے (بخاری شریف)

حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ جب جنگ خندق ۵ھ میں زخمی ہو گئے تھے تو آپ نے ان کا خیمہ مسجد میں نصب فرمایا تھا تاکہ سب نمازی ان کی عیادت آسانی سے کر سکیں (ابوداؤد)

حضرت رفیدہ صحابیہ رضی اللہ عنہا جو ثواب کی خاطر زخمیوں کا علاج اور ان کی خدمت کیا کرتی تھیں۔ ان کا بھی خیمہ اسی مسجد میں رہا کرتا تھا تاکہ جنگ کے زخمی مسلمانوں کی تیمارداری اور مرہم پٹی کریں اور بیماروں کی تیمارداری عورتیں ہی اچھی طرح کر سکتی ہیں اسی لئے غزوات میں بھی بعض ایسی بیویاں اور صحابیات ساتھ رہتی تھیں جو بیماروں کی تیمارداری اور زخمیوں کو مرہم پٹی کیا کرتی تھیں۔ (مسلم، نسائی)

بیمار پرسی کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ يَوْمَ	قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا اے
الْقِيٰمَةِ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِيْ قَالَ	آدم کے بیٹے میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی
يَا رَبِّ كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ	وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار تو تو سارے جہان کا
الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ	پروردگار ہے میں تیری عیادت کیسے کر سکتا۔ تو پروردگار
عَبْدِيْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ	فرمائے گا کیا تجھے خبر نہ ہوئی میرا فلاں بندہ بیمار ہوا
اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ عُدْتَهٗ لَوَجَدْتَنِيْ	مگر تو نے اس کی عیادت نہیں کی اگر تو اس کی بیمار پرسی
عِنْدَهٗ (مسلم)	کرتا تو مجھے بھی اس کے پاس پاتا۔

مسلمان بھائی کے مرجانے کے بعد اس کے جنازہ میں شریک ہو۔ اس کے کفن دفن کا انتظام کرے اور جنازہ کی نماز پڑھے اور جنازہ کے ساتھ ساتھ قبرستان جائے۔ اس کے

Marfat.com

لئے قبر کھودے ۔ دفن کرے اور مٹی دے اور دعائے خیر کرکے وہاں سے واپس لوٹے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا وَّكَانَ مَعَهٗ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهَا وَيُفْرَغَ مِنْ دَفْنِهَا فَاِنَّهٗ يَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِيْرَاطَيْنِ كُلُّ قِيْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّهٗ يَرْجِعُ بِقِيْرَاطٍ (بخاری)

جو کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ ساتھ مومن ہونے کی حیثیت سے اور آخرت میں ثواب لینے کی غرض سے جائے اور اس کے جنازہ کے ساتھ ساتھ رہے یہاں تک کہ اس کے جنازے کی نماز پڑھ لے اور اس کے دفن سے فارغ ہو جائے تو وہ دو قیراط ثواب لے کر واپس ہوتا ہے اور ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے اور جو صرف جنازے کی نماز پڑھ کر لوٹ آئے اور دفن تک نہ رہے تو وہ ایک قیراط ثواب لے کر لوٹے گا ۔

یعنی جو ایمان اور ثواب آخرت حاصل کرنے کی غرض سے بلا ریا و نمود کے کسی مسلمان کے جنازے میں شریک رہا اور جنازے کی نماز بھی پڑھی اور مٹی بھی دی تو اس کو دو پہاڑ کے برابر ثواب ملے گا اور جو نماز پڑھ کر دفن ہونے سے پہلے واپس چلا آئے تو ایک پہاڑ کے برابر ثواب ملے گا ۔

قیراط کے معنی درہم کے بارہویں حصے کے ہیں اور پہاڑ کے بھی ہیں لیکن اس جگہ ڈھیر مراد ہے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةً وَّحَمَلَهَا ثَلَاثَ مِرَارٍ فَقَدْ قَضٰى مَا عَلَيْهِ مِنْ حَقِّهَا ۔ (ترمذی ۔ مشکوٰۃ)

جو جنازہ کے ساتھ ساتھ گیا اور اس کو تین مرتبہ اٹھایا اور کندھا دیا تو اس نے جنازے کے حق کو ادا کر دیا ۔

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے مرسل طریقے سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میت پر اپنے دونوں ہاتھوں سے تین لپیں بھر بھر کر مٹی دی ہے اور آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی قبر پر پانی چھڑکا اور اس پر نشان کے طور پر سنگریزے رکھے ۔

یعنی مسلمان بھائی کی قبر پر تین لپ مٹی دینا سنت ہے اور یہ میت کا حق ہے ، یہ نیکی

قیامت کے دن کام آئے گی اور یہ مٹی ترازو میں رکھ کر تولی جائے گی چنانچہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے۔

قِیْلَ لِبَعْضِہِمْ فِی الْمَنَامِ مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِکَ قَالَ وُزِنَتْ حَسَنَاتِیْ فَرَجَحَتِ السَّیِّئَاتُ عَلَی الْحَسَنَاتِ فَسَقَطَتِ الصُّرَّۃُ فِیْ کِفَّۃِ الْحَسَنَاتِ فَرَجَحَتْ فَحَلَّتِ الصُّرَّۃَ فَاِذَا فِیْھَا کَفُّ تُرَابِ الْقِیْنَۃِ فِیْ قَبْرِ مُسْلِمٍ۔ (ذکرہ فی المواھب)	کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا تو اس نے کہا کہ میری نیکیاں تولی گئیں تو برائیوں کا پلہ نیکیوں کے پلے پر بھاری ہوگیا پھر نیکیوں کے پلے میں ایک تھیلی گر پڑی تو نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگیا تو میں نے اس تھیلی کو کھول کر دیکھا تو اس میں ایک مٹھی مٹی تھی جو کہ میں نے سامان میت کے قبر پر ڈالی تھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ:

مَنْ حَثٰی عَلٰی مُسْلِمٍ اِحْتِسَابًا کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ بِکُلِّ تُرَابٍ حَسَنَۃً۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)	یعنی جس نے مسلمان میت پر اخلاص اور طلب ثواب کی نیت سے مٹی ڈالی تو ہر مٹی کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نیکی لکھتا ہے۔

اور بیہقی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تُوُفِّیَ مُسْلِمٌ فَلَمْ تُصِبْ لَہٗ حَسَنَۃٌ اِلَّا ثَلَاثُ حَثَیَاتٍ حَثَاھَا فِیْ قَبْرٍ فَغُفِرَتْ لَہٗ ذُنُوْبُہٗ۔	ایک شخص کا انتقال ہوگیا۔ اس کے پاس کوئی نیکی نہیں تھی مگر تین لپیں مٹی کی تھیں جو مسلمان میت کی قبر پر ڈالی تھیں۔ تو اس کے گناہ بخش دیئے گئے۔

پہلی لپ پر مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ۔ دوسری لپ پر وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ۔ اور تیسری لپ پر وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔ پڑھنا مستحب ہے۔

یہ جنازے کی نماز ہے اور اس کی قبر پر جا کر مٹی دینا یہ اس کی خیر خواہی ہے یعنی میت کے لئے، اس کی بخشش کے لئے دعا کرنا کہ اے خدا اس کی غلطیوں کو معاف کردے اس کو بخش دے اور جہنم کے عذاب سے بچا اور قبر کے عذاب سے بچا، اس سے بڑھ کر اور کیا خیر خواہی ہوسکتی ہے۔ آپ جنازے کی دعا میں غور کیجئے تو میت کے حق میں خیر خواہی ہی خیر خواہی نظر آئے گی اور "الدین النصیحۃ" کا پورا منظر سامنے آجائے گا۔ آپ کو وہ دعا تو یاد ہی ہوگی خدانخواستہ اگر نہ یاد ہو تو سن لیجئے۔ اور یاد کرلیجئے۔

Marfat.com

پہلے اللہ اکبر کے بعد دعائے ثنا، پھر سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت پھر اللہ اکبر کے بعد درود شریف اور پھر اللہ اکبر کے بعد یہی دعا پڑھتے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ۔

اے اللہ! تو ہمارے زندوں اور مردوں، حاضر اور غائب چھوٹے اور بڑے اور مرد اور عورت کو بخش دے اے اللہ ہم میں سے تو جس کو زندہ رکھے تو اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو مارے تو ایمان پر مار اے اللہ! تو اس کے ثواب سے ہمیں محروم نہ کر اور نہ اس کے بعد ہم کو فتنہ میں ڈال۔

(ابوداؤد، ترمذی)

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ۔

(مسلم شریف)

اے اللہ! اس کو بخش دے، اس پر رحم فرما اور سلامتی عطا فرما اور معاف فرما اور اس کی اچھی مہمانی فرما اور اس کا ٹھکانہ عمدہ بنا اور اس کی قبر کو کشادہ کر اور اس کو پانی، برف اور ٹھنڈے پانی سے دھو اور گناہوں سے ایسا پاک کر دے جس طرح سفید کپڑا میل سے صاف کر دیا جاتا ہے اور دنیا کے گھر سے وہاں اچھا گھر دے اور دنیا کے اہل سے اچھا اہل مرحمت فرما۔ اور یہاں کے جوڑے سے وہاں اچھا جوڑ عنایت فرما اور اس کو جنت میں داخل کر اور قبر سے اور عذاب نار سے اس کو بچا۔

یہ پاکیزہ دعائیں میت کے حق میں خیر خواہی ہی خیر خواہی ہیں۔ مرنے کے بعد اکثر تعلقات دنیاوی تو ختم ہو ہی جاتے ہیں مگر مومن کا تعلق مومن کے ساتھ مرنے میں بھی اور جینے میں بھی رہتا ہے یعنی زندگی تو خیر خواہی چاہتی ہی ہے لیکن اپنے مرنے کے بعد بھی خیر خواہی چاہتی ہے۔

آپ حضرات سورۂ یٰسین شریف کی تلاوت تو کرتے ہیں اس میں آپ یہ بھی پڑھتے ہیں۔

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ۝

اور ایک شخص اس شہر کے کسی اور مقام سے دوڑتا ہوا آیا کہنے لگا کہ اے میری قوم! ان رسولوں کی

Marfat.com

اِتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ
مُّهْتَدُوْنَ ۝ وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ
فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ ءَاَتَّخِذُ
مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ
بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا
وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ۝ اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ
مُّبِيْنٍ ۝ اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ۝
قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ
يَعْلَمُوْنَ ۝ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ
مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ۝ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى
قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ
السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ۝ اِنْ كَانَتْ
اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ۝

راہ پر چلو۔ ایسے لوگوں کی راہ پر چلو جو تم سے کوئی
معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ خود راہ راست پر
ہیں مجھے کیا ہو گیا ہے جو میں اس کی عبادت نہ کروں
جس نے مجھے پیدا کیا اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے
جاؤ گے۔ کیا میں اسے چھوڑ کر ایسوں کو معبود بناؤں اگر
خدائے رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی
سفارش مجھے کچھ بھی نفع نہ پہنچا سکیں اور نہ
مجھے بچا سکیں پھر تو میں یقیناً کھلی گمراہی میں ہوں۔
میری سنو! میں تو سچے دل سے تم سب کے
رب پر ایمان لا چکا اس سے کہا گیا کہ جنت
میں چلا جا کہنے لگا کاش کہ میری قوم کو بھی علم
ہو جاتا کہ مجھے میرے رب نے بخش دیا اور
مجھے ذی عزت لوگوں میں سے کر دیا۔ اس
کے بعد ہم نے اس کی قوم پر آسمان سے کوئی
لشکر نہ اتارا اور نہ ہم اس طرح اتارا کرتے
وہ تو صرف ایک زور کی چیخ تھی کہ یکایک وہ
سب کے سب بجھ بجھا گئے۔

اصحاب القریہ (بستی والوں) کے پاس اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے متعدد رسولوں کو بھیجا ان لوگوں نے ان کی تکذیب و تردید اور تذلیل و توہین کی۔ تو ایک کامل مومن خبر پاکر دوڑتے ہوئے آئے اور ان نافرمانوں اور جھٹلانے والوں کو نصیحت کی جیسا کہ ان آیتوں میں اس کا بیان ہے

تفسیر ابن کثیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"کہ اس مومن کامل کو کفار نے بری طرح مارا پیٹا۔ اس کو گرا کر اس کے پیٹ پر چڑھ بیٹھے اور پیروں سے روندنے لگے یہاں تک کہ اس کی آنتیں اس کے پیچھے کے راستے سے باہر نکل آئیں اسی وقت خدا کی طرف سے اس کو جنت کی خوشخبری سنائی گئی۔ اسے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے رنج و غم

Marfat.com

سے آزاد کر دیا اور امن وچین سے جنت میں پہنچا دیا۔ ان کی شہادت سے خدا خوش ہوا، جنت ان کے لئے کھول دی گئی اور داخلہ کی اجازت مل گئی اپنے ثواب واجر اور عزت واکرام کو دیکھ کر پھر اس کی زبان سے نکل گیا۔ کاش کہ میری قوم جان لیتی کہ مجھے میرے رب نے بخش دیا اور میری بہت ہی عزت کی۔

فی الواقع مومن سب کے خیر خواہ ہوتے ہیں وہ دھوکے باز اور بدخواہ نہیں ہوتے۔ اس باخدا شخص نے زندگی میں بھی قوم کی خیر وعافیت چاہی اور مرنے کے بعد بھی ان کا خیر خواہ بنا رہا۔

یہ بھی مطلب ہے کہ وہ کہتا ہے کہ کاش میری قوم یہ جان لیتی کہ مجھے کس باعث میرے رب نے بخشا اور کیوں میری عزت کی تو لامحالہ وہ بھی اس چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کرتی۔ اللہ تعالی پر ایمان لاتی اور رسولوں کی پیروی کرتی۔ اللہ تعالی ان پر رحمت نازل کرے اور ان سے خوش رہے۔ کہ قوم کی ہدایت کے کس قدر خواہشمند تھے۔

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنی قوم میں تبلیغ دین کے لئے جاؤں اور انہیں دعوت اسلام دوں آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں قتل کریں جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! اس بات کا تو احتمال ہی نہیں کیونکہ انہیں مجھ سے اس قدر الفت وعقیدت ہے کہ اگر میں سویا ہوا ہوں تو وہ مجھے جگائیں بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا پھر جائیے، یہ چلے اور جب لات وعزی بتوں کے پاس سے ان کا گذر ہوا تو کہنے لگے اب تمہاری شامت آگئی اس بات پر پورا قبیلہ ثقیف بگڑ اٹھا۔ انہوں نے کہنا شروع کیا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم ان بتوں کو ترک کر دو، یہ لات وعزی دراصل کوئی چیز نہیں اسلام قبول کر لو تو سلامتی حاصل ہوگی۔ اے میرے بھائی بندوں! یقین مانو کہ یہ بت کچھ حقیقت نہیں رکھتے ساری بھلائی اسلام میں ہے وغیرہ۔

ابھی تین ہی مرتبہ اس کلمہ کو دہرایا تھا کہ ایک بدنصیب جلے تن نے دور سے ہی ایک تیر چلایا جو رگ اکحل پر لگا اور آپ اسی وقت شہید ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا، یہ ایسا ہی تھا جیسے سورۂ یٰسین والا جس نے کہا تھا کاش میری قوم میری مغفرت اور عزت کو جان لیتی۔

حضرت کعب بن احبار رحؒ کے پاس جب حبیب بن زید بن عاصم رضؓ کا ذکر کیا گیا جو قبیلہ ہوازن بن نجار سے تھے جن کو جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب ملعون نے شہید کر دیا تھا تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم یہ حبیب بھی اسی حبیب کی طرح تھے جن کا ذکر سورۂ یٰسین میں ہے ان سے اس کذاب

نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا بے شک وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اس نے کہا میری نسبت بھی تو گواہی دیتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں تو حبیب نے فرمایا میں نہیں سنتا۔ اس نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تو کیا کہتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں ان کی سچی رسالت کو مانتا ہوں۔ اس نے پھر پوچھا میری رسالت کی نسبت تو کیا کہتا ہے؟ جواب دیا کہ میں نہیں سنتا۔ اس ملعون نے کہا۔ ان کی نسبت تو سن لیتا ہے اور میری نسبت تو بہرا بن جاتا ہے۔

چنانچہ اس کے بعد ایک مرتبہ پوچھتا اور ان کے جواب پر ایک عضو بدن کٹوا دیتا پھر پوچھتا اور یہی جواب پاتا اور ایک عضو بدن کٹوا دیتا اسی طرح جسم کا ایک ایک جوڑ کٹوا دیا اور وہ اپنے سچے اسلام پر آخری دم تک قائم رہے اور جو جواب پہلے تھا وہی آخر تک رہا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی پر آخری دم تک نہایت استقلال و استقامت کے ساتھ قائم رہے رضی اللہ عنہ۔

حافظ الحدیث ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر نے الاستیعاب فی اسماء الاصحاب میں اس واقعہ کو بیان فرمایا ہے اسی طرح سے حافظ ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر میں آیت اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ الخ کے تحت یہ تحریر فرمایا ہے کہ حافظ ابن عساکر عبداللہ بن حذافہ سہمی صحابی کے ترجمہ میں بیان کرتے ہیں کہ:

آپ کو رومی کافروں نے قید کر لیا اور اپنے بادشاہ تک پہنچا دیا بادشاہ نے آپ سے کہا تم نصرانی بن جاؤ میں تمہیں راج پاٹ میں شریک کئے لیتا ہوں اور اپنی شاہزادی کو تمہارے نکاح میں دے دیتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ تو کیا اگر تو اپنی تمام بادشاہت مجھے دے دے اور تمام عرب کا راج بھی مجھے سونپ دے اور یہ چاہے کہ میں ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی اپنے دین محمدی سے پھر جاؤں تو یہ بھی ناممکن ہے بادشاہ نے کہا کہ پھر میں تجھے قتل کر دوں گا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں یہ تجھے اختیار رہے۔ چنانچہ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا اور انہیں صلیب پر چڑھا دیا اور تیر اندازوں نے قریب سے بحکم بادشاہ ان کے ہاتھ پاؤں اور جسم چھیدنا شروع کر دیا۔ بار بار کہا جاتا کہ اب بھی نصرانیت قبول کر لو تو آپ پورے صبر و استقلال سے فرماتے جاتے تھے کہ ہرگز نہیں۔

Marfat.com

آخر بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے سولی سے اتار لو اور پیتل کی بنی ہوئی دیگ تپا کر آگ بنا کر لائی جائے، چنانچہ وہ پیش ہوئی بادشاہ نے ایک اور قیدی مسلمان کی بابت حکم دیا کہ اسے اس میں ڈال دو۔ اسی وقت حضرت عبداللہ بن حذافہ کی موجودگی میں آپ کے دیکھتے ہوئے اس مسلمان قیدی کو اس میں ڈال دیا گیا۔ وہ مسکین صحابی اسی وقت جل مر ہو کر رہ گئے، گوشت پوست جل گیا اور ہڈیاں چمکنے لگیں پھر بادشاہ نے حضرت عبداللہ سے کہا کہ دیکھو اب بھی بات مان لو۔ اور ہمارا مذہب قبول کر لو ورنہ اسی آگ کی دیگ میں اسی طرح تمہیں بھی ڈال کر جلا دیا جائے گا۔ آپ نے پھر بھی اپنے جوش ایمانی سے کام لے کر فرمایا۔

"یہ ناممکن ہے کہ میں خدا کے دین کو چھوڑ دوں"، اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں چرخی پر چڑھا کر اس میں ڈال دو۔ جب یہ اس آگ کی دیگ میں ڈالے جانے کے لئے چرخی پر اٹھائے گئے تو بادشاہ نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں۔ اسی وقت اس نے حکم دیا کہ رک جائیں اور انہیں اپنے پاس بلا لیا اس لئے کہ اب اسے امید بندھ گئی تھی کہ شاید اس عذاب کو دیکھ کر اب اس کے خیالات بدل گئے ہیں۔ میری مان لے گا اور میرا مذہب قبول کر کے میری دامادی میں آ کر میری سلطنت کا ساجھی بن جائے گا۔ لیکن بادشاہ کا یہ خیال بے سود نکلا۔

حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ میں صرف اس وجہ سے رویا تھا کہ آہ آج ایک ہی جان ہے۔ جسے راہ خدا میں اس عذاب کے ساتھ قربان کر رہا ہوں۔ کاش کہ میرے رونگیں رونگیں میں ایک ایک جان ہوتی۔ کہ آج میں سب جانیں راہ خدا میں اسی طرح ایک ایک کر کے فدا کر دیتا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ آپ کو قید خانہ میں رکھا اور کھانا پینا بند کر دیا کئی دن کے بعد شراب اور خنزیر کا گوشت بھیجا لیکن آپ نے اس بھوک پر بھی اس کی طرف توجہ نہ فرمائی، بادشاہ نے آپ کو بلوا بھیجا اور اسے نہ کھانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا اس حالت میں یہ میرے لئے مباح تو ہو گیا ہے لیکن میں تجھ جیسے دشمن کو اپنے بارے میں خوش ہونے کا موقع ہی نہیں دینا چاہتا۔ اب بادشاہ نے کہا اچھا، تو میرے سر کا بوسہ لے لو تو میں تمہیں اور تمہارے ساتھ تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیتا ہوں آپ نے اسے قبول فرما لیا، اس کے سر کا بوسہ لے لیا اور بادشاہ نے بھی اپنا وعدہ پورا کیا۔ آپ کو آپ کے تمام ساتھیوں سمیت چھوڑ دیا جب حضرت عبداللہ بن حذافہ یہاں سے آزاد ہو کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، تو آپ نے فرمایا، ہر مسلمان پر حق ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ماتھا چومے اور میں ابتدا

Marfat.com

کرتا ہوں۔ یہ فرما کر پہلے آپ نے ان کے سر کا بوسہ لیا۔

تاریخ اسلام میں اس قسم کے استقلال و استقامت کے بہت سے واقعات ہیں اس وقت مجھے یہ بتانا ہے کہ ہمارے اسلاف نے نصیحت اور انسانی ہمدردی میں تکلیف تو تکلیف جانیں بھی قربان کردیں۔ ان واقعات سے ظاہر ہے کہ جو دوسرے کا بھلا چاہے گا اپنی بھی بھلا ہوگا یہی مطلب ہے "الدین النصیحۃ" کا۔ خدا ہم سب کو نیک عمل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

بچوں کی دینی تعلیم و تربیت

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝ وَالْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝

برجوں والے آسمان کی قسم، وعدہ کئے ہوئے دن کی قسم، حاضر ہونے والے، حاضر کئے گئے کی قسم، کہ خندقوں والے ہلاک کئے گئے وہ آگ تھی ایندھن والی، یہ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے، مسلمانوں کے ساتھ جو کر رہے تھے اپنے سامنے دیکھ رہے تھے، یہ لوگ ان مسلمانوں کو کسی گناہ کا بدلہ نہیں دے رہے تھے سوائے اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ غالب لائق حمد پر ایمان رکھتے تھے جس کی آسمان و زمین میں بادشاہت ہے اور جو خدا ہر چیز پر حاضر اور خوب واقف ہے، بے شک جن لوگوں نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ستایا پھر توبہ بھی نہ کی ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور جلنے کے عذاب ہیں۔

بروج سے بڑے بڑے ستارے مراد ہیں، اس سے چاند سورج کی بارہ منزلیں بھی بعض لوگوں نے مراد لی ہیں۔ اور یوم الموعود سے مراد قیامت کا دن، شاہد سے جمعہ کا دن اور مشہود سے عرفہ کا دن مراد ہے۔ یعنی ان چیزوں کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خندق والے ہلاک و برباد کر دیئے گئے۔ ان خندق والوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لمبی حدیث میں نہایت مفصل طریقے سے بیان فرمایا ہے اور اس واقعہ کو امام احمدؒ نے مسند میں اور امام مسلمؒ نے اپنے صحیح مسلم میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ:

اگلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا اس کے ہاں ایک جادوگر تھا جب جادوگر بوڑھا ہوا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری موت کا وقت آ رہا ہے۔ مجھے کسی بچے کو سونپ دو کہ میں اسے جادو سکھا دوں۔ چنانچہ ایک ذہین لڑکے کو وہ تعلیم دینے لگا۔

جب لڑکا اس کے پاس جاتا تو راستہ میں ایک درویش کا گھر پڑتا جہاں وہ عبادت میں اور کبھی وعظ میں مشغول ہوتا یہ بھی کھڑا ہو جاتا اور اس کے طریق عبادت کو دیکھتا اور وعظ سنتا اس طرح اب آنے جانے یہاں رک جانا اس کا معمول بن گیا تھا۔ جادوگر بھی مارتا اور ماں باپ بھی یوں کہ دونوں جگہ یہ دیر سے پہنچتا تھا۔ ایک دن اس بچے نے راہب کے سامنے اپنی یہ شکایت بیان کی تو درویش نے کہا کہ جب جادوگر تم سے دیر ہونے کی وجہ پوچھے تو کہہ دینا کہ گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب گھر والے بگڑیں تو کہہ دینا کہ آج جادوگر نے روک لیا تھا۔ یوں ہی ایک زمانہ گذر گیا کہ ایک طرف تو وہ جادو سیکھتا تھا اور دوسری جانب کلام اللہ اور دین الٰہی سیکھتا تھا۔

ایک دن یہ کیا دیکھتا ہے کہ راستے میں ایک زبردست وہیبت ناک جانور پڑا ہوا ہے اور لوگوں کی آمدورفت بند کر رکھی ہے سب لوگ دونوں جانب حیران و پریشان کھڑے ہیں اس نے اپنے دل میں سوچا کہ آج موقع ہے کہ میں امتحان کر لوں کہ درویش کا دین خدا تعالیٰ کو پسند ہے یا جادوگر کا۔ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور یہ کہہ کر اس پر پھینکا کہ خدایا اگر تیرے نزدیک درویش کا دین اور اس کی تعلیم جادوگر سے زیادہ محبوب ہے تو اس خطرناک جانور کو اس پتھر سے ہلاک کر دے تاکہ لوگوں کو اس بلا سے نجات ملے۔ پتھر کے لگتے ہی وہ جانور مر گیا اور لوگوں کا آنا جانا شروع ہو گیا۔ پھر جا کر درویش کو خبر دی۔ اس نے کہا کہ پیارے بچے! تو مجھ سے افضل ہے اب خدا کی طرف سے تمہاری آزمائش ہو گی۔ اگر ایسا ہوا تو تم کسی کو میری خبر نہ کرنا۔

اب اس بچے کے پاس حاجت مندوں کا تانتا لگ گیا اور اس کی دعا سے مادرزاد اندھے، کوڑھی، جذامی اور ہر قسم کے بیمار اچھے ہونے لگے۔ بادشاہ کے ایک نابینا وزیر کے کان میں بھی یہ آواز پڑی وہ بڑے تحفے تحائف لے کر حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اگر تو مجھے شفا دے دے تو یہ سب میں تجھے دے دوں گا اس نے کہا کہ شفا میرے ہاتھ میں نہیں میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا۔ شفا دینے والا تو اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ اگر تو اس پر ایمان لانے کا وعدہ کرے تو میں اس سے دعا کروں۔ وزیر نے اقرار کر لیا۔ بچے نے اس کیلئے دعا کی۔ اللہ نے اسے شفا دے دی۔ وہ بادشاہ کے دربار میں آیا اور جس طرح اندھا ہونے سے پہلے کام کرتا تھا کرنے لگا اور آنکھیں

بالکل روشن تھیں۔ بادشاہ نے متعجب ہو کر پوچھا کہ تجھے آنکھیں کس نے دیں؟ اس نے کہا میرے رب نے۔ بادشاہ نے کہا، ہاں یعنی میں نے۔ وزیر نے کہا نہیں نہیں۔ میرا اور تیرا رب اللہ تعالے ہے۔ بادشاہ نے کہا اچھا تو کیا میرے سوا تیرا کوئی اور بھی رب ہے۔ وزیر نے کہا ہاں، میرا اور تیرا رب اللہ عزوجل ہے۔

بادشاہ اسے مارنا پیٹنا اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانے لگا اور پوچھنے لگا کہ یہ تعلیم تجھے کس نے دی؟ آخر اس نے بتا دیا کہ اس بچے کے ہاتھ پر میں نے اسلام قبول کیا ہے۔

بادشاہ نے اس لڑکے کو بلوایا اور کہا۔ اب تو تم جادو میں خوب کامل ہو گئے ہو کہ اندھوں کو دیکھتا اور بیماروں کو تندرست کرنے لگ گئے ہو۔ اس نے کہا غلط ہے، نہ میں کسی کو شفا دے سکتا ہوں نہ جادو۔ شفا اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے کہنے لگا ہاں یعنی میرے ہاتھ میں ہے کیونکہ اللہ تو میں ہی ہوں۔ اس نے کہا، ہرگز نہیں۔ کہا پھر کیا تو میرے سوا کسی اور کو رب مانتا ہے تو وہ کہنے لگا ہاں میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ بادشاہ نے اب اسے طرح طرح کی سزائیں دینی شروع کیں یہاں تک نہ درویش کا پتہ لگالیا۔

درویش کو بلا کر اس سے کہا کہ تو اسلام چھوڑ دے اور اس دین سے پلٹ جا۔ اس نے انکار کیا تو بادشاہ نے آرے سے اسے چیر دیا اور ٹھیک دو ٹکڑے کرکے پھینک دیا۔

بادشاہ نے پھر اس نوجوان سے کہا کہ تو اب بھی دین سے پھر جا۔ اس نے بھی انکار کیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ ہمارے سپاہی اسے فلاں پہاڑ پر لے جائیں اور اس کی بلند چوٹی پر پہنچ کر لڑکے سے اس کا دین چھوڑ دینے کو کہیں اگر مان لے تو اچھا ہے ورنہ وہیں سے اس کو لڑھکا دیں، چنانچہ یہ لوگ اسے لے گئے جب وہاں سے دھکا دینا چاہا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَا شِئْتَ۔ خدایا جس طرح چاہے تو مجھے ان سے نجات دے۔ اس دعا کے ساتھ ہی پہاڑ ہلا اور وہ سب سپاہی لڑھک گئے۔ صرف وہ بچہ بچا رہا وہاں سے وہ اترا اور ہنسی خوشی پھر اس ظالم بادشاہ کے پاس آگیا۔ بادشاہ نے کہا یہ کیا ہوا، میرے سپاہی کہاں ہیں فرمایا میرے خدا نے مجھے ان سے بچالیا۔

بادشاہ نے کچھ اور سپاہی بلوائے اور ان سے کہا کہ اسے کشتی میں بٹھا کر لے جاؤ اور بیچوں بیچ سمندر میں ڈبو کر چلے آؤ۔ یہ اسے لے کر چلے اور بیچ و بیچ سمندر میں پہنچ کر جب اسے پھینکنا چاہا تو پھر اس نے وہی دعا کی کہ بار الہا! جس طرح چاہ تو مجھے ان سے بچا۔ موج اٹھی اور وہ سارے کے سارے

سپاہی سمندر میں ڈوب گئے ۔ صرف وہ بچہ ہی باقی رہ گیا ۔ یہ پھر بادشاہ کے پاس آیا اور کہا میرے رب نے مجھے ان سے بھی بچا لیا ۔ بادشاہ اس کو دیکھ کر دم بخود رہ گیا ۔

لڑکا بادشاہ سے کہتا ہے کہ اے بادشاہ ! تو چاہے تمام تدبیریں کر ڈال لیکن مجھے ہلاک نہیں کر سکتا ۔ ہاں جس طرح میں کہوں اس طرح اگر کرے تو البتہ میری جان نکل جائے گی ۔ اس نے کہا کیا کروں فرمایا ، تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر پھر کھجور کے تنے پہ سولی چڑھا اور میرے ترکش میں سے ایک تیر میرے کمان پر چڑھا اور بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ (یعنی اس اللہ کے نام سے جو اس بچے کا رب ہے) کہہ کر وہ تیر میری طرف پھینک ۔ وہ تیر مجھے لگے گا اور اس سے میں مروں گا ۔ چنانچہ بادشاہ نے یہی کیا ۔ تیر بچے کی کنپٹی میں لگا ۔ اس نے اپنا ہاتھ اس جگہ رکھ لیا اور شہید ہوگیا ۔ اس کے اس طرح شہید ہوتے ہی لوگوں کو اس کے دین کی سچائی کا یقین ہوگیا اور ہر طرف سے یہ آوازیں اٹھنے لگیں ۔

اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ ۔ ہم سب اس بچے کے رب پر ایمان لے آئے

یہ حال دیکھ کر بادشاہ کے ساتھی بہت گھبرائے اور بادشاہ سے کہنے لگے ۔ اس لڑکے کی ترکیب ہم تو سمجھے ہی نہیں دیکھئے اس کا یہ اثر پڑا کہ سب لوگ اس کے مذہب پر ہوگئے اور مسلمان ہو گئے ۔ ہم نے تو اسی لئے اسے قتل کیا کہ یہ مذہب کہیں پھیل نہ جائے لیکن وہ ڈر تو سامنے ہی آگیا اور سب مسلمان ہوگئے ۔

بادشاہ نے کہا ۔ اچھا ایسا کرو کہ تمام محلوں اور راستوں میں خندقیں کھدواؤ ۔ ان میں لکڑیاں بھرو اور ان میں آگ لگا دو ۔ جو اس دین سے پھر جائے اسے چھوڑ دو اور جو نہ مانے اسے اس آگ میں ڈال دو ۔ ان مسلمانوں نے صبر وسہار کے ساتھ آگ میں جلنا منظور کرلیا اور اس میں کود کود کر گرنے لگے ۔ البتہ ایک عورت جس کی گود میں دودھ پیتا چھوٹا سا بچہ تھا وہ ذرا جھجکی تو اس بچے کو خدا نے بولنے کی طاقت دی اس نے کہا اماں کیا کر رہی ہو تم تو حق پر ہو صبر کرو اور اس میں کود پڑو ۔ چنانچہ وہ بھی بچہ سمیت اسی آگ میں شہید ہوگئی ۔

یہ ہیں توحید کے وہ پروانے جنہوں نے اس جلتی ہوئی آگ میں کود کر توحید و اسلام کو ہمیشہ کے لئے زندہ رکھا ۔ سچ ہے ۔

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

اس واقعہ سے ہمیں بہت سے سبق اور عبرت کی باتیں حاصل ہو رہی ہیں ۔ پہلی بات تو یہ ہے

کہ اگر اسلامی معاملات میں کسی قسم کی تکلیف جانی یا مالی اٹھانی پڑے تو ہم کو شوق سے برداشت کر لینی چاہیئے اسی کو عربی میں استقامت کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں اصحاب الاخدود کی طرح اور بہت سے واقعات ہیں۔ ہم استقامت کے سلسلے میں قرآن مجید کی چند آیتیں پیش کر رہے ہیں اور ساتھ ہی صحابہ کرام کے سچے حالات بھی بیان کریں گے جس سے صحیح اندازہ ہو جائے گا کہ اسلام کو ہمارے اسلاف کرام نے اپنے خون سے سینچا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۔ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۔ (بقرہ)

کیا تم کو خیال ہے کہ جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ ابھی تم پر تم سے پہلوں کے سے احوال نہیں آئے، ان کو سختی اور تکلیف پہنچتی رہی اور بہت زیادہ ہلائے گئے یہاں تک کہ رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے کہنے لگے، اللہ کی مدد کب آئے گی سن لو! اللہ کی مدد نزدیک ہے۔

پہلے لوگوں کو بھی اس میں جانچا گیا جن میں سے جھوٹے اور سچے کا فرق ظاہر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۔ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۔ (عنکبوت)

کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ صرف ان کے اس بات کے کہنے کی وجہ سے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں ہم انہیں بغیر آزمائے ہوئے چھوڑ دیں گے، ان سے پہلے لوگوں کو ہم نے خوب جانچا ہے اللہ تعالیٰ انہیں بھی جان لے گا جو سچے ہیں اور انہیں بھی جان لے گا جو جھوٹے ہیں۔

اگلوں کی استقامت کے ان احوال میں سے جن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے سامنے نمونہ کے طور پر پیش کیا ہے وہ واقعہ ہے جس کو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں نقل کیا ہے کہ:۔

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی مصیبتوں کا حال بیان کیا اور درخواست کی کہ ہمارے لئے دعا کیجئے۔ چونکہ یہ بھی ایک قسم کی بیتابی کا اظہار تھا اس لئے آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں ایسا مرد بھی ہوا ہے کہ جس کو

Marfat.com

زمین میں گاڑ دیا جاتا تھا اور آرہ سے چیر کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے تھے مگر یہ اس کو دین حق سے روگردانی نہیں کرنے دیتا تھا۔ اور لوہے کی کنگھیوں سے اس کا گوشت ہڈی سے نوچ کر تار تار کر دیا جاتا تھا۔ مگر یہ تکلیف بھی اس کو اس کے دین سے نہ ہٹا سکتی تھی۔ (بخاری)

پہلے خطبوں میں استقامت کی بعض مثالیں نمونے کے طور پر پیش کی گئی ہیں۔ آج آپ خبیب بن علی رضی اللہ عنہ کے مختصر احوال بھی سن لیجئے جو نہایت ہی سبق آموز اور درد انگیز ہیں۔

ان کا واقعہ اس طرح پیش آیا ہے کہ ۳ھ میں غزوہ رجیع ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو دس آدمیوں پر امیر بنا کر تبلیغ کے لئے روانہ فرمایا عسفان اور مکہ کے درمیان میں بنی ہذیل کا ایک قبیلہ لحیان رہتا تھا۔ اس کو خبر ہوگئی۔ اس کے سو تیر اندازوں نے اس مختصر جماعت کو گھیر لیا سات آدمی اس جگہ لڑ کر شہید ہو گئے۔

تین شخص جن میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ بھی تھے زندہ بچے یہ تینوں جان بخشی کے عہد و پیمان پر پہاڑی کے نیچے اترے۔ تیر اندازوں نے کمان کی تانت کھول کر ان کے ہاتھ باندھے ایک غیرت مند مسلمان اس بے عزتی کو گوارا نہ کر سکا اور مردانہ وار لڑ کر جان دے دی۔ اب صرف دو شخص باقی رہ گئے ان کو لے کر مکہ کے بازار میں فروخت کر دیا۔ اسلام کے اس یوسف کو حارث بن عامر کے بیٹوں نے خریدا جسے غزوہ بدر میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ ہی نے قتل کیا تھا۔ عقبہ بن حارث نے اپنے گھر میں لا کر قید کیا۔ ہاتھ میں ہتھکڑیاں تھیں اور موہب کو نگرانی پر مقرر کیا۔ عقبہ کی بیوی کھانا کھلاتے وقت ہاتھ کھول دیا کرتی تھی۔ کئی مہینہ قید میں رہے۔ شہر حرام گزر گئے تو قتل کی تیاریاں ہونے لگیں۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے موہب سے تین باتوں کی درخواست کی تھی۔ (۱) آب شیریں پلانا (۲) بتوں کا ذبیحہ نہ کھلانا۔ (۳) قتل سے پہلے خبر کر دینا۔

یہ آخری درخواست عقبہ کی بیوی سے بھی کی تھی۔ قتل کا ارادہ ہوا تو اس نے ان کو آگاہ کر دیا انہوں نے طہارت کے لئے اس سے استرہ مانگا اس نے لا کر دے دیا۔ اس کا بچہ کھیلتا کھیلتا اس کے پاس چلا آیا۔ انہوں نے اس کو اپنی ران پر بٹھایا۔ ماں کی نظر پڑی تو دیکھا ننگا استرہ ان کے ہاتھ میں ہے اور بچہ ان کے زانوں پر ہے۔ یہ منظر دیکھ کر وہ کانپ اٹھی۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تمہارا کیا خیال ہے کیا تم سمجھ رہی ہو کہ میں اپنے خون کا بدلہ اس بچے سے لوں گا۔ حاشا یہ ہماری شان نہیں۔

Marfat.com

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی باتوں کا اس پر خاص اثر ہوا چنانچہ وہ کہتی تھی کہ خبیب سے بہتر کسی قیدی کو نہیں دیکھا۔ میں نے بارہا ان کے ہاتھ میں انگور کا خوشہ دیکھا حالانکہ اس زمانے میں انگور کی فصل بھی نہ تھی۔ اس کے علاوہ وہ بندھے ہوئے تھے اس لئے یقیناً وہ خدا کا دیا ہوا رزق تھا جو خزانۂ غیب سے ان کو ملتا تھا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قتل میں مشرکین نے بڑا اہتمام کیا حرم سے باہر مقام تنعیم میں ایک درخت پر سولی کا پھندا لٹکا دیا گیا۔ آدمی جمع کئے گئے۔ مرد و عورت۔ بوڑھے اور بچے۔ امیر و غریب، وضیع و شریف غرض ساری خلقت تماشائی تھی۔ جب عقبہ کے لوگ ان کو بھینے کے لئے آئے تو فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ دو رکعت نماز پڑھ لوں، زیادہ پڑھوں گا تو تم لوگ کہو گے کہ میں موت سے گھبرا کر بہانہ ڈھونڈ رہا ہوں۔ نماز سے فارغ ہو کر مقتل کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں یہ دعا زبان پر تھی۔

اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ اَحَدًا۔ — اے پروردگار تو ان کو شمار کرکے اور ایک ایک کرکے قتل کرا اور ان میں سے کسی کو نہ چھوڑ۔

پھر یہ پڑھتے ہوئے سولی کے نیچے پہنچے۔

وَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا — عَلٰی اَیِّ جَنْبٍ کَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِیْ
وَذٰلِکَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ یَّشَاْءُ — یُبَارِکْ عَلٰی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

اگر مسلمان رہ کر میں مارا جاؤں تو مجھے غم نہیں کہ کس پہلو پر خدا کی راہ میں پچھاڑا جاتا ہوں۔ جو کچھ ہو رہا ہے خدا کی محبت میں ہو رہا ہے اگر وہ چاہے تو ان کٹے ہوئے ٹکڑوں پر برکت نازل کرے گا۔

مولانا قاضی سلیمان صاحب منصورپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنے اشعار میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے مفہوم کو یوں ادا فرماتے ہیں۔

جب نکلتی جان ہے اسلام پر — تب نہیں پرواہ مجھ کو جان کی
کیوں نہ دوں کامل خوشی سے اپنی جاں — چاہئے مجھ کو رضا رحمان کی
آرزو پنہاں مرے سینے میں تھی — اس دل مشتاق پر ارمان کی
آنکھ کر لیتی زیارت وقت نزع — داعیٔ حق ہادیٔ ایمان کی

اے خدا پہنچا مرا ان کو سلام
جان جس پر میں نے ہے قربان کی

طبری اور سیرت ابن ہشام جلد دوم اور رحمۃ للعالمین جلد اول میں ہے کہ حضرت خبیب کو جب سولی کے تختہ پہ چڑھایا گیا تو ایک سخت دل نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے دل کو چھیدا اور کہا اب تو تم بھی پسند کرتے ہو گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پھنس جائے اور میں چھوٹ جاؤں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے جواب دیا کہ خدا خوب جانتا ہے کہ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بچ جانے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے۔

پھر ان سے کہا گیا کہ اسلام چھوڑ دو تمہیں آزاد کر دیا جائے گا۔ تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم۔ اگر تمام دنیا کی سلطنت بھی میرے سامنے پیش کر دو تب بھی میں اسلام نہیں چھوڑ سکتا مشرکین نیزوں سے چھیدتے جاتے اور اس قسم کے سوال و جواب کرتے جاتے تھے۔

آخر عقبہ بن حارث اور مغیرہ عبدری نے گلے میں پھندا ڈالا اور ہمیشہ کے لئے ان کو راحت کی نیند سلا دیا۔ یہ کیسا عجیب منظر تھا اسلام کے ایک غریب الوطن فرزند پہ کیسے ظلم و ستم ہو رہے تھے بعلی نے کفر کا خونی وفا تل توحید کے فرزند کو کس طرح ذبح کر رہا تھا۔ یہ سب کچھ تھا مگر مجسمۂ اسلام اب بھی پیکر صبر و رضا بنا ہوا تھا اور بغیر کسی اضطراب کے نہایت سکون سے جان دے دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فاجعۂ عظمیٰ کی خبر وحی کے ذریعے ہوئی تو فرمایا اے خبیب تجھ پر سلام۔ اور عمرو بن ربیعہ ضمری کو اس شہید وفا کی لاش کا پتہ لگانے کے لئے مکہ بھیجا۔ عمرو بن ربیعہ رات کو سولی کے پاس ڈرتے ڈرتے گئے۔ درخت پر چڑھ کر رسی کاٹی جسد اطہر زمین پہ گرنا چاہا کہ اتر کر اسے اٹھا لیا لیکن یہ جسم زمین کے قابل نہ تھا بلکہ ان کو فرشتوں نے اٹھا کر اس مقام تک پہنچایا جہاں شہیدان راہ وفا کی روحیں رہتی ہیں۔

عمرو بن ربیعہ کو سخت حیرت ہوئی بولے۔ کیا میں تو نہیں بھول گئی قتل کرتے وقت انہیں مشرکین نے قبلہ رخ نہیں رکھا تھا لیکن جو چہرہ قبلہ کی طرف پھر چکا تھا وہ کسی دوسری طرف کیوں کر پھر سکتا تھا مشرکین نے بار بار پھیرنے کی کوشش کی مگر ہر طرح انہیں ناکامی رہی۔

سعد بن عامر رضی اللہ عنہ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عمال میں سے تھے ان کا یہ حال تھا کہ کبھی کبھی یکبارگی بیہوش ہو جایا کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے وجہ دریافت کی تو بولے مجھے نہ کوئی مرض ہے نہ کوئی اور شکایت ہے۔ جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو صلیب پر چڑھایا گیا تو میں اس وقت اس مجمع میں موجود تھا مجھے جس وقت حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی باتیں یاد آجاتی ہیں تو میں کانپ کر بیہوش ہو جایا کرتا ہوں۔ مجھے اپنے آپ پر قابو نہیں رہتا اور فوراً

ہی میں بیہوش ہو جاتا ہوں (رحمۃ للعالمین ج ۱)

اس قسم کے صحابہ کرام کے چند واقعات اور سنئے۔

حضرت صہیب اور حضرت عمار رضی اللہ عنہما کو لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں چھوڑ دیتے تھے لیکن دھوپ کی شدت سے ان کی حرارت اسلام میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی تھی۔ کفار مکہ حضرت ابو فکیہہؓ کے پاؤں میں بیڑی ڈال کر دھوپ میں لٹا دیتے پھر پشت پر بڑے پتھر کی چٹان رکھ دیتے یہاں تک کہ آپ مختل الحواس ہو جاتے۔

ایک دن امیہ نے ان کے پاؤں میں رسی باندھی اور آدمیوں کو ان کے گھسیٹنے کا حکم دے دیا۔ اس کے بعد ان کو تپتی ہوئی زمین پر لٹا دیا اتفاق سے راہ میں ایک گبریلا جا رہا تھا۔ امیہ نے استہزاءً کہا تیرا پروردگار یہی تو نہیں۔ بولے میرا اور تیرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہی ہے اس پر اس نے زور سے گلا گھونٹا لیکن اس کے بے درد بھائی کو جو اس وقت اس کے ساتھ تھا اس پر بھی تسکین نہیں ہوئی اور اس نے کہا کہ اس کو اور اذیت دو۔ (اسد الغابہ تذکرہ صہیب و ابو فکیہہ)

حضرت سمیہؓ حضرت عمارؓ کی والدہ تھیں ایک دن کفار نے ان کو دھوپ میں لٹا دیا تھا۔ اس حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوا تو فرمایا صبر کرو صبر۔ تمہارا ٹھکانہ جنت میں ہے۔ لیکن ابوجہل کو اس پر تسکین نہ ہوئی اور اس نے برچھی مار کر ان کو شہید کر دیا چنانچہ اسلام میں سب سے پہلے شرف شہادت انہیں کو نصیب ہوا (اسد الغابہ تذکرہ سمیہؓ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن جب ان سے پہلے اسلام لائیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو اس قدر مارا کہ تمام بدن لہو لہان ہو گیا اور انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ جو کچھ کرنا ہو کرو ہم اسلام لا چکی۔ (تذکرہ عمرؓ)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے جب خانہ کعبہ میں اپنے اسلام کا اعلان کیا تو ان پر کفار ٹوٹ پڑے اور مارتے مارتے زمین سے لگا دیا۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب اول اول خانہ کعبہ میں قرآن مجید کی چند آیتیں باآواز بلند پڑھیں تو کفار نے ان کو اس قدر مارا کہ ان کے چہرے پر نشان پڑ گئے لیکن انہوں نے صحابہ کرام سے کہا کہ اگر کہو تو کل پھر اسی طرح باآواز بلند قرآن مجید کی تلاوت کروں۔ درحقیقت صحابہ کرامؓ ہنسی خوشی ساری تکالیف کو خندہ پیشانی کے ساتھ جھیلنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ (اسد الغابہ تذکرہ عبداللہ بن مسعودؓ)

Marfat.com

ان اذیتوں کے علاوہ کفار ان غریبوں کو اور بھی مختلف طریقوں سے ستاتے تھے۔ پانی میں غوطے دیتے تھے، مارتے تھے، بھوکا پیاسا رکھتے تھے، یہاں تک کہ کمزوری کی وجہ سے بیٹھ نہیں سکتے تھے چلنا پھرنا مشکل ہوجاتا تھا۔ (اسد الغابہ)

یہ وہ لوگ تھے جن میں اکثر یا تو لونڈی و غلام تھے یا غریب الوطن لیکن ان کے علاوہ بہت سے دولت مند اور معزز لوگ بھی کفار کی دست درازی سے محفوظ نہ رہ سکے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہایت معزز شخص تھے لیکن جب اسلام لائے تو خود ان کے چچا نے ان کو رسی میں باندھ دیا یہی ان کا ہر روز کا مشغلہ بنا رہتا تھا۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تو ان کا چچا ان کو چٹائی میں لپیٹ کر لٹا دیتا تھا پھر نیچے سے ان کی ناک میں دھواں دیتا تھا۔ (ریاض النضرہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چچا زاد بھائی سعید بن زید اسلام لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو رسی میں باندھ دیا۔ (بخاری)

حضرت عیاش بن ابی ربیعہ اور سلمہ بن ہشام اسلام لائے تو کفار نے دونوں کے پاؤں کو ایک ساتھ باندھ دیا۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تو ایک تقریر کے ذریعہ دعوت اسلام دی۔ کفار نے جب یہ نامانوس سی آواز سنی تو ان پر ٹوٹ پڑے اور اس قدر مارا کہ قبیلہ بنو تمیم کو ان کی موت کا یقین آگیا۔ وہ ان کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر گھر لے گئے۔ شام کے وقت ان کی زبان کھلی تو بجائے اس کے کہ اپنی تکلیف بیان کرتے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حال پوچھا۔ اب خاندان کے لوگ بھی ان سے الگ ہوگئے لیکن ان کو اسی محبوب کے نام کی رٹ لگی رہی۔ بالآخر لوگوں نے ان کو آپ تک پہنچا دیا۔ آپ نے یہ حالت دیکھی تو ان کے اوپر گر پڑے۔ ان کا بوسہ لیا اور انتہائی رقت طبع کا اظہار فرمایا۔ (اسد الغابہ)

صبر و استقامت کی یہ بہترین مثالیں تھیں اور صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں خود اہل کتاب تک ان کے معترف تھے۔ چنانچہ استیعاب میں ہے کہ جب صحابہ کرام شام میں گئے تو ایک اہل کتاب نے ان کو دیکھ کر کہا کہ عیسیٰ بن مریمؑ کے وہ اصحاب جو آروں سے چیرے گئے اور سولی پہ لٹکائے گئے ان مسلمانوں سے زیادہ تکلیفیں برداشت کرنے والے نہ تھے۔

میں اسلامی تاریخ کے لق و دق میدان میں بہت دور چلا گیا۔ اصل موضوع اصحاب الاخدود کے

ذکر کے ساتھ ہی ساتھ ان کے قائد اعظم اور ہادئ اکبر حضرت عبداللہ بن تامر رضی اللہ عنہ کے استقلال و استقامت کو بیان کرنا تھا کہ اس نوجوان بچے میں یہ شجاعت و لبسالت اور جرأت و دلیری کیسے پیدا ہوئی میں تو یہی کہوں گا کہ یہ دینی تعلیم اسلامی نصیحت سننے کی وجہ سے پیدا ہوئی کہ اس نے اپنے رنگ میں ہزاروں کو رنگ دیا۔

اگر ہم اپنے بچوں کو دینی اور اسلامی تعلیم دیں اور دلائیں اور اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں تو حضرت عبداللہ بن تامرؓ جیسے ہو سکتے ہیں۔

لڑکپن اور بچپن میں اگر بچے کی صحیح تربیت ہوئی اور تہذیب و اخلاق کے سانچے میں اسے ڈھالا گیا تو زندگی کے آخری لمحات تک نیکیوں میں پھلیں اور پھولیں گے۔ اور اس عمر میں اگر ان کی صحیح تربیت نہیں ہوئی تو ہمیشہ کی زندگی خراب ہو جائے گی۔ مثل مشہور ہے کہ "گودیوں کے بنائے ہوئے کبھی نہیں بگڑتے اور پوتڑوں کے بگاڑے کبھی نہیں سنورتے"۔ اس کا مطلب بالکل صاف ہے۔ کہ انسان کے اچھے یا بُرے اخلاق کی بنیاد پڑنے کا وقت یہی بچپن کا ہی زمانہ ہے۔ اس زمانہ میں جو بچہ اخلاق سیکھ لے گا وہ عمر بھر نیک بنا رہے گا۔ اور جو خراب عادتیں سیکھ لے گا۔ وہ ہمیشہ خراب ہی ہوگا۔ بچے کی مثال ایک نرم شاخ کی طرح ہے۔ کہ اس کو جس طرح اور جس طرف چاہو، موڑ سکتے ہو۔ مضبوط اور سخت یا خشک ہو جانے کے بعد اسے نہیں موڑ سکتے۔

والدین کا فرض ہے کہ بچے کی اسی بچپن ہی کی عمر سے اچھی طرح پرورش کریں۔ اچھی باتیں اور نیک عادتیں سکھائیں تاکہ اخیر وقت تک نیک رہیں اور ماں باپ کے لیئے بھی نیک دعائیں کریں۔ ان کی اچھی تعلیم و تربیت کا اثر کئی پشتوں تک جاری رہے گا۔ والدین کے مرنے کے بعد بھی برابر ثواب اور اجرِ عظیم ملتا رہے گا۔

جو ماں باپ بچے کے لاڈ پیار میں آکر اس کو بالکل آزاد چھوڑ دیتے ہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور کہتا ہے۔ اپنے ماحول اور بری صحبتوں میں رہ کر بدزبانی و بداخلاقی سیکھتا ہے۔ ماں باپ بچے کی نہ نگرانی کرتے ہیں نہ بری صحبتوں سے بچاتے ہیں اور نہ اچھی باتیں سکھاتے ہیں اور نہ بُری باتوں سے روکتے ہیں تو وہ والدین اپنے بچے کو خود ہی بگاڑ دیتے ہیں اور اس کے خطرناک نتائج کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

اگر ماں باپ نیک ہوتے ہیں اور بچوں کو نیک کاموں کی تلقین کرتے ہیں تو اس کا خوشگوار

اثر بچوں پر پڑتا ہے اور نیک ہوتا ہے اور اگر ماں باپ برے ہوتے ہیں اور بچوں کو بھی برائی سے نہیں روکتے ہیں تو ان کا بھی اثر بچوں پر ہوتا ہے۔

اسی نکتہ کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ۔

ہر بچہ فطرت اسلام ہی پر پیدا ہوتا ہے پس ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

ماں باپ اگر مومن موحد ہیں تو بچہ بھی مسلمان رہتا ہے۔ اگر ماں باپ یہودی یا نصرانی وغیرہ ہوتے ہیں تو بچہ بھی وہی روش اختیار کرتا ہے کیونکہ بچے نقال ہوتے ہیں ماں باپ کو جس روش پر دیکھتے ہیں وہی طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ اسی لئے ماں باپ کا نیک ہونا بھی ضروری ہے۔

دنیا میں دراصل ماں باپ کی آغوش پہلا مدرسہ اور تعلیم گاہ ہے اس جگہ بچے سب سے پہلے زبان اور بول چال سیکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا اَفْصَحَ اَوْلَادُكُمْ تَعَلَّمُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ثُمَّ لَا تُبَالُوْا مَتٰى مَاتُوْا وَاِذَا اَثْغَرُوْا فَمُرُوْهُمْ بِالصَّلٰوةِ

جب بچہ بولنے لگے تو لا الٰہ الا اللہ سکھاؤ اور جب دودھ کے دانت گر جائیں تو نماز کی تعلیم دو۔

اور یہ بھی فرمایا۔

مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِى الْمَضَاجِعِ۔ (ابوداؤد)

جب بچے سات برس کے ہو جائیں تو نماز کے پڑھنے کا حکم دو اور اگر دس برس کی عمر میں نماز نہ پڑھیں تو ان کو مارو اور الگ الگ سلاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لِاَنْ يُّؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهٗ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّتَصَدَّقَ بِصَاعٍ۔ (ترمذی)

آدمی کا اپنی اولاد کو ادب سکھانا اس بات سے بہتر ہے کہ ایک صاع صدقہ کرے۔

دوسری جگہ فرمایا کہ اولاد کے لئے اچھے ادب سے بڑھ کر کوئی عطیہ نہیں ہے۔

Marfat.com

غرضیکہ اسلام نے بچوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں بہت ہی تاکیدی حکم دیا ہے۔ اگر مسلمان اس پر عمل کرتے اور اپنے بچوں کو اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالتے تو یہ بچے بڑے ہو کر دینی دنیاوی ترقیات حاصل کر کے سعادت دارین کے مستحق ہوتے۔ لیکن بے توجہی کی وجہ سے ان کے بچے خراب ہو گئے تو نہ وہ دنیا کے رہے نہ دین کے نہ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے۔

موجودہ زمانے میں اوّلاً تو کوئی صحیح تعلیم و تربیت نہیں کی جاتی اگر کسی نے کچھ تھوڑی بہت توجہ کی بھی تو دنیاوی اسکول میں داخلہ کرا دیا تو وہاں کی تعلیم اسلامی نقطۂ نگاہ سے مخرب اخلاق ہے۔ اس تعلیم کو حاصل کر کے اور زیادہ گمراہ ہو جاتے ہیں بلکہ بے پڑھے لکھے ان سے اچھے ہوتے ہیں۔

مولانا حالی مرحوم نے اپنی مسدس میں اپنے زمانہ کے مسلمان اور شریفوں کے بچوں کا جو حال لکھا ہے اس سے کہیں زیادہ اب شرفاء کی اولاد کا بُرا حال ہے۔ مسدس کے چند عبرت آموز اشعار سنیئے۔

شریفوں کی اولاد بے تربیت ہے — تباہ ان کی حالت بری ان کی گت ہے
کسی کو کبوتر اڑانے کی لت ہے — کسی کو بٹیریں لڑانے کی دھت ہے
چرس اور گانجے پہ شیدا ہے کوئی
مدک اور چنڈو کا رسیا ہے کوئی

سدا گرم انفار سے ان کی صحبت! — ہر اک رند اوباش ہے ان کی ملت!
پڑھے لکھوں کے سایہ سے انکو وحشت — مدارس کی تعلیم سے ان کو نفرت
کمینوں کے جرگے میں عمریں گنوانی
انہیں گالیاں دینی اور آپ کھانی

نہ علمی مدارس میں ہیں ان کو پاتے — نہ شائستہ جلسوں میں ہیں آتے جاتے
یہ میلوں کی رونق ہیں جا کر بڑھاتے — پڑے پھرتے ہیں دیکھتے اور دکھاتے
کتاب اور معلم سے پھرتے ہیں بھاگے
مگر ناچ گانے میں ہیں سب سے آگے

اگر کیجئے ان پاک شہدوں کی گنتی — ہوا جن کے پہلو سے بچ کر ہے چلتی
مل خاک میں جن سے عزت بڑوں کی — مٹی خاندانوں کی جن سے بزرگی
تو یہ جس قدر خانہ برباد ہوں گے
وہ سب ان شریفوں کی اولاد ہونگے

Marfat.com

ہوئی ان کی بچپن میں یوں پاسبانی　　کہ قیدی کی جیسے کٹے زندگانی
لگی جب سمجھ بوجھ ہونے سیانی　　چڑھی بھوت کی طرح سر پر جوانی
بس اب گھر میں دشوار تھمنا ہے ان کا
اکھاڑوں میں تکیوں میں رمنا ہے ان کا

نشے میں مئے عشق کے چور ہیں وہ　　صفِ فوج مژگاں میں محصور ہیں وہ
غمِ چشم و ابرو میں رنجور ہیں وہ　　بہت ہاتھ سے دل کے مجبور ہیں وہ
کریں کیا کہ ہے عشق طینت میں ان کی
حرارت بھری ہے طبیعت میں ان کی

اگر شش جہت میں کوئی دلربا ہے　　تو دل ان کا نادیدہ اس پر فدا ہے
اگر خواب میں کچھ نظر آگیا ہے　　تو یاد اس کی دن رات نام خدا ہے
بھری جس کی وحشت سے روداد ہے یاں
جسے دیکھئے قیس و فرہاد ہے یاں

اگر ماں ہے دکھیا تو ان کی بلا سے　　اپاہج ہے باوا تو ان کی بلا سے
جو ہے گھر میں فاقہ تو ان کی بلا سے　　جو مرتا ہے کنبہ تو ان کی بلا سے
جنہوں نے لگائی ہو لو دلربا سے
غرض پھر انہیں کیا رہی ماسوا سے

نہ گالی سے دشنام سے جی چرائیں　　نہ جوتی سے پیزار سے جھجکیں
جو میلوں میں جائیں تو لچپن دکھائیں　　جو محفل میں بیٹھیں تو فتنے اٹھائیں
لرزتے ہیں اوباش ان کی ہنسی سے
گریزاں ہیں رندان کی ہمسائگی سے

سپوتوں کو اپنے اگر بیاہ دیجے　　تو بہوؤں کا بوجھ اپنی گردن پہ لیجے
جو بیٹی کے پیوند کی فکر کیجئے　　تو بدراہ ہیں بھانجے اور بھتیجے
یہی جھینکنا کو بکو گھر بہ گھر ہے
بہو کو ٹھکانا نہ بیٹی کو بر ہے

نہ مطلب نگاری کا ان کو سلیقہ　　نہ دربارداری کا ان کو سلیقہ

Marfat.com

نہ امیدواری کا ان کو سلیقہ   نہ خدمت گزاری کا ان کو سلیقہ
قلی یا نفر ہو تو کچھ کام آئے
نگران کو کس مد میں کوئی کھپائے
نہیں ملتی روٹی جنھیں پیٹ بھر کے   وہ گزران کرتے ہیں سو عیب کر کے
جو ہیں ان میں دو چار آسودہ گھر کے   وہ دن رات خواہاں ہیں مرگ پدر کے
نمونے یہ اعیان و اشراف کے ہیں
سلف ان کے وہ تھے خلف ان کے یہ ہیں

موجودہ زمانے کے الحاد و دہریت کا سیلاب عالمگیر ہے اس بھنور میں مسلمان اور مسلمان بچے غرق ہو رہے ہیں اس سے نجات یابی صرف اسلامی تعلیم ہی سے ہو سکتی ہے۔ جو ہر مسلمان پر فرض عین ہے کہ خود بھی دینی اور اسلامی تعلیم سیکھے اور اپنے بچوں کو سکھائے۔ یہ کام نہ کبھی کسی حکومت کا تھا اور نہ اب ہے۔ ہر زمانے کی حکومت مذہبی تعلیم دلانے اور اس کے انتظام سے سبکدوش رہی ہے۔ اگر مسلمان اپنے بچوں کو اسلامی تعلیم دلانے میں غفلت اور کوتاہی کریں گے تو مسلمان بچوں کا مسلمان رہنا بہت ہی مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝

(تحریم)

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہے اور پتھر جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں۔ انہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم کیا جائے بجا لاتے ہیں۔

یعنی خود بھی ایسا کام کرو جس سے جہنم کی آگ سے اپنے آپ کو بچا لو اور اپنے اہل و عیال کو ایسی تعلیم اور ادب سکھاؤ جس سے تم ان کو جہنم کا ایندھن ہونے سے بچا لو۔ والدین اور سرپرستوں پر بہت بڑی ذمہ داری ہے اگر اس ذمہ داری کا احساس نہ کیا گیا تو آخرت میں بھی سخت باز پرس ہوگی۔ ماں باپ ہی اولاد کو بگاڑتے بناتے ہیں اس لئے ان سے اولاد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ فَالْإِمَامُ الَّذِي عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ عَلَى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهِ وَهِيَ مَسْئُولَةٌ عَنْهُمْ وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلَى مَالِ سَيِّدِهِ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْهُ أَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ (بخاری، مسلم)

سو تم سب اپنی رعیت کے نگہبان ہو اور تم سب سے رعیت کی بابت پوچھا جائے گا تو حاکم جو لوگوں کی نگرانی کے لئے مقرر کیا گیا رعیت کا نگہبان ہے اور وہ رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا مرد اپنی اہل خانہ کا نگہبان ہے اور وہ اپنی رعیت یا اہل خانہ کا پوچھا جائے گا عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی محافظ ہے اور اس سے ان کی بابت سوال کیا جائے گا۔ آدمی کا غلام اپنے مالک کے مال کا نگران ہے اور اس سے اس کی بابت دریافت کیا جائے گا سو تم سب کے سب راعی ہو اور تم سب اپنی رعیت کی بابت سوال کئے جاؤ گے۔

یعنی ہر مسلمان کی ذمہ داری دُہری ہے ایک تو خود اپنے آپ کو ناپسندیدہ کاموں سے بچائے تاکہ آخرت میں اس کی پکڑ نہ ہو سکے اور دوسرے اپنے اہل وعیال کو ہر بری بات سے بچائے جس سے دنیا و آخرت میں ان کو نقصان نہ پہونچے۔ اسی طرح سے ہر ایک ذمہ دار اپنے ماتحت لوگوں کی اصلاح کا ذمہ دار ہے خصوصاً اولاد کی بہت بڑی ذمہ داری ہے آئندہ نسلوں کا بگاڑ اور سدھار موجودہ نسلوں کے بگاڑ اور سدھار پر موقوف ہے اس میں ہر ماں باپ ذمہ دار اور سرپرست کا امتحان و آزمائش ہے اگر ان بچوں کو بنایا تو کامیاب ہوگئے ورنہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ وَإِنْ تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ فَاتَّقُوا

اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور بچے تمہارے دشمن ہیں۔ خبردار تم ان سے ہوشیار رہنا اور اگر تم معاف کردو اور درگذر کرجاؤ اور بخش دو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے تمہارے مال اور اولاد تو بس تمہاری آزمائش ہی ہیں اور بہت بڑا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے

Marfat.com

اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (تغابن)

ڈرتے رہو اور سنتے رہو اور مانتے چلے جاؤ اور راہِ خدا میں خیرات کرتے رہو جو تمہارے لئے بہت بہتر ہے اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے محفوظ رکھا جائے وہی کامیاب ہے۔

پس اس چودھویں صدی میں جب کہ ایک طرف جہالت کی انتہائی ظلمت و تیرگی اور دوسری طرف حد سے بڑھی ہوئی روشنی اور آزادی، بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت سے ماؤں کی غفلت کا باعث ہو رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ زمانہ سلف کی مقدس خواتین کی علم دوستی کی چند ایسی مثالیں آپ کے سامنے پیش کروں جن سے آپ اندازہ لگا سکیں کہ ہماری ان ماؤں اور بہنوں کو اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا کتنا خیال تھا کیا وہ اپنے شوہروں کی دولت، بچوں کے عقیقے اور ختنے، شادی بیاہ کی فضول رسموں میں تباہ کر دینا کمال سمجھتی تھیں، یا انہیں علم و فضل کا چاند سورج بنا کر دونوں جہان کی بہبودی و سرخروئی حاصل کرنے کا شوق رکھتی تھیں۔

حضرت امام ربیعۃ الرائے رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کے ایک بہت بڑے فاضل، زبردست فقیہ اور نامور محدث گذرے ہیں۔ ان کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کے والد جن کا نام فروخ تھا، ایک دولت مند سپاہی تھے۔ خلافتِ بنو امیہ کے زمانہ میں وہ لشکر میں ملازم تھے۔ جس زمانے میں امام ربیعہ اپنی ماں کے پیٹ میں تھے۔ دمشق کے خلیفہ نے ایک فوج خراسان کی طرف روانہ کی اور اس میں فروخ کو بھی جانا پڑا۔

فروخ اپنی بیوی کو تیس ہزار اشرفیوں کی ایک تھیلی دے کر اور حمل کی حالت میں چھوڑ کر مہم پر روانہ ہو گئے۔ اتفاق کی بات ہے کہ جنگوں کا سلسلہ ایسا شروع ہوا اور فتوحات اسلامی کا سیلاب اس طرح بہتا رہا کہ فروخ کو ستائیس برس تک وطن آنے کی مہلت نہ ملی۔ ستائیس سال کے بعد اس شان سے واپس آئے کہ گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہیں۔ ہاتھ میں نیزہ ہے کمر میں تلوار ہے بندھے اپنے گھر پہنچے۔ اور نیزے کی انی سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ ربیعہ نے آکر دروازہ کھولا۔ اگرچہ باپ بیٹے نے ایک دوسرے کو نہیں پہچانا لیکن گھر اپنا تھا اس لئے فروخ بے کھٹکے گھر میں داخل ہونے لگے تو ربیعہ نے للکار کر کہا کہ "او دشمن خدا! پرائے گھر میں اس طرح کیوں گھسا پڑتا ہے"، فروخ جو ایک سپاہی منش آدمی تھے سن کر طیش میں آگئے اور ڈپٹ کر کہا۔

يَا عَدُوَّ اللّٰهِ اَنْتَ دَخَلْتَ عَلٰى حَرَمِيْ۔ اے اللہ کے دشمن: تجھے میرے حرم سرا میں داخل ہونے کا کیا کام؟

جب باپ بیٹے کی لڑائی طول پکڑنے لگی تو محلے کے لوگ بھی جمع ہو گئے حضرت امام مالکؒ کو بھی (جو ربیعہ کے شاگرد ہیں) اس جھگڑے کی خبر پہنچی تو استاد کا معاملہ سمجھ کر آئے اور فروخ کو نہ پہچاننے کی وجہ سے یہی مشورہ دیا کہ بڑے میاں آپ کسی اور مکان میں ٹھہر جائیں ہم انتظام کر دیتے ہیں۔ فروخ تعجب سے کہنے لگے۔ جناب! میرا نام فروخ ہے، میں مدینہ منورہ ہی کا باشندہ ہوں اور یہ گھر میرا ہے۔ ربیعہ کی والدہ نے نام سن کر فروخ کو پہچان لیا اور کہا۔ ہاں۔ یہ تو میرے شوہر اور ربیعہ کے باپ ہیں۔ اب تو باپ بیٹے گلے مل کر خوب روئے جوش محبت کی حرارت جب رونے سے کم ہوئی تو اندر داخل ہوئے۔ فروخ کو جب اطمینان و سکون ہو چکا تو اپنی تیس ہزار اشرفیاں یاد آئیں۔ اور بیوی سے ان کا مطالبہ کیا۔ سمجھ دار بیوی نے کہا گھبرایئے نہیں، وہ نہایت حفاظت سے رکھی ہیں۔

اس عرصہ میں حضرت ربیعہؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں جہاں شاگردوں کا ہجوم ان کا منتظر تھا۔ درس دینے کے لئے تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ کے بڑے بڑے عالموں اور فاضلوں کے حلقے میں جن میں حضرت امام مالک اور حضرت امام حسن بصریؒ جیسے بزرگ بھی تھے بیٹھ کر درس میں مشغول ہو گئے۔

ادھر فروخ کی نیک بیوی نے شوہر سے کہا کہ مسجد نبوی میں تشریف لے جا کر نماز پڑھ آیئے۔ فروخ مسجد میں آئے تو یہ منظر تھا کہ ایک بزرگ بیچ میں بیٹھے ہوئے ہیں اور شاگردوں کا ایک جم غفیر ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ان کے علمی فیوض سے مستفیض ہو رہا ہے۔ شوق و حیرت سے دیر تک دیکھتے رہے۔ امام ربیعہؒ کے سر پر اس وقت ایک لمبی سی ٹوپی تھی۔ اور انہوں نے قصداً اپنا سر جھکا لیا۔ اس لئے باپ کو پہچاننے میں ایک مرتبہ پھر دقت ہوئی آخر نہ رہا گیا اور انہوں نے آگے بڑھ کر مجمع سے پوچھا کہ "یہ کون بزرگ ہیں؟" لوگوں نے کہا۔

هٰذَا رَبِيعَةُ بْنُ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ "یہ ابو عبدالرحمٰن فروخ کے صاحبزادے امام ربیعہ ہیں"

فروخ کی اس وقت کی دلی کیفیت کا اندازہ بجز خدائے عالم الغیب کے کون کر سکتا ہے۔ وہ فرطِ مسرت سے بے خود ہو کر بے ساختہ بول اٹھتے ہیں۔

لَقَدْ رَفَعَ اللّٰهُ ابْنِي — اللہ نے میرے بیٹے کو بہت بڑا درجہ عطا کیا۔

جب اسی دلی مسرت و بہجت کے ساتھ گھر لوٹ کر آتے ہیں تو بیوی سے فرماتے ہیں۔

لَقَدْ رَأَيْتُ وَلَدَكِ عَلٰى حَالَةٍ (باوجود ستائیس سال تک بڑے بڑے ملکوں میں

مَا رَأَیْتُ اَحَدًا مِنْ اَھْلِ الْعِلْمِ وَالْفِقْهِ عَلَیْهَا۔ (پھر نے کے بھی) میں نے آج تک اس شان کا عالم وفقیہ نہیں پایا جیسا کہ تمہارے بیٹے (ربیعہ) کو دیکھا۔

زیرک بیوی نے فوراً کہا اچھا تو اب فرمائیے کہ وہ تیس ہزار اشرفیاں آپ کو زیادہ محبوب ہیں یا بیٹے کی اعلیٰ شان؟ عقلمند باپ نے کہا۔ لَا وَاللّٰهِ بَلْ هٰذَا۔ واللہ (اشرفیاں تو اس کے مقابلے میں ٹھیکرے کی حیثیت بھی نہیں رکھتیں) مجھے تو یہی شان زیادہ پسند اور عظمت زیادہ محبوب ہے۔

پھر تو بیوی نے حقیقت حال صاف صاف کہہ دی کہ اَنْفَقْتُ الْمَالَ کُلَّهٗ عَلَیْهِ۔ میں نے آپ کی کل اشرفیاں اور سارا مال اسی تعلیم پر خرچ کر دیا۔ فروخ نے اپنی سعادت مند بیوی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پر جوش لہجے میں کہا۔

وَاللّٰهِ مَا ضَیَّعْتِهٖ۔ خدا کی قسم تو نے میرا مال ضائع نہیں کیا۔ (ابن خلکان ص۱۸۲)

میرے عزیزو اور بزرگو! حضرت امام ربیعہ بن فروخ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کا یہ کارنامہ ایک طرف رکھو کہ باپ کی عدم موجودگی میں اپنی نگرانی میں رکھ کر، اپنے نان نفقہ میں تنگی کر کے تیس ہزار اشرفیوں کو تعلیم میں خرچ کر کے اپنے لخت جگر کو بلند درجے پر پہنچا دیا اور دوسری طرف اس زمانے کی ماؤں کو بھی سامنے رکھ کر سوچو جو عقیقہ، ختنہ اور شادی بیاہ وغیرہ کے مواقع پر ہزاروں روپے شوق اور خوشی سے خرچ کرادیں گی لیکن تعلیم میں ایک پیسہ خرچ کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتی ہیں۔ اس میں صرف ان ہی کا قصور نہیں ہے بلکہ ہمارا قصور ہے کہ ہم ابتدا سے اپنی لڑکیوں کو صحیح تعلیم و تربیت نہیں دیتے۔ بلکہ جاہل مطلق رکھتے ہیں۔ اور اگر تعلیم دلانے کی توفیق بھی ہوئی تو غیر شرعی اور غیر اسلامی تعلیم کے سانچے میں ڈھال کر ہمیشہ کے لئے زندہ در گور کر دیتے ہیں۔ ہم نے ان کو یورپ کی عریاں موجودہ تہذیب کا اس طرح دلدادہ بنا دیا ہے کہ وہ گھر کی زینت بننے کی بجائے محفل کی آرائش ہو کر جلوہ نمائی کر رہی ہیں۔ وہ مغرب کے فیشن میں مست ہو کر تہذیب و تمدن کے اس کوٹھے پر جا بیٹھیں، تنور اور روشن خیالی کے اس چوراہے پر آکر کھڑی ہو گئیں۔ کہ جہاں سے عفت و عصمت اپنی نگاہیں نیچی کر کے، تہذیب و حیا اپنا دامن بچا کر ان سے دور ہٹ گئی۔ انہیں نہ اسلامی تعلیمات سے غرض اور نہ قرآنی ہدایات کی خبر۔ اسلام کی روشنی میں نہ اپنی اصلاح چاہتی ہیں اور نہ اپنے بچوں کی۔ قسمت سے دولت ہاتھ آگئی ہے تو ان کا منتہائے کمال بس یہ ہے کہ اسے لندن اور پیرس کی عیش پرستیوں، تھیٹروں اور سینماؤں کی بے حیائیوں کی

Marfat.com

نذر کر دیا جائے یا اپنے بچوں کو جرمن اور آکسفورڈ کی یونیورسٹیوں کا طواف کرایا جائے کہ جہاں پہنچ کر وہ نہ صرف اپنے مذہب اور اپنی معاشرت کو بلکہ اپنی قومیت اور وطنیت کو بھی ہمیشہ کے لئے دفن کر آتے ہیں۔

یہ سارا قصور سرپرستوں اور مردوں کا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ کے معزز لقب سے یاد فرمایا ہے۔

نادار اور غرباء اپنی ناداری کی وجہ سے اپنے بچے اور بچیوں کو تعلیم دلانے سے قاصر ہیں امراء اور رؤساء کو اگر تعلیم دلانے کا شوق ہے تو غیر شرعی اور غیر اسلامی تعلیم کا ہے خواہ مخلوط تعلیم یا غیر مخلوط ہو۔ دونوں کے نتائج تباہ کن ہیں۔

خاکسار نے اسلامی پردہ میں اور مولانا مودودی نے اپنی مایہ ناز کتاب "پردہ" میں اس پر روشنی ڈالی ہے۔ خاکسار نے اپنی کتاب "اسلامی پردہ" میں کالج کی تعلیم یافتہ لڑکیوں کے عنوان کے تحت صفحہ میں لکھا ہے۔

جن بچوں میں قبل از وقت صنفی احساسات بیدار ہو جاتے ہیں ان کے لئے پہلی تجربہ گاہ مدارس ہیں۔ مدرسے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک قسم ان مدرسوں کی ہے جن میں ایک ہی صنف کے بچے داخل ہوتے ہیں۔ دوسری قسم ان مدرسوں کی ہے جن میں مخلوط تعلیم ہے۔

پہلی قسم کے مدرسوں میں صحبت علم جنس اور خود داری کی وبا پھیل رہی ہے کیونکہ جن جذبات کو بچپن ہی میں ابھارا جا چکا ہے اور جن کو مشتعل کرنے کے سامان فضا میں ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں وہ اپنی تسکین کے لئے کوئی نہ کوئی صورت نکالنے پر مجبور ہیں۔

ڈاکٹر "ہوکر" لکھتا ہے کہ اس قسم کی تعلیم گاہوں۔ کالجوں، نرسوں کے ٹریننگ اسکولوں اور مذہبی مدرسوں میں ہمیشہ اس قسم کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں جن میں ایک ہی صنف کے دو فرد باہم شہوانی تعلق رکھتے ہیں اور صنف مقابل سے ان کی دلچسپی فنا ہو چکی ہے اس سلسلہ میں اس نے بکثرت واقعات ایسے بیان کئے ہیں جن میں لڑکیاں لڑکیوں کے ساتھ اور لڑکے لڑکوں کے ساتھ ملوث ہوئے اور دردناک انجام سے دوچار ہوئے۔

بعض دوسری کتابوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحبت ہمجنس کی وبا کس کثرت سے پھیلی ہوئی ہے۔ ڈاکٹر لوری اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ:۔

ایک مرتبہ ایک مدرسے کے ہیڈ ماسٹر نے چالیس خاندانوں کو خفیہ طریقے سے اطلاع

Marfat.com

دی کہ ان کے لڑکے اب مدرسے ہی نہیں رکھے جا سکتے کیونکہ ان میں بداخلاقی کی ایک خوفناک حالت کا پتہ چلا ہے۔

اب دوسری قسم کے مدارس کو لیجئے جن میں لڑکیاں اور لڑکے ساتھ مل کر پڑھتے ہیں یہاں اشتعال کے اسباب بھی موجود ہیں اور اس کو تسکین دینے کے اسباب بھی یہاں پہنچ کر اس کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ بدترین قسم کا فحش لٹریچر نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے زیر مطالعہ رہتا ہے، عشقیہ افسانے۔ نام نہاد آرٹ کے رسالے صنفی اور جنسی مسائل پر نہایت گندی باتیں اور منع حمل کی معلومات فراہم کرنے والے مضامین۔

یہ ہیں وہ چیزیں جو عنفوانِ شباب میں مدرسوں اور کالجوں کے طلباء و طالبات کے لئے سب سے زیادہ جاذب نظر ہوتی ہیں مشہور امریکن مصنف ہینڈرح فان لون کہتا ہے کہ یہ لٹریچر جس کی سب سے زیادہ مانگ امریکن یونیورسٹیوں میں ہے۔ گندگی، فحاشی اور بیہودگی کا بدترین مجموعہ ہے۔ جو کسی زمانے میں اس قدر آزادی کے ساتھ پبلک میں پیش نہیں کیا گیا۔

اس لٹریچر سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ دونوں صنفوں کے جوان افراد ان پر آپس میں نہایت آزادی اور بے باکی سے مباحثے کرتے ہیں۔ اور اس کے بعد عملی تجربات کی طرف قدم بڑھایا جاتا ہے لڑکے اور لڑکیاں مل کر کے نکلتے ہیں جن میں شراب اور سگریٹ کا استعمال خوب آزادی سے ہوتا ہے اور ناچ رنگ سے پورا لطف اٹھایا جاتا ہے۔

لنڈسے کا اندازہ ہے کہ ہائی اسکول کی کم از کم ۴۵ فیصدی لڑکیاں مدرسہ چھوڑنے سے پہلے خراب ہو چکی ہوتی ہیں اور بعد کے تعلیمی مدارج میں اوسط اس سے بہت زیادہ ہے وہ لکھتا ہے لڑکیاں خود اس چیز کے لیئے ان لڑکوں سے اصرار کرتی ہیں جن کے ساتھ تفریحی مشاغل کے لیئے جاتی ہیں اور اس قسم کی طلب میں ان کی جسارت و بے باکی لڑکوں سے کسی طرح کم نہیں ہوتی۔ اگرچہ زنانہ فطرت ان کے اقدامات پر لطیف فریب کاریوں کے پردے ڈال دیتی ہے۔

دوسری جگہ لکھتا ہے۔

ہائی اسکول کا لڑکا بمقابلہ ہائی اسکول کی لڑکی کے جذبات کی شدت میں بہت پیچھے رہ جاتا ہے عموماً لڑکی ہی کسی نہ کسی طرح پیشقدمی کرتی ہے اور لڑکا اس کے اشاروں پر ناچتا ہے۔

تین زبردست محرکات } مدرسہ اور کالج میں پھر بھی ایک قسم کا ڈسپلن ہوتا ہے۔ جو کسی حد تک آزادی عمل میں رکاوٹ پیدا کر دیتا ہے لیکن یہ

Marfat.com

نوجوان جب تعلیم گاہوں سے مشتعل جذبات اور بگڑی ہوئی عادات لئے ہوئے زندگی کے میدان میں قدم رکھتے ہیں تو ان کی شورش تمام حدود و قیود سے آزاد ہو جاتی ہے۔ یہاں ان کے جذبات کو بھڑکانے کے لئے ایک پورا آتش خانہ موجود ہوتا ہے اور ان کے بھڑکے ہوئے جذبات کی تسکین کے لئے ہر قسم کا سامان بھی کسی دقت کے بغیر فراہم ہو جاتا ہے۔

ایک امریکن رسالہ میں ان اسباب کو جن کی وجہ سے وہاں بداخلاقی کی غیر معمولی اشاعت ہو رہی ہے اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

تین شیطانی قوتیں ہیں جن کی تثلیث آج ہماری دنیا پر چھا گئی ہے اور یہ تینوں ایک جہنم تیار کرنے میں مصروف ہیں فحش لٹریچر جو جنگ عظیم کے بعد سے حیرت انگیز رفتار کے ساتھ اپنی بے شرمی اور کثرت اشاعت میں بڑھتا ہوا جا رہا ہے متحرک تصویریں جو شہوانی محبت کے جذبات کو نہ صرف بھڑکاتی ہیں بلکہ عملی سبق بھی دیتی ہیں۔

عورتوں کا گرا ہوا اخلاقی معیار جو ان کے لباس اور بسا اوقات ان کی برہنگی، سگرٹ کے روز افزوں استعمال اور مردوں کے ساتھ ان کے ہر قید و امتیاز سے نا آشنا اختلاط کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ تینوں چیزیں ہمارے یہاں بڑھتی چلی جا رہی ہیں اور ان کا نتیجہ مسیحی مذہب و معاشرت کا زوال اور آخر کار کامل تباہی ہے۔ اگر ان کو نہ روکا گیا تو ہماری تاریخ بھی روم اور ان کی دوسری قوموں کے مماثل ہوگی جن کو یہی نفس پرستی اور شہوانیت ان کی شراب اور عورتوں اور ناچ رنگ سمیت فنا کے گھاٹ اتار چکی ہے (پردہ ص۵۷)

جج لنڈسے لکھتا ہے کہ ہائی اسکول کی کم عمر والی ۴۹۵ لڑکیاں جنہوں نے خود مجھ سے اقرار کیا کہ ان کو لڑکوں سے صنفی تعلقات کا تجربہ ہو چکا ہے ان میں سے صرف ۲۵ ایسی تھی جن کو حمل ٹھہر گیا تھا ان میں سے بعض اتفاقاً بچ گئی تھیں لیکن اکثر کو منع حمل کی موثر تدابیر کا کافی علم تھا۔ یہ واقفیت ان میں اتنی عام ہو چکی ہے کہ لوگوں کو اس کا صحیح اندازہ نہیں ہے (پردہ ص۵۸)

آپ حضرات موجودہ غیر اسلامی تعلیم لڑکیوں اور لڑکوں کے دلانے کا نتیجہ دیکھ رہے ہیں اور سن بھی رہے ہیں اس لئے آپ اپنے بچوں اور بچیوں کو قرآن مجید اور دینی کتابوں کی سب سے پہلے تعلیم دلاؤ تاکہ شروع ہی سے دین کا اثر پڑے جس کا اثر بڑھاپے تک رہے گا جو شروع ہی سے دنیاوی علوم کی تعلیم دلاتے ہیں وہ بچے عموماً دین دار نہیں ہوتے کیونکہ ہر علم

Marfat.com

کا اثر ہوتا ہے۔

اگر بچے کو قرآن وحدیث کی تعلیم دی جائے تو اس کا اثر ہوگا اور اگر انگریزی ہندی وغیرہ کی تعلیم دی جائے تو اس کا اثر ہونا ظاہر ہے، کیونکہ غیر دینی کتابوں میں بہت سی باتیں خلاف شرع ہوتی ہیں۔ بچہ اس کو پڑھ کر متاثر ہوتا ہے بلکہ اس کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔

سفید کپڑے کو جب ایک رنگ میں رنگ دیا جائے تو دوسرا رنگ نہیں چڑھتا۔ بچے فطرتاً معصوم اور بہت صاف ستھرے ہوتے ہیں جس رنگ میں ان کو رنگ دیا جائے وہی رنگ ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ اگر نیکیوں کے رنگ میں رنگا گیا تو اس کا اثر قائم رہے گا۔ سچ ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً۔ اللہ کے رنگ میں رنگ جاؤ اور اللہ کے رنگ سے زیادہ بہتر رنگ کس کا ہے۔

عیسائیوں کا دستور تھا کہ لڑکے کو یوم ولادت سے ساتویں دن زرد پانی سے نہلاتے تھے اور ایک رنگین حوض میں غوطہ دیتے تھے۔ اس پانی کو معمودیہ کہتے ہیں اور یہ کرنے کی اب بھی رسم جاری ہے۔ عیسائی اس فعل کو نجات اور حصولِ سعادت کا ذریعہ جانتے تھے۔ اللہ نے آیت مذکورہ میں اس کی تردید کردی ہے۔

بہر حال والدین یا دیگر ذمہ دار حضرات بچوں کو شروع سے دینی و مذہبی تعلیم اگر دیں اور دلائیں تو یہی بچے جوان ہوکر دنیا میں بھی والدین کی خدمت کریں گے اور ان کے لئے نیک دعائیں کریں گے کیونکہ انسان جب مرجاتا ہے تو اس کے سب کام بند ہو جاتے ہیں لیکن مرنے کے بعد بھی بعض نیکیوں کا فائدہ پہنچتا رہتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلٰثَةٍ اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهٗ (مسلم)

جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے سارے کاموں کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے اور مرنے کے بعد ان کاموں کا ثواب مسلسل جاری نہیں رہتا، مگر تین کاموں کا ثواب بند نہیں ہوتا بلکہ اس کا ثواب برابر جاری رہتا ہے، صدقہ جاریہ، وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے، نیک اولاد جو اس کے حق میں دعا کرتی رہے۔

دینی علم سے دنیاوی اور دینی اور اخروی بہت سے فائدے ہیں۔ اگر سب کو تفصیلی

Marfat.com

طور پر بیان کیا جائے تو علم کے سمندر میں سے ایک قطرہ بھی نہیں بیان کیا جا سکتا۔ تمام نبیوں کو اللہ تعالیٰ نے علم کے زیور سے مزین فرمایا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام فرشتوں پر علم ہی کے ذریعہ سے فوقیت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو علم معرفت عطا فرمایا تھا۔ جس کے ذریعہ سے توحید الٰہی کی طرف بلاتے رہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو علم تعبیر عطا فرمایا تھا جس کے سبب سے بادشاہ ہو گئے اور تخت و تاج کے مالک بن گئے۔

تفسیر و تاریخ میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنی عفت و عصمت کے سبب ناجائز کام میں زلیخا کی اطاعت کرنے سے دور رہے تو زلیخا نے اس کی سزا میں اپنے شوہر عزیز کو ابھارا اور آپ کو کسی نہ کسی طرح جیل خانہ بھجوا دیا۔ ایک عرصہ تک حضرت یوسف علیہ السلام جیل خانہ میں رہے وہاں قیدیوں کے خواب کی تعبیریں بتائیں۔ اور جس طرح بتایا اسی طرح ہوا۔ اس کی وجہ سے آپ کے علم تعبیر خواب کا بہت چرچا ہوا۔

اسی اثناء میں بادشاہ مصر نے بھی خواب دیکھا کہ سات موٹی گائیں ہیں جو دریائے نیل سے برآمد ہوئیں ان کے بعد سات دبلی گائیں نکل آئیں۔ ان کے دانت شیر کے دانت کی طرح نکلے ہوئے تھے انہوں نے موٹی گایوں کو چیر پھاڑ ڈالا۔ اور برخلاف عادت یہ کہ گائے کو گائے کھاتی نہیں انہیں کھا بھی لیا اور پھر اسی وقت یہ بھی دیکھا کہ دریائے نیل لہریں مار رہا ہے۔ یکایک اس کا پانی خشک ہو گیا۔ ریت اڑنے لگی اور بیچ دریا میں سات بالیں ہری پیدا ہوئی اور سات بالیں ان کے قریب ہی سوکھی ہوئیں۔ وہ سوکھی بالیں ہوا سے ہلیں اور ہری بالوں سے لپٹ کر انہیں بھی خشک کر دیا اور جلا دیا۔"

مصر کا بادشاہ اس خواب سے سخت پریشان ہوا اور گھبرا گیا تھا۔ علی الصباح دربار میں تمام کاہنوں اور نجومیوں کو بلایا اور ان سے خواب کا ذکر کیا اور تعبیر چاہی۔ وہ لوگ ناواقف تھے کہنے لگے بادشاہ سلامت! یہ بدخوابیاں کہلاتی ہیں بھلا ان کی تعبیر کیا ہوگی؟ سب نے تعبیر بتانے سے انکار کیا اور کانوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ لیکن وہ قیدی بھی وہاں دربار میں حاضر تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام کی تعبیر کے مطابق جیل خانہ سے رہا ہو کر آیا تھا۔

بادشاہ مصر کو سلام کر کے یہ کہا کہ میں ایک ایسے شخص کو بتاتا ہوں جو آپ کے خواب کی تعبیر بتا دے گا ذرا مجھے جیل خانہ تک جانے کی اجازت ہو جائے۔ وہ شخص بادشاہ کی اجازت سے جیل خانہ آیا اور حضرت یوسف علیہ السلام سے بادشاہ مصر کا خواب بیان کیا۔

Marfat.com

حضرت یوسف علیہ السلام نے اسی وقت تعبیر بیان فرمائی کہ اول سات برس تک خوب بارش ہوگی غلہ پھول پھل خوب پیدا ہوگا پھر اس کے بعد سات سال کی بڑی سخت قحط سالی ہوگی اگلا پچھلا اندوختہ سب خرچ ہو جائے گا۔ پھر ان سات سال کے قحط کے بعد آٹھواں سال ایسا آئے گا جس میں مینھہ برسے گا اور حسب دلخواہ پیداوار ہوگی"، جاؤ بادشاہ سے کہہ دو۔

بادشاہ اس تعبیر کے سنتے ہی بڑا فکرمند ہوا اور قحط سے بچاؤ کی تدبیریں کرنے لگا۔ پھر اس کے دل نے گواہی دی کہ جس بزرگ نے ایسے مشکل خواب کی تعبیر بیان کی ہے وہی قحط سالی سے بچنے کی تدبیر بھی اچھی طرح کر سکتا ہے۔ حکم دیا کہ جاؤ اس قیدی کو لے آؤ۔

چنانچہ آپ تشریف لائے اور عہدہ وزارت پر فائز ہوئے اور سارے ملک پر تاحیات مالک رہے۔ سیاہ اور سفید کرنا تو آپ ہی کے اختیار میں تھا۔

یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور علم کی وجہ سے ہوا۔ غور کرنے کی بات ہے کہ صفت حسن میں حضرت یوسف علیہ السلام اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے لیکن جو قدرت اللہ تعالیٰ نے علم کو عطا فرمائی ہے اس کا پاسنگ بھی حسن کو نہیں ملی۔ قرآن مجید میں ہے کہ جب تک حضرت یوسف علیہ السلام علم نبوت کی خلعت سے ممتاز نہیں ہوئے تھے، تو آپ کی قیمت چند درہموں کی تھی۔ قرآن مجید نے خود کہا ہے۔

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ۔ (یوسف)

بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو چند درہموں کے بدلے بیچ ڈالا۔

لیکن جب آپ علم ونبوت سے سرفراز کئے گئے تو تخت وتاج کے مالک ہو گئے تو علم کا مرتبہ سب سے اونچا اور بلند مرتبہ ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو جانوروں، پرندوں کی بولیاں سمجھنے کا علم عطا کیا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوٗدَ وَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ○

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے والد حضرت داؤد علیہ السلام کی جگہ مسند نبوت وخلافت پر فائز ہوئے تو آپ کو خدا کی طرف سے ایک اور نعمت ملی جو حضرت داؤدؑ کو نہ ملی تھی یعنی حیوانات کے باہم کلام کرنے اور ان کے اشارہ کنایہ کو سمجھ لینا۔

Marfat.com

حضرت سلیمان علیہ السلام انسان، جنات، شیاطین اور ہر ایک جانور سے طرح طرح کے اپنے کام اور خدمت لیا کرتے تھے۔ ہُدہُد کے ذریعہ شہر سبا کی خبریں منگوائیں اور عفریت سے اس کے بہت بڑے تخت کو منگوایا اور پورے ملک یمن کے بادشاہ ہوئے۔ یہ سب کچھ علم دنبوت اور خدا کے فضل وکرم سے ہوا۔ منٹوں میں عرش عظیم کا آجانا حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ موجودہ زمانے میں برقی تار، ٹیلیفون اور ریڈیو وغیرہ کی ایجاد اسی علم کی بدولت ہے۔ ہوائی جہاز بحری جہاز، ریل موٹر، کار، بس وغیرہ کی بے شمار ایجادات جو پہلے زمانہ میں نہیں تھیں۔ اسی علم کے ذریعہ سے اب سامنے آگئی ہیں۔ یہ سارا کا سارا علم ہی تو ہے:۔

غرض مشرق سے مغرب، شمال سے جنوب اور عرش سے فرش تک خدائی علم کا گویا ایک مدرسہ ہے اور ساری کائنات اس سے مستفید ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تمام چیزوں کا بیان فرمادیا ہے۔ کسی شاعر نے کیا ہی اچھا کہا ہے ؎

جَمِیْعُ الْعِلْمِ فِی الْقُرْاٰنِ لٰکِنْ ۔۔۔ تَقَاصَرَ عَنْہُ اَفْہَامُ الرِّجَالٖ

اسی قرآن مجید کی بدولت لوگ دنیا اور آخرت کی ترقی حاصل کر لیتے ہیں اور جو نہ قرآن مجید کو پڑھے نہ عمل کرے تو اس کے لیے تنزل ہی تنزل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ	اللہ تعالیٰ اس کتاب یعنی قرآن مجید کے ذریعہ سے
اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْنَ (مسلم)	ایک قوم کو بلند کرتا ہے اور دوسری قوم کو پست کرتا ہے۔

یعنی اس کے پڑھنے اور عمل کرنے والے کو دنیا وآخرت میں بلند درجہ عطا فرماتا ہے اور نہ پڑھنے والا دونوں جہان میں ذلیل ہوتا ہے اور جو قرآن مجید میں ماہر ہو وہ بزرگ فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمَاھِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَۃِ الْکِرَامِ	قرآن مجید کا ماہر بزرگ فرشتوں کے ساتھ ہوگا
الْبَرَرَۃِ وَالَّذِیْ یَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ وَ	اور جو قرآن مجید کو اٹک اٹک کر پڑھتا ہے اور
یَتَتَعْتَعُ فِیْہِ وَھُوَ عَلَیْہِ شَاقٌّ لَّہٗ	پڑھنے والے کو دشواری پیش آتی ہے تو اللہ تعالیٰ
اَجْرَانِ (متفق علیہ)	اس کو دوہرا اجر عطا فرمائے گا۔

ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا:۔

Marfat.com

تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ فَاقْرَءُوْهُ فَاِنَّ مَثَلَ الْقُرْاٰنِ لِمَنْ تَعَلَّمَهٗ فَقَرَأَ وَقَامَ بِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ مَحْشُوٍّ مِسْكًا تَفُوْحُ رِيْحُهٗ كُلَّ مَكَانٍ وَمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَهٗ فَرَقَدَ وَهُوَ فِيْ جَوْفِهٖ كَمَثَلِ جِرَابٍ أُوْكِئَ عَلٰى مِسْكٍ۔

(ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

یعنی قرآن مجید کو پڑھا کرو اور اس کو سیکھو کیونکہ جو شخص قرآن مجید کو سیکھتا ہے اور اس کو پڑھتا رہتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے تو اس کی مثال اس تھیلی کی طرح ہے جس میں مشک بھرا ہوا ہے کہ اس کی خوشبو مکان کے گوشہ گوشہ میں پہنچ جاتی ہے اور جس نے قرآن مجید سیکھا اور دل ہی دل میں رکھا نہ اس کو پڑھا نہ عمل ہی کیا تو اس کی مثال اس تھیلی کی طرح ہے جس میں مشک بھرا ہوا ہو اور اس کے منہ کو باندھ کر مہر لگا دی گئی ہو تاکہ اس کی خوشبو باہر نہ نکل سکے جس سے لوگ مستفیض ہوں۔

ہر حال قرآن مجید کے بہت فضائل ہیں۔ اس کے مثل کوئی کلام نہیں ہے اور کیوں نہ ہو یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہی تو ہے۔ کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

جمالِ حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اس کی نہیں ملتی جہاں میں ڈھونڈ کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا، کلام پاک رحماں ہے

اسی چاندنی روشنی میں ہمیں ہر چیز معلوم ہوتی ہے، حلال و حرام کا بھی اسی سے پتہ چلتا ہے اور اسی سے صحیح اور غلط راستہ میں امتیاز ہوتا ہے اور یہی صحیح راستہ بتاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا۝ (بنی اسرائیل)

یقیناً یہ قرآن مجید وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور نیک عمل کرنے والے ایمان والوں کو اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا ثواب ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے قرآن مجید کو نازل فرما کر اس کی حفاظت اور نگرانی بھی اپنے ذمہ لے لی ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝ (سورۃ حجر)

ہم نے قرآن مجید کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی نگرانی کرنے والے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کی حفاظت فرمائی کہ آپ کے دل میں محفوظ کر دیا اور صحابہ کرام نے بھی اسے یاد کیا تو دنیا میں بہت سے حافظ قرآن ہوئے اور

Marfat.com

انشاء اللہ قیامت تک ہوتے رہیں گے۔

اور دیکھ کر پڑھنے والے بہت سے ہیں جن میں مرد و عورت بوڑھے، جوان، بچے، عجمی عربی سبھی شامل ہیں اور بہت سے لوگوں کو اس کی تفسیر و تفہیم وغیرہ کا شوق دیا کہ اس کے معانی و مطالب کو بڑی بڑی کتابوں میں بیان کیا اور فصاحت و بلاغت کے علماء نے بہت ہی عرق ریزی کر کے اس کی باریکیوں کو بیان کیا۔ نحویوں اور صرفیوں کو بھی اس کا جذبہ دیا اور محدثین و متکلمین کو اس کا شوق دیا۔ خوشخط لکھنے والوں اور چھپوانے والوں کو بھی اس کی توفیق دی کہ مختلف لوگوں سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی نگرانی فرمائی ہے یہاں تک کہ قرآن مجید کے لفظوں اور ایک ایک حرف زبر د زیر کو بھی گن ڈالا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے پڑھنے سے دس دس نیکی کے ثواب کا وعدہ فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے:

مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا لَا أَقُولُ الٓمٓ حَرْفٌ۔ أَلِفٌ حَرْفٌ لَامٌ حَرْفٌ مِيمٌ حَرْفٌ (ترمذی)

جس نے قرآن مجید کا ایک حرف پڑھا اس کو نیکی ملے گی اور ایک نیکی کا ثواب دس نیکی کے برابر ہے۔ الٓمٓ ایک حرف نہیں ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے، میم ایک حرف ہے تو ان تینوں حرفوں کے بدلے تیس نیکیاں ملیں گی۔

اور پورے قرآن مجید میں تین لاکھ بائیس ہزار چھ سو ستر (۳۲۲۶۷۰) حروف ہیں تو پورے قرآن مجید کے پڑھنے کا ثواب تیس لاکھ چھبیس ہزار سات سو (۳۲۲۶۷۰۰) نیکیاں ملیں گی۔

سبحان اللہ! قرآن مجید کا پڑھنا اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا أَحَبَّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَتَحَدَّثَ رَبَّهُ فَلْيَقْرَأِ الْقُرْآنَ (کنز العمال)

جو اپنے رب سے بات چیت کرنا چاہتا ہے تو وہ قرآن مجید پڑھے یعنی قرآن مجید کا پڑھنا خدا سے ہم کلام ہونا ہے۔

ایک دوسری جگہ آپ نے فرمایا:

اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّ اللهَ لَا يُعَذِّبُ قَلْبًا وَعَى الْقُرْآنَ۔ (کنز العمال)

قرآن مجید پڑھا کرو جس دل نے قرآن یاد کرلیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو عذاب نہیں دے گا۔

Marfat.com

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا جَلَاؤُهَا قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ۔ (بیہقی)

دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے جس طرح لوہے کو پانی پانی پہنچنے سے زنگ لگ جاتا ہے لوگوں نے کہا یارسول اللہ! پھر ان کو کس طرح صاف کیا جائے آپ نے فرمایا موت کو زیادہ یاد کیا کرو اور قرآن مجید کو بہت پڑھا کرو۔

اور فرمایا۔

اَفْضَلُ الْعِبَادَةِ لِاُمَّتِىْ تِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ۔ (کنز العمال)

میری امت کی بہترین عبادت تلاوت قرآن ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهُ (بخاری)

جو شخص تم سے اچھا ہے جو قرآن مجید کو سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ فَاِنَّهُ يَاْتِىْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شَفِيْعًا لِاَصْحَابِهِ مسلم

قرآن مجید پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن قرآن مجید پڑھنے والوں کے لئے شفیع بن کر آئے گا۔

ترمذی کی ایک حدیث ہے آپ نے فرمایا:

يَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى مَنْ شَغَلَهُ الْقُرْاٰنُ عَنْ مَسْئَلَتِىْ اَعْطَيْتُهُ اَفْضَلَ مَا اُعْطِىَ السَّائِلِيْنَ وَفَضْلُ كَلَامِ اللّٰهِ عَلٰى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللّٰهِ عَلٰى خَلْقِهٖ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید کے پڑھنے نے جس کو باز رکھا مجھ سے سوال کرنے سے یعنی قرآن مجید پڑھنے میں مشغول رہا جس کی وجہ سے وہ مجھ سے سوال نہ کر سکا تو میں اس کو اس سے بہتر دوں گا جو مانگنے والوں کو دیتا ہوں یعنی مانگنے والے سے زیادہ قرآن مجید پڑھنے والوں کو دوں گا اور کلام الٰہی کی فضیلت تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ کی فضیلت تمام مخلوق پر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اِقْرَأْ

قرآن مجید پڑھنے والے سے کہا جائے گا کہ تم

Marfat.com

وَارْقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ آخِرِ آيَةٍ تَقْرَؤُهَا. (ترمذی)

قرآن پڑھتے جاؤ اور اونچے اونچے درجات پر چڑھتے جاؤ، اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھو جیسا کہ دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے تمہارا جنت میں آخری درجہ ہوگا جہاں تم پڑھتے پڑھتے ٹھہر جاؤ گے۔

قرآن مجید میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶۶) آیتیں ہیں تو قرآن مجید پڑھنے والے کو اسی قدر درجات ملیں گے اور دو درجوں کے درمیان زمین اور آسمان کے برابر فاصلہ ہوگا۔ (ترمذی)

اور فرمایا۔

جو شخص قرآن مجید پڑھے اسے یاد کرلے۔ اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا اور اس کے گھرانے کے دس دوزخی آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ جس گھر میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے اس میں برکت زیادہ ہوتی ہے اور جس میں نہیں پڑھا جاتا اس میں نہیں ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قِرَاءَةُ الْقُرْآنِ فِي الصَّلٰوةِ أَفْضَلُ مِنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي غَيْرِ الصَّلٰوةِ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ فِي غَيْرِ الصَّلٰوةِ أَفْضَلُ مِنَ التَّسْبِيحِ وَالتَّكْبِيرِ وَالتَّسْبِيحُ أَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَةِ وَالصَّدَقَةُ أَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ.

یعنی نماز میں قرآن مجید پڑھنا بہتر ہے بہ نسبت غیر نماز کے پڑھنے سے اور غیر نماز میں قرآن کا پڑھنا افضل ہے تسبیح اور تکبیر سے اور تسبیح افضل ہے صدقہ وخیرات کرنے سے اور صدقہ وخیرات افضل ہے روزہ رکھنے سے اور روزہ ڈھال ہے۔

بہر حال قرآن مجید کے فضائل وبرکات وحسنات بہت زیادہ ہیں لیکن یہ پڑھنے اور عمل کرنے سے حاصل ہوں گے۔ آج کل ہم نے قرآن مجید کو پڑھنا اور پڑھانا بھی چھوڑ دیا ہے اور عمل کرنا اور کرانا بھی چھوڑ دیا ہے۔ اسی وجہ سے مصیبتوں میں گرفتار ہیں۔ قیامت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سامنے یہ شکایت کریں گے کہ خدایا میری امت نے قرآن چھوڑ دیا تھا جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۝ (فرقان)

میری قوم نے اس قرآن مجید کو چھوڑ دیا تھا اس پر عمل نہیں کیا۔ پھر میرا کیا قصور ہے۔

یعنی پہلے اللہ تعالیٰ کی جانب سے سوال ہوگا کہ تمہاری امت کیوں گمراہ ہوئی۔ تو آپ یہ جواب دیں گے اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ السلام کے بارے میں ہے۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (مائدہ)

وہ وقت قابل ذکر ہے جب کہ اللہ تعالیٰ فرمادیں گے کہ اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی خدا کے علاوہ معبود قرار دے لو تو حضرت عیسیٰ عرض کریں گے کہ میں تو آپ کو منزہ سمجھتا ہوں۔ مجھ کو کسی طرح زیبا نہیں تھا کہ میں ایسی بات کہتا۔ جس کے کہنے کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے کہا ہوگا تو آپ کو اس کا علم ہوگا آپ تو میرے دل کی باتیں بھی جانتے ہیں اور جو کچھ آپ کے علم میں ہے میں اسے نہیں جانتا ہوں۔ تمام غیبوں کے جاننے والے آپ ہیں۔ میں نے تو ان سے اور کچھ نہیں کہا سوائے اس کے جو آپ نے کہنے کو فرمایا تھا۔ کہ تم اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ میں ان پر مطلع رہا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھ کو اٹھالیا تو آپ ان پر مطلع رہے اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں۔ اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرمادیں تو آپ بہت زبردست حکمت والے ہیں۔

بخاری شریف اور تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ:

اے لوگو! قیامت کے روز تم ننگے اور غیر مختون اٹھائے جاؤ گے جیسے کہ پیدائش کے وقت تھے۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ اب میری امت

Marfat.com

کے چند لوگ لائیں جائیں گے جنہیں دوزخ کی نشانی کے طور پر بائیں طرف رکھا جائے گا تو میں کہوں گا کہ یہ تو میری امت ہے۔ تو کہا جائے گا کہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے بعد تمہاری سنت کو چھوڑ کر ان لوگوں نے کیا کیا بدعتیں جاری کیں۔ تو میں ایک بندہ صالح کی طرح یہی کہوں گا کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا۔ کہا جائے گا کہ تمہارے بعد یہ لوگ مرتد اور بدعتی ہو گئے تھے۔

ہماری بداعمالیوں کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے بعض قرآن تو کریں گے لیکن موجودہ حالت میں بہ زبان ماہر القادری قرآن مجید یوں شکایت کرتا ہے ؎

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں، آنکھوں میں لگایا جاتا ہوں!
تعویذ بنایا جاتا ہوں دھو دھو کے پلایا جاتا ہوں!
جزدان حریر و ریشم کے اور پھول ستارے چاندی کے
پھر عطر کی بارش ہوتی ہے خوشبو میں بسایا جاتا ہوں!
جس طرح سے طوطا مینا کو کچھ بول سکھائے جاتے ہیں
اس طرح پڑھایا جاتا ہوں اس طرح سکھایا جاتا ہوں
جب قول و قسم لینے کے لئے تکرار کی نوبت آتی ہے،
پھر میری ضرورت پڑتی ہے ہاتھوں پہ اٹھایا جاتا ہوں
دل سوز سے خالی رہتے ہیں آنکھیں ہیں کہ نم ہوتی ہی نہیں
کہنے کو میں اک اک جلسے میں پڑھ پڑھ کے سنایا جاتا ہوں
نیکی پہ بدی کا غلبہ ہے سچائی سے بڑھ کر دھوکا ہے
ایک بار ہنسایا جاتا ہوں سو بار رلایا جاتا ہوں
یہ مجھ سے عقیدت کے دعوے قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں ایسے بھی ستایا جاتا ہوں
کس بزم میں مجھ کو بار نہیں کس عرس میں میری دھوم نہیں
پھر بھی میں اکیلا رہتا ہوں مجھ سا بھی کوئی مظلوم نہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور قرآن مجید کی شکایت تو اپنی جگہ بالکل صحیح ہے لیکن اپنی اولاد بھی اپنی بے توجہی اور غفلت کی وجہ سے شکایت کرے گی کیونکہ ان کی حق تلفی کی گئی ہے اور صحیح تعلیم و تربیت نہیں کی گئی۔ قیامت کے روز یہی اولاد دامن گیر ہو گی اسی طرح سے

اور لوگ بھی دامن گیر ہوں گے جن کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہیں کیا گیا ہے۔

نیکی کا حکم دینا اور بری باتوں سے روکنا ضروری ہے خواہ گھر کا آدمی ہو یا پاس پڑوس کا ہو۔ اگر خود نمازی ہے اور گھر والوں کو یا پاس پڑوس والوں کو نماز پڑھنے کا حکم نہیں کرتا ہے اور ان کو دیگر برائیوں سے نہیں روکتا ہے تو قیامت کے دن یہ بے نمازی پڑوسی کا دامن پکڑ کر خدا کے سامنے پیش ہوگا اور کہے گا۔

" خدایا اس نے میری خیانت کی ہے اور میری حق تلفی کی ہے" یہ بے نمازی پڑوسی اپنی صفائی میں کہے گا۔ خدایا نہ میں نے اس کی خیانت کی ہے اور نہ میں نے اس کی حق تلفی کی ہے۔ وہ بے نمازی کہے گا کہ خدایا یہ سچ کہتا ہے لیکن اس نے مجھے گناہوں سے نہیں روکا اس لئے میری خیانت اور حق تلفی کی ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کتاب الصلوۃ وما یلزم لہا کے صـ۲۲ میں فرماتے ہیں۔

قَالَ یَجِیُٔ الرَّجُلُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مُتَعَلِّقًا بِجَارِہٖ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ ھٰذَا خَانَنِیْ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ وَعِزَّتِکَ مَاخُنْتُہٗ فِیْ اَھْلٍ وَّلَا مَالٍ فَیَقُوْلُ صَدَقَ یَارَبِّ وَلٰکِنَّہٗ رَاٰنِیْ عَلٰی مَعْصِیَۃٍ فَلَمْ یَنْھَنِیْ عَنْھَا۔

قیامت کے روز ایک شخص اپنے پڑوسی کے دامن کو پکڑ کر خدا کے سامنے فریاد کرے گا کہ اے پروردگار اس نے میری خیانت کی ہے، وہ کہے گا تیری عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اس کے اہل وعیال ورمال میں کوئی خیانت نہیں کی ہے وہ کہے گا یہ سچ تو کہتا ہے لیکن جب اس نے مجھ کو گناہ کرتے ہوئے دیکھا تھا تو اس سے روکا نہیں تھا۔

اسی طرح اولاد بھی باپ کا دامن گیر ہو کر کہے گی کہ خدایا مجھے اس نے بچپن میں نہ قرآن مجید پڑھایا اور نہ اسلامی تعلیم دی۔ مجھے اسلامی تعلیمات سے بالکل ناواقف رکھا اور کوئی دینی بات نہیں سکھائی۔

آج کل ہمارے بچے کتاب وسنت سے ناواقف ہونے کی وجہ سے بہت ہی زیادہ کمزور اور بزدل ہو گئے ہیں نہ ان میں شجاعت وبہادری ہے نہ وہ سپاہ گیری اور جنگ کے لائق ہیں اسی لئے دوسروں کی غلامی میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

ہم آپ کے سامنے حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کا ایک دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہیں جو اسلامی تاریخوں میں نہایت بسط وتفصیل سے لکھا ہے اور اسماء رجال میں بھی یہ واقعہ بیان کیا

Marfat.com

گیا ہے۔ آپ غور سے سنئے اور اپنے بچوں کو بھی سنائیے تاکہ ان میں جرأت و شجاعت پیدا ہو اور اپنے کو غلامی کی زنجیروں سے نکالنے کی کوشش کریں۔

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا مشہور شاعرہ ہیں۔ اپنی خوشی سے اپنی قوم کے ساتھ آکر مدینہ میں مسلمان ہوئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں قادسیہ کی مشہور جنگ ہوئی ہے۔ اس لڑائی میں اپنے چاروں بیٹوں سمیت شریک ہوئیں۔ ان نوجوان لڑکوں کو جنگ سے ایک دن پہلے بہت نصیحت کی اور لڑائی کی شرکت کی ترغیب دی۔

فرمانے لگیں:

"میرے پیارے بیٹو! تم اپنی خوشی سے مسلمان ہوئے ہو اپنی ہی مرضی سے تم نے ہجرت کی ہے۔ ان کاموں کے لئے کسی نے تم کو مجبور نہیں کیا۔ خدا کی قسم، جس طرح ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے اسی طرح تم سب ایک ہی باپ کی اولاد ہو۔ میں نے نہ تمہارے باپ کی خیانت کی اور نہ تمہارے ماموؤں کو رسوا کیا ہے اور نہ تمہاری شرافت میں کوئی دھبہ لگایا ہے اور نہ تمہارے نسب کو خراب کیا ہے۔ تم کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لڑنے کا ثواب اور کتنا درجہ ہے اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ آخرت باقی رہنے والی ہے اور دنیا فنا ہونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ہ	اے ایمان والو! تکلیفوں میں صبر کرو۔ اور کافروں کے مقابلہ میں جمے رہو اور تیار رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

کل صبح جب صحیح سالم اٹھو اور لڑائی کی جلتی ہوئی آگ دیکھو تو اس کے انگاروں میں گھس جاؤ اور کافروں کا خوب مقابلہ کرو خدا نے چاہا تو جنت میں نہایت عزت و اکرام سے داخل ہو گے۔

چنانچہ جب صبح ہوئی اور لڑائی کی آگ خوب تیز ہوگئی۔ تو چاروں لڑکوں میں سے ایک ایک لڑکا نمبر وار آگے بڑھتا اور اپنی ماں کی نصیحت کو اشعار میں پڑھ کر جوش پیدا کرتا اور جنگ کی آگ میں کود پڑتا اور بہادری کے جوہر دکھا کر شہید ہو جاتا اسی طرح یکے بعد دیگرے چاروں ماں کے سامنے جنگ میں شہید ہو گئے۔

جب ماں کو ان کی شہادت کی خبر پہنچی تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا:

خدا کا شکر ہے جس نے مجھے ان کی شہادت سے مشرف و مکرم بنایا۔ مجھے امید ہے کہ

اللہ تعالیٰ کے سایہ میں ہیں ان لڑکوں کے ساتھ رہوں گی۔ (اسد الغابہ)

اس واقعہ سے ہمیں عبرت اور نصیحت پکڑنی چاہیئے کہ ہم بھی اپنے بچوں کو بچپن ہی سے ایسی تعلیم دیں اور دلائیں نیز ایسی تربیت سے انہیں آراستہ کریں کہ جس سے مرتے دم تک اسلام ہی پر باقی رہیں اور نہایت بہادرانہ عزت کی زندگی گذاریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام پر قائم رکھے۔ اسلام کی شکل وصورت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا خاتمہ ایمان پر کرے۔ آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

Marfat.com

شکریہ

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ
جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۥ كُلُوْا
مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ
طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ۝ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا
عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ
بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ
وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ۝ ذٰلِكَ
جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ۭ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا
الْكَفُوْرَ ۝ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ
الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً
وَّقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ۭ سِيْرُوْا فِيْهَا
لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ۝ فَقَالُوْا رَبَّنَا
بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ
فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ
مُمَزَّقٍ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ
صَبَّارٍ شَكُوْرٍ (سبا)

قوم سبا کی بستیوں میں قدرت خدا کی نشانی تھی، ان کے دائیں بائیں دو باغ تھے۔ اپنے رب کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اس کا شکریہ ادا کرو۔ عمدہ شہر اور بخشنے والا رب۔ لیکن انہوں نے روگردانی کی تو ہم نے ان پر زور کی رد کا پانی کا نالہ بھیج دیا اور ہم نے ان کے ہرے بھرے باغوں کے بدلے دو ایسے باغ دیئے جو بدمزہ میووں والے اور بکثرت جھاؤ اور بیری کے درختوں والے تھے ہم نے ان کی ناشکری کا بدلہ انہیں دیا۔ ہم ایسی سخت سزا بڑے بڑے ناشکروں کو ہی دیتے ہیں۔ ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دے رکھی تھی، چند بستیاں اور رکھی تھیں جو برسر راہ ظاہر تھیں اور ان میں چلنے کی منزلیں ہم نے مقرر کر دی تھیں کہ ان میں راتوں اور دنوں کو امن وامان سے چلتے پھرتے رہو لیکن انہوں نے پھر درخواست کی کہ اے ہمارے پروردگار ہمارے سفر دور دراز کے کر دے۔ چونکہ خود انہوں نے اپنے ہاتھوں اپنا برا کیا اس لئے ہم نے انہیں گذشتہ فسانوں کی صورت میں کر دیا اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیئے ہر ایک صبر وشکر کرنے والے کے لئے اس ماجرے میں بہت سی عبرتیں ہیں۔

اس آیت کریمہ کے تحت تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ :

قوم سبا یمن میں رہتی تھی۔ تبع بھی ان ہی میں سے تھے۔ بلقیس بھی ان ہی میں سے تھیں، یہ بڑی نعمتوں اور راحتوں میں تھے چین و آرام سے زندگی گذار رہے تھے۔ خدا کے رسول ان کے پاس آئے انہیں شکر ادا کرنے کی تلقین کی۔ رب کی واحدانیت کی طرف بلایا۔ اس کی عبادتیں سمجھائیں تو کچھ زمانے تک یونہی رہے لیکن پھر جب کہ انہوں نے سرتابی اور روگردانی کی، احکام خداوندی کو بے پرواہی سے ٹال دیئے۔ تو ان پہ زور کا سیلاب آیا اور تمام ملک، باغات اور کھیتیاں وغیرہ تاخت و تاراج ہو گئیں۔ جس کا مختصر واقعہ یہ ہے۔

کہ ان دونوں باغوں کے دونوں جانب پہاڑ تھے جہاں سے نہریں اور چشمے بہہ بہہ کر ان شہروں میں آتے تھے اسی طرح نالے اور دریا بھی ادھر ادھر سے آتے تھے۔ ان کے قدیم بادشاہوں میں سے کسی نے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک مضبوط پشتہ بنوا دیا تھا جس کی دیوار کی وجہ سے پانی ادھر ادھر ہو گیا تھا اور خوبصورت دریا جاری رہا کرتا تھا جس کے دونوں جانب کھیتیاں اور باغات لگا دیئے گئے تھے۔ پانی کی کثرت اور زمین کی عمدگی کی وجہ سے یہ خطہ بہت ہی زرخیز اور ہرا بھرا رہا کرتا تھا۔

حضرت قتادہ کا بیان ہے کہ :

کوئی عورت اپنے سر پہ ٹوکری لے کر چلتی تھی تو کچھ دور جانے تک وہ ٹوکری پھلوں سے بالکل بھر جاتی تھی۔ درختوں سے جو پھل خود بخود جھڑتے تھے وہ اس قدر کثرت سے ہوتے تھے کہ ہاتھ سے توڑنے کی حاجت نہیں پڑتی تھی۔ یہ دیوار مارب میں تھی جو صنعاء سے تین منزل پر تھی۔ اور سد مارب کے نام سے مشہور تھی۔ آب و ہوا کی عمدگی، صحت مزاج اور اعتدال عنایت خداوندی سے اس طرح تھا کہ ان کے یہاں مکھی مچھر اور زہریلے جانور بھی نہ ہوتے تھے یہ اس لئے تھا کہ وہ لوگ خدا کی توحید کو مانیں اور بہ دل و جان خلوص کے ساتھ اس کی عبادت کریں۔

یہ تھی وہ نشانی قدرت، جس کا ذکر اس آیت مبارکہ میں ہے کہ دونوں پہاڑوں کے درمیان آباد بستی اور بستی کے دونوں طرف ہرے بھرے پھل دار درخت باغات اور سرسبز کھیتیاں ان سے جناب باری نے فرما دیا تھا کہ اپنے رب کی دی ہوئی روزیاں کھاؤ پیو اور اس کی نعمتوں کے شکر میں لگے رہو۔

لیکن انہوں نے خدا کی توحید کو اور اس کی نعمتوں کے شکر کو بھلا دیا اور سورج کی پرستش کرنے

لگے۔ جیسے کہ ہُدہُد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر دی تھی کہ :

جِئۡتُكَ مِنۡ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ يَّقِيۡنٍ ؕ یعنی تمہارے پاس مقام سبا کی ایک پختہ خبر لایا ہوں

کہ ایک عورت ان کی بادشاہت کر رہی ہے جس کے پاس تمام چیزیں موجود ہیں عظیم الشان تخت ہے ملکہ اور اس کی رانی اور رعایا سب سورج پرست ہیں شیطان نے ان کی راہ مار رکھی ہے اور وہ سب بے راہ ہو رہے ہیں۔

مروی ہے کہ بارہ یا تیرہ پیغمبر ان کے پاس آئے تھے بالآخر شامتِ اعمال رنگ لائی جو دیوار انہوں نے بنا رکھی تھی اسے چوہوں نے اندر سے کھوکھلی کر دیا اور بارش کے زمانے میں وہ ٹوٹ گئی پانی کی ریل پیل ہوگئی۔ ان دریاؤں چشموں اور نالوں کے سب پانی آ گئے۔ ان کی بستیاں۔ ان کے محلات۔ ان کے باغات اور ان کی کھیتیاں سب تباہ و برباد ہوگئیں۔ ہاتھ ملتے رہ گئے کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔

پھر تو وہ تباہی آئی کہ اس زمین پر کوئی پھلدار درخت جمتا ہی نہ تھا۔ پیلو کے۔ جھاؤ کے۔ کیکر کے۔ ببول کے اور ایسے ہی بے میوہ بدمزہ اور بے کار درخت اُگتے تھے۔ ہاں البتہ کچھ بیریوں کے درخت اُگ آئے تھے جو دوسرے درختوں کے مقابلے میں کار آمد تھے لیکن وہ بھی بہت زیادہ خاردار اور بہت کم پھلدار تھے۔ یہ تھا ان کے کفر و شرک۔ سرکشی اور تکبر کا بدلہ۔ کہ نعمتیں کھو بیٹھے اور زحمتوں میں مبتلا ہو گئے۔ کافروں کو یہی اور اس جیسی سخت سزائیں دی جاتی ہیں۔

حضرت ابن خیرہؓ فرماتے ہیں۔

"گناہوں کا بدلہ یہی ہوتا ہے کہ عبادتوں میں سستی آ جائے روزگاری میں تنگی واقع ہو لذتوں میں سختی آ جائے۔ یعنی جہاں کسی راحت کا منہ دیکھا کہ کوئی زحمت آگئی اور مزہ مٹی ہوگیا"

خلاصہ یہ کہ قوم سبا کے باوجود میٹھے اور ٹھنڈے پانی کی ریل پیل۔ پھلوں اور کھیتوں کی بے شمار روزی کے سیل عرم کی یہ حالت ہوگئی کہ ایک ایک لقمے اور ایک ایک بوند پانی کو ترس گئے۔

یہ پکڑ، یہ عذاب۔ یہ تنگی اور یہ سزا جو انہیں پہنچی اس سے ہر صابر و شاکر عبرت حاصل کر سکتا ہے کہ خدا کی نافرمانیاں کس طرح انسان کو گھیر لیتی ہیں۔ عافیت کو ہٹا کر آفت کا باعث بنتی ہیں۔

مصیبتوں پر صبر اور نعمتوں پر شکر کرنے والے اس میں دلائلِ قدرت پائیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے مومن کے لئے تعجب خیز فیصلہ کیا ہے۔ اگر اسے راحت ملے اور شکر کرے تو اجر پائے اور اگر اسے مصیبت پہنچے اور صبر کرے تو اجر پائے۔ پھر قوم سبا نے ناشکری اور ناقدری کی۔ ان کی بستیاں قریب قریب آباد تھیں۔ کسی مسافر کو اپنے سفر میں کھانے پینے کی چیز ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں تھی بلکہ ہر ہر منزل پر پکے ہوئے مزیدار میوہ، تازہ تازہ خوشبودار میٹھا پانی موجود۔ ہر رات کو کسی بستی میں گزاریں کسی قسم کی فکر اور پریشانی کی بات نہیں تھی۔ کہتے ہیں کہ بستیاں صنعاء کے قرب و جوار میں تھیں وہ لوگ اس راحت و آرام سے پھول گئے اور جس طرح بنی اسرائیل نے من و سلویٰ کے بدلے لہسن و پیاز طلب کیا تھا۔ انہوں نے بھی دور دراز سفر کرنے کی خواہش کی۔ تاکہ درمیان میں جنگل بھی آئے غیر آباد جگہیں بھی آئیں۔ توشے بھتے کا لطف بھی آئے۔

قوم موسیٰؑ کی اس طلب نے ان پر ذلت و مسکنت ڈالی اسی طرح انہیں بھی فراخی روزی کے بعد ہلاکت ملی۔ بھوک اور خوف میں پڑے، اطمینان اور امن غارت ہوا۔ انہوں نے کفر کر کے خود اپنا ہی بگاڑا۔ اب ان کی کہانیاں رہ گئیں لوگوں میں ان کے افسانے رہ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ نحل میں فرمایا۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝

اللہ تبارک و تعالیٰ اس بستی کی مثال بیان کرتا ہے جو پورے امن و اطمینان سے تھی۔ اس کی روزی اس کے پاس بافراغت ہر جگہ سے چلی آ رہی تھی، پھر اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور ڈر کا جامہ پہنا دیا جو بدلہ تھا ان کے کئے کرتوت کا۔ ان کے پاس انہیں میں سے رسول بھیجا پھر بھی انہوں نے اسے جھٹلایا۔ آخرش عذاب نے انہیں آ دبوچا۔ وہ تھے ہی گنہگار۔ جو حلال اور پاکیزہ روزی خدا نے تمہیں دے رکھی ہے کھاؤ اور اللہ پاک کی نعمت کا شکر ادا کرو، اگر تم خاص کر اسی کی عبادت کرتے ہو۔

یعنی نہ باہر سے دشمن کا کھٹکا نہ اندر سے کسی طرح کی فکر و تشویش۔ خوب امن و چین سے زندگی گزرتی تھی۔ کھانے کے لئے بہترین پھل کھنچے چلے آ رہے تھے ہر چیز کی افراط تھی۔

کھ بیٹھے دنیا کی نعمتیں ملتی تھیں۔

اس بستی کے رہنے والوں نے خدا کے انعامات کی قدر نہ پہچانی دنیا کے مزوں میں پڑ کر ایسے غافل اور بدمست ہوئے کہ منعم حقیقی کا دھیان کبھی نہ آیا بلکہ اس کے مقابلے میں بغاوت کی ٹھان لی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی ناشکری اور کفرانِ نعمت کا مزہ چکھایا یعنی امن و چین کی جگہ خوف و ہراس نے اور فراخی روزی کی جگہ بھوک اور قحط کی مصیبت نے ان کو اس طرح گھیر لیا جیسے کپڑا پہننے والے کے بدن کو گھیر لیتا ہے کسی وقت بھوک اور ڈر ان سے جدا نہ ہوتا تھا ظاہری نعمتوں کے علاوہ جو اوپر مذکور ہوئیں ایک بڑی بھاری باطنی نعمت بھی ان کو دی گئی تھی۔ یعنی ان ہی کے قوم و نسب میں سے ایک رسول بھیجا گیا جس کی اتباع کر کے وہ خدا کی خوشنودی کے بڑے اونچے مقام حاصل کر سکتے تھے۔ انہوں نے اتباع و تصدیق کی جگہ اس کی تکذیب و مخالفت پر کمر باندھ لی اور اس طرح پستی میں گرتے چلے گئے آخر کار خدا کے قدیم دستور کے مطابق ظالموں اور گنہگاروں کو عذاب نے آ پکڑا۔ پھر کسی کی کوئی تدبیر ہی نہ چل سکی۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ان آیات میں کسی معین بستی کا تذکرہ نہیں۔ محض بطور تمثیل کے کسی تباہ شدہ بستی کا (لاعلی التعیین) حوالہ دے کر یا ایک ایسی بستی کا وجود فرض کر کے کفار مکہ کو آگاہ کیا گیا ہے کہ تم نے ایسا کیا تو تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہو سکتا ہے۔ کفرانِ نعمت اور تکذیب و عداوت رسول کی سزا سے بے فکر نہ ہوں۔

بعض علماء کے نزدیک اس مثال میں بستی سے مراد مکہ معظمہ ہے جہاں ہر قسم کا امن و چین تھا اور باوجود وادی غیر ذی زرع کے طرح طرح کے پھل اور میوے کھنچے چلے آتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ (القصص)	کیا ہم نے ان کو جگہ نہیں دی حرمت والے پناہ کے مکان میں کھچے چلے آتے ہیں اس کی طرف میوے ہر چیز کے۔

پھر خدا تعالیٰ نے سب سے بڑی نعمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں بھیجی ان کے انکار و تکبر میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ (ابراهيم)	کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے احسان کے بدلے ناشکری کی اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں جا اتارا۔

Marfat.com

دوسری طرف جو لوگ ان ظالموں کے جور وستم سے تنگ آکر گھر بار چھوڑ بھاگے تھے ان کو خدا نے بہترین ٹھکانہ دیا اور دشمنوں کے خوف سے مامون و محفوظ کر دیا۔ روزی کے دروازے کھول دیئے۔ زبردست دشمنوں پر فتح عنایت کی بلکہ اقلیتوں کا بادشاہ اور متقیوں کا امام بنا دیا۔

شاید اسی لئے ان آیات میں مکہ والوں کا حال سنا کر اگلی آیت فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰہ الخ میں مسلمانوں کو خطاب فرمایا ہے کہ تم اس قسم کے حرکات سے بچتے رہنا۔ جن کی وجہ سے مکہ والوں پر مصیبت ٹوٹی۔

آیت کریمہ میں لفظ "قریہ" سے عام بستی مراد ہے، ہر آبادی اور ہر بستی و شہر کو شامل کیا ہے اس میں قوم عاد و ثمود بھی داخل ہیں اور قوم سبا وغیرہ بھی۔ یعنی ہر نافرمان قومیں سرکش اور ناشکرے بھی ہیں۔ تو اب سوچنا ہے اور صحیح دماغ و عقل سے غور کرنا ہے کہ آپ حضرات کشمیری ہیں۔ اور کشمیر جنت نظیر ہے۔ یہاں مناظر قدرت بے شمار ہیں۔ نفیس نفیس باغات ہیں جو پھل فروٹ اور میوؤں سے لدے ہوئے ہیں بے شمار چشمے، نالے اور جھیلیں ہیں اور آب و ہوا کے اعتبار سے فرحت بخش ہے دور دور سے لوگ یہاں آتے ہیں اور صحتیاب ہو کر چلے جاتے ہیں۔

وادی کشمیر گویا وادی مین ہی ہے، چاروں طرف چاولوں کے کھیت ہیں۔ بالیاں نکلی ہوئی ہیں گویا آنے جانے والوں کو جھک جھک کر سلام کر رہی ہیں۔ پہاڑوں کے دامن میں مکئی کی کھیتیاں سرسبز و شاداب گویا دوشالہ اوڑھے کھڑی ہیں جیسے بچے پہیلیوں میں کہتے ہیں کہ:

"ہری تھی من بھری تھی۔ شیخ جی کے باغ میں دوشالہ اوڑھے کھڑی تھی۔"

سیبوں کے بے شمار باغات ہیں۔ تمام ہندوستان اور دوسری جگہوں پر بھی بھیجے جاتے ہیں اور جگہ جگہ پھولوں کی بیلیں پھیلی ہوئی ہیں جو اتنی خوبصورت اور شاندار ہیں کہ کہیں دیکھنے میں نہیں آتیں۔

کسی شاعر نے کشمیری پھولوں کے بارے میں یہ نظم کہی ہے جو اردو کی چھٹی کتاب میں ہے اور بچوں کو پڑھائی جاتی ہے۔ آپ حضرات تو اس کی خوشبوؤں سے مستفید ہوتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن شاعر نے شاعرانہ تخیل سے دوسرے لوگوں کو اس کی خوشبو سے مست کر دیا ہے۔ اس نظم کا عنوان "عروس بہار" ہے۔ اب نظم سنئے اور شاعر کو داد دیجئے۔

پھولوں کا گہنا پھولوں کی مالا　　　پھولوں کا سہرا پھولوں کا بالا

Marfat.com

پھولوں کا چاند اور پھولوں کا ہالا — سیج پہ گلاب اور سیج پہ گالا
آیا عروسِ فصلِ بہاری
آئی ہے نوشاہِ گل کی سواری

پھولوں کا بادل پھولوں کی جھڑیاں — پھولوں کے انبار پھولوں کی دھڑیاں
پھولوں کے گھونٹے پھولوں کی گھڑیاں — پھولوں کی گیند اور پھولوں کی چھڑیاں
آیا عروسِ فصلِ بہاری
آئی ہے نوشاہِ گل کی سواری

پھولوں کے غنچے پھولوں کی کلیاں — پھولوں کے گنج اور پھولوں کی گلیاں
شاخوں کے جھولے پہ وہ رنگ رلیاں — پھولوں کی پریاں برفی کی ڈلیاں
آیا عروسِ فصلِ بہاری
آئی ہے نوشاہِ گل کی سواری

پھولوں کی ڈالی ہے خرمن — پھولوں کا بوٹا بوٹا ہے گلشن!
پھولوں کے کوشک پھولوں کے مخزن — پھولوں کی شمعیں پھولوں سے روشن
آیا عروسِ فصلِ بہاری
آئی ہے نوشاہِ گل کی سواری

پھولوں کے قصر اور پھولوں کے میداں — پھولوں کے طاق اور پھولوں کے ایواں
پھولوں کے در اور پھولوں کی دریاں — پھولوں کے ساز اور پھولوں کے ساماں
آیا عروسِ فصلِ بہاری
آئی ہے نوشاہِ گل کی سواری

ساون پہ آیا جوانی کا جوبن — پربت کا مالی ٹیلے کی مالن
پھولوں کی بدھی پھولوں کا جوشن — پھولوں کا چولی پھولوں کا دامن
آیا عروسِ فصلِ بہاری
آئی ہے نوشاہِ گل کی سواری

پھولوں کے سج دھج پھولوں کی چھل بل — پھولوں کی دھومیں پھولوں کی ہل چل
پھولوں کے میلے پھولوں کے دنگل — پھولوں کے جنگل جنگل ہیں منگل

آیا عروس فصل بہاری
آئی ہے نوشاہِ گل کی سواری

شیخ و برہمن دانا و جاہل — عاشق محزوں شاعر بے دل
جنگل کی چڑیاں باغوں کی کوئل — آتے ہیں مل جل گاتے ہیں مل مل

آیا عروس فصل بہاری
آئی ہے نوشاہِ گل کی سواری

اور میں آج ہی یاری پورہ آیا ہوں تو گھر گھر چشموں کی نہریں بہتی دیکھتا ہوں۔ ان حسین نہروں سے مائیں بہنیں پانی لے کر اپنی ضرورتیں پوری کر رہی ہیں نہ یہاں غالباً کنویں ہیں اور نہ ان کی ضرورت ہی ہے جتنا پانی چاہا اور جب چاہا ضرورت پوری کر لی اور اکثر گھروں میں سیب، اخروٹ کے درخت کھڑے ہیں۔ گویا یہ وادی کشمیر کا حصہ وادیٔ عدن کا حصہ سمجھنا چاہئے۔

اگر آپ حضرات اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت اور شکر گذاری کرتے رہیں گے تو انشاء اللہ ان نعمتوں سے ہمیشہ مستفید ہوتے رہیں گے اور اگر آپ نے ذکر الٰہی سے روگردانی کی، عبادت الٰہی سے پہلو تہی کی اور شکر گزاری سے بھی اعراض کیا تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی وجہ سے ان ہی عبرتناک سزاؤں کے مستحق ہو جاؤ، جو قوم عاد و ثمود، قوم سبا اور دوسری قوموں کے ساتھ ہوا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے سچ فرمایا۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّأْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللّٰهِ فَأَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝

اللہ تعالیٰ اس بستی کی مثال بیان فرماتا ہے جو پورے امن و اطمینان سے تھی اس کی روزی اس کے پاس بافراغت ہر جگہ سے چلی آ رہی تھی پس اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھوک اور ڈر کا جامہ پہنا دیا۔ جو بدلہ تھا ان کے کرتوتوں کا۔

قرآن مجید میں شکر گزاری کے بارے میں بہت سی آیتیں ہیں ان میں سے چند آیتوں کو یہاں بیان کرتا ہوں جن سے آپ شکر کی اہمیت کو اور کفران نعمت کی مذمت کو بخوبی

Marfat.com

سمجھ سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۝

اگر تم شکر گزاری کرو گے تو ہم تمہیں زیادہ دیں گے اور اگر ناشکری کرو گے تو سزا کے مستحق ہو گے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ۝ (دھر)

ہم نے ان کو سیدھا راستہ دکھایا اب وہ تو شکر گزاری کرے یا ناشکر گزار بن جائے۔

لغت میں شکر کے اصلی معنی یہ ہیں کہ جانور میں تھوڑے سے چارہ ملنے پر بھی تر و تازگی پوری ہو اور دودھ زیادہ دے۔ اس سے انسان کے محاورے میں یہ معنی پیدا ہوئے کہ کوئی کسی کا تھوڑا بھی کام کردے تو دوسرا اس کی پوری قدر کرے۔

یہ قدر شناسی تین طریقے سے ہوسکتی ہے۔ دل سے، زبان سے اور ہاتھ پاؤں سے یعنی دل سے اس کی قدر شناسی کا جذبہ ہو۔ زبان سے اس کے کاموں کا اقرار ہو۔ اور اس کے ہاتھ پاؤں سے ان کاموں کے جوابات میں ایسے افعال صادر ہوں جو کام کرنے والے کی بڑائی کو ظاہر کریں۔ کسی شاعر نے ان تین باتوں کو اس شعر میں جمع کر دیا ہے ؎

أَفَادَتْكُمُ النَّعْمَاءُ مِنِّي ثَلَاثَةً

يَدِي وَلِسَانِي وَالضَّمِيرُ الْمُحَجَّبَا

یعنی تمہاری نعمتوں کا شکریہ میں نے اپنے ہاتھ، زبان اور دل کی گہرائیوں سے ادا کیا۔

خدا کی نعمتوں کی ناقدری کرنا، ان نعمتوں پر پردہ ڈالنا اور زبان و دل سے اس کا اقرار اور اپنے عمل سے اس کا اظہار نہ کرنا کفرانِ نعمت ہے۔ شکر اور کفرانِ نعمت دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اسی لئے قرآن مجید میں ان دونوں کو ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا دونوں آیتوں سے معلوم ہوا۔

ایک لمبی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"میں نے دوزخ کو دیکھا جس میں زیادہ تر عورتیں نظر آئیں لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ آپ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ آپ نے فرمایا، نہیں۔ بلکہ اپنے خاوندوں کا کفر یعنی ان کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان فراموش ہیں۔ اگر ساری عمر ان کی دل جوئی کرو۔ ان کے ساتھ احسان

Marfat.com

کرو۔ لیکن اگر انہیں کوئی تکلیف پہنچ جائے تو کہتی ہیں کہ زندگی بھر دکھی رہی ایک لمحہ بھر تو آرام وسکون نہیں ملا۔ (بخاری)

اور کبھی شکر کی نسبت اپنی طرف کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ذرا ذرا سے کاموں کی پوری پوری قدر کرتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا۔

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ۝

اگر تم شکر کرو اور ایمان لاؤ تو خدا تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ تو قدر پہچاننے والا اور علم رکھنے والا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے صرف دو باتیں چاہتا ہے شکر اور ایمان۔ ایمان کی حقیقت تو معلوم ہے۔ اب رہا شکر، تو شکر شریعت کی ہر چیز پر حاوی ہے۔ ساری عبادتیں شکرگزاری کے لئے ہی ہیں۔ بندوں کے ساتھ حسن سلوک اور نیک برتاؤ کی حقیقت بھی شکر ہی ہے۔ دولت مند اگر اپنی دولت کا کچھ حصہ خدا کی راہ میں دیتا ہے تو یہ دولت کا شکر ہے۔ صاحب علم اپنے علم سے بندگان خدا کو فائدہ پہنچاتا ہے تو یہ علم کی نعمت کا شکر ہے۔ طاقتور کمزوروں کی امداد اور اعانت کرتا ہے تو یہ بھی طاقت کی نعمت کا شکر ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ خالق کائنات ہے اور اس کی بیشمار نعمتیں اپنی مخلوقات پر ہیں۔ ان نعمتوں کی شکرگزاری فرض ہے جن کو لفظ حمد اور لفظ شکر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسے الحمد للہ۔ ساری تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔

حمد: زبانی تعریف کو کہتے ہیں خواہ جس کی تعریف کی جاتی ہو وہ اس کی لازم صفتوں پر ہو یا متعدی صفتوں پر۔ اور شکر صرف متعدی صفتوں پر ہوتا ہے اور وہ دل وزبان اور جملہ ارکان سے ہوتا ہے۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ لفظ حمد عام ہے یا لفظ شکر اور صحیح بات یہ ہے کہ اس میں عموم خصوص ہے۔ لفظ حمد لفظ شکر سے عام ہے اس لئے کہ وہ لازم و متعدی دونوں اوصاف پر آتا ہے لیکن اس حیثیت سے کہ وہ صرف زبان ہی سے ادا ہو سکتا ہے، یہ خاص لفظ ہے اور شکر کا لفظ عام ہے کیونکہ وہ قول وفعل اور نیت پر بولا جاتا ہے اور صرف متعدی صفتوں پر بولے جانے کے اعتبار سے شکر کا لفظ عام ہے۔

Marfat.com

تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ہر ہر نعمت کے بدلے میں شکر ادا کرنا ضروری ہے۔ قرآن میں نعمتوں کو بیان کرنے کے بعد شکر ادا کرنے کا مطالبہ ہے۔ فرمایا:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ۝ (فرقان)

بڑی برکت والی اس کی ذات ہے جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں ایک چراغ اور اجالا کرنے والا چاند رکھا۔ اور اس نے رات اور دن بنائے کہ ایک کے بعد ایک آتا ہے اس کے واسطے جو دھیان رکھے یا شکر ادا کرنا چاہے۔

شکر کے متعلق رب العالمین کیا بہتر فرماتا ہے۔

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۝ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ (سجدہ)

جو ذات پاک حاضر غائب کا جاننے والا ہے نہایت غلبے والا ہے بہت ہی رحم والا ہے۔ جس نے جو چیز بنائی بہت خوب بنائی اور انسان کی پیدائش ایک گارے سے شروع کی پھر اس کی اولاد کو بے قدرے نچوڑے ہوئے پانی سے پیدا کیا پھر اس کو درست کیا اور اس میں اپنی روح سے کچھ پھونکا اور تمہارے کان اور آنکھ اور دل بنائے۔ تم بہت کم شکر کرتے ہو۔

....

اللہ تعالیٰ دوسری جگہ ذکر فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ (بقرۃ)

اے ایمان والو! ہم نے تم کو جو روزی دی پاک چیزوں میں سے اسے کھاؤ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝

تو اللہ تعالیٰ نے تم کو جو حلال اور پاک چیزیں دیں ان کو کھاؤ اور اس کی نعمت کا شکریہ ادا کرو اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔

مال میں نعمت کا شکریہ یہ ہے کہ اس کے حکم کے مطابق مال خرچ کیا جائے۔ تیسری قسم یہ ہے کہ جس محسن نے جس قسم کا احسان ہمارے ساتھ کیا ہم اسی قسم کا احسان اس کے ساتھ کریں۔

Marfat.com

اور فرمایا :۔

وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ (نحل)

اور اسی نے سمندر کو تمہارے فائدے کے لئے پیدا کیا تم اس سے تازہ گوشت مچھلی کھاؤ اور اس سے آرائش کی وہ چیزیں نکالو جس کو تم پہنتے ہو یعنی موتی۔ اور جہازوں کو تم دیکھتے ہو کہ وہ اس میں پانی کو پھاڑتے رہتے ہیں اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کا فضل (رزق) ڈھونڈو اور تاکہ تم شکر کرو۔

كَذَٰلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

اور اسی طرح ہم نے جانوروں کو تمہارے بس میں کر دیا تاکہ تم شکر ادا کرو۔

وَمِنْ رَحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

اور اس کی رحمت سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے رات اور دن بنایا کہ تم رات کو آرام کرو اور دن کو اس کے فضل و کرم کو تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو۔

إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ۝ (یونس)

اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر بڑے بڑے فضل کئے لیکن ان میں سے بہت کم شکر کرتے ہیں۔

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ۗ قَلِيلًا مَا تَشْكُرُونَ (اعراف)

اور ہم نے تم کو زمین میں قوت بخشی۔ اور اس میں تمہارے لئے بسر اوقات کے بہت سے ذرائع بنائے تم بہت کم شکر کرتے ہو۔

غرض اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کی شکر گزاری چاہتا ہے اور اس سے خوش ہو کر زیادہ بخشش اور انعام کا دریا بہاتا ہے۔

جیسا کہ اس نے خود ہی فرمایا۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۝

اگر تم شکر گزاری کرو گے تو بے شک میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میری پکڑ بہت سخت ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ :

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک سائل گزرا ، آپ نے اسے ایک کھجور

Marfat.com

دی وہ بہت بگڑا اور بھور نہیں لی۔ پھر دوسرا سائل گزرا آپ نے وہی اسے بھی دی اس نے اسے بخوشی لے لیا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کا عطیہ ہے۔ آپ نے اسے بیس درہم دینے کا فیصلہ کیا اور ایک روایت میں ہے کہ:

آپ نے لونڈی سے فرمایا کہ اسے لے جاؤ اور ام سلمہؓ کے پاس چالیس درہم ہیں وہ اسے دلوا دو۔ (ابن کثیر) دوسرے سائل کو اس کی شکرگزاری پہ آپ نے زیادہ عطا فرمایا۔ ناشکری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناشکروں سے اپنی نعمتیں چھین لیتا ہے یہی ان کے لئے عذاب شدید ہے

حقیقت میں نافرمانی اور ناشکری عذاب الٰہی کا ذریعہ اور سبب ہے۔ بہت سی قومیں معصیتِ الٰہی۔ نافرمانی اور ناشکری کی وجہ سے تباہ و برباد کر دی گئیں۔ قرآن مجید میں قوم عاد قوم ثمود اور قارون و فرعون و ہامان کی بربادی کے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ قوم ہود یعنی عاد پر بھی عذاب الٰہی ان کی نافرمانی کی وجہ سے آیا۔ یہ قوم بڑی طاقت ور اور شہ زور تھی حضرت ہود علیہ السلام نے بہتیرا سمجھایا مگر وہ نافرمانی سے باز نہیں آئے کہنے لگے۔

فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا۔ جس عذاب کی تم دھمکی دیتے ہو اسے لے آؤ۔

چنانچہ ان پر خدا کی طرف سے اچانک بجلی کی ایک خوفناک گرج پیدا ہوئی اور ہوا اس قدر زور سے چلی کہ پہلے ان کے مکانات و محلات کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا اور وہ بستی برباد ہوگئی اس کے بعد ہوا نے ان کے پاؤں کے نیچے آ کر ان کو زمین پر سرنگوں ڈال دیا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ ۝ (حٰم سجدہ)

پھر بھیجی ہم نے ان پر ہوا بڑے زور کی کئی دن کہ مصیبت کے دن تھے تاکہ ہم چکھائیں ان کو رسوائی کا عذاب دنیا کی زندگانی میں اور آخرت کے عذاب میں تو پوری رسوائی ہے اور وہ مدد نہیں کئے جائیں گے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَفِي عَادٍ إِذْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيمَ ۝ مَا تَذَرُ مِن شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ

اور قوم عاد کے ہلاک ہونے میں بھی قدرت الٰہی کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ جب ہم نے ان پر ایک منحوس آندھی چلائی جس چیز سے ہو کر

Marfat.com

كَالرَّمِيمِ (الذاريات)

وہ گذرتی اس کو بوسیدہ ہڈی کی طرح چورا کردیتی۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ ۝ تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ (القمر)

جھٹلایا عاد نے، پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور کھڑکھڑانا ہم نے بھیجی ان پر ہوا تند ایک نحوست کے دن جو ٹلنے والی نہ تھی۔ اس نے لوگوں کو اکھاڑ پھینکا۔ گویا وہ ایک جڑیں ہیں کھجور کی اکھڑی ہوئی۔ پھر کیسا رہا میرا عذاب اور میرا کھڑکھڑانا۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرَىٰ لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ ۝ (حاقہ)

اور وہ جو عاد تھے سو وہ بھی برباد ہوئے ٹھنڈی سناٹے کی ہوا سے کہ نکل جائے ہاتھوں سے مقرر کردیا اس کو ان پر سات رات اور آٹھ دن لگاتار پھر تو دیکھے کہ وہ لوگ اس میں پچھڑ گئے گویا وہ جڑیں ہیں کھجور کی۔ پھر تو دیکھتا ہے کوئی ان میں کا بچا۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝ (فجر)

تو نے دیکھا کیسا کیا تیرے رب نے عاد ارم کے ساتھ جو تھے بڑے ستونوں والے کہ ان کے جیسا کسی شہر میں نہیں بنایا گیا۔

ان مبارک آیتوں میں جس عذاب کے بارے میں کہا گیا ہے وہ ترجمے سے واضح ہوگیا ہے زیادہ بیان تفسیر میں ہے۔ حاصل یہ ہے کہ قوم عاد اپنی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے ہمیشہ ہمیش کے لئے تباہ و برباد کردی گئی۔

اسی طرح سے قوم شعیب وغیرہ بھی اپنی سرکشی اور خدا کی ناشکری کی وجہ سے ہمیشہ کیلئے مٹ گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی تباہی و بربادی کی داستان کو اس طرح سے بیان فرمایا ہے۔

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَارْجُوا

مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! اللہ تعالیٰ

Marfat.com

الْيَوْمَ الْآخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ۝ وَعَادًا وَثَمُودَ وَقَد تَّبَيَّنَ لَكُم مِّن مَّسَاكِنِهِمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَكَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ وَقَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ ۔ وَلَقَدْ جَاءَهُم مُّوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا سَابِقِينَ ۝ فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنبِهِ ۝ فَمِنْهُم مَّنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُم مَّنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۔ وَمِنْهُم مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ وَمِنْهُم مَّنْ أَغْرَقْنَا ۔ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ (سورہ عنکبوت)

کی عبادت کرو قیامت کے دن کی توقع رکھو اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو۔ پھر بھی انہوں نے انہیں جھٹلایا آخرش ان کو زلزلے نے پکڑ لیا اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے مردہ ہوکر رہ گئے ہم نے قوم عاد اور قوم ثمود کو بھی غارت کیا جن کے بعض مکانات تمہارے سامنے ظاہر ہیں شیطان نے انہیں ان کی بداعمالیوں کو آراستہ کرکے دکھایا تھا اور ان کو راہ راست سے روک دیا تھا اس کے باوجود کہ یہ آنکھوں والے اور ہوشیار تھے اور قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی ان کے پاس حضرت موسیٰ کھلے کھلے معجزات لے کر آئے تھے۔ پھر بھی انہوں نے زمین پر تکبر کیا لیکن ہم سے آگے بڑھنے والے نہ ہو سکے۔ پھر تو ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کے وبال میں گرفتار کر لیا۔ ان میں سے بعض پر ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا اور ان میں سے بعض کو زوردار سخت آواز نے دبوچ لیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے ڈبو دیا اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے بلکہ یہی لوگ اپنی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔

یہ عذاب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے ہوا اور جو بھی ایسی حرکت کرے گا۔ قادر مطلق جبار و قہار خدا اسی قسم کی سزا دیتا رہے گا۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً۔

بچو اس فتنہ سے جو صرف انہیں لوگوں کو مبتلائے مصیبت نہ کرے گا جنہوں نے تم میں سے ظلم کیا ہے۔

بلکہ بعض دفعہ ظالم اور غیر ظالم، عاصی و خاطی اور مطیع و فرمانبردار بھی اس عذاب کی لپیٹ میں آجاتے ہیں۔

جیسا کہ اصحاب السفینہ کے بارے میں فرمایا تھا۔

مَثَلُ الْقَائِمِ عَلٰى حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا عَلٰى سَفِيْنَةٍ فَاَصَابَ بَعْضُهُمْ اَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ اَسْفَلَهَا فَكَانَ الَّذِيْنَ فِيْ اَسْفَلِهَا اِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ فَقَالُوْا لَوْ اَنَّا خَرَقْنَا فِيْ نَصِيْبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا فَاِنْ يَتْرُكُوْهُمْ وَمَا اَرَادُوْا هَلَكُوْا جَمِيْعًا وَاِنْ اَخَذُوْا عَلٰى اَيْدِيْهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيْعًا۔ (بخاری)

جو شخص اللہ تعالیٰ کی باندھی ہوئی حدوں پر قائم رہے اور جو اس میں گھس گیا گناہ میں پڑ گیا۔ دونوں کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جنہوں نے جہاز میں قرعہ ڈال کر جگہ بانٹ لی۔ کسی نے اوپر کا درجہ لیا اور کسی نے نیچے کا۔ اب جو لوگ نیچے کے درجے میں رہے وہ پانی کے لئے اوپر کے درجے والوں پر گزرے پھر کہنے لگے کہ اگر ہم نیچے ہی اپنے درجہ میں سوراخ کر لیں تو بار بار آنے سے اوپر والوں کو تکلیف نہ دیں گے۔ اگر اوپر والے ان کو چھوڑ دیں تو سب ڈوب کر تباہ ہو جائیں گے اور اگر ان کو روکیں تو آپ بھی بچیں گے اور دوسرے بھی بچ جائیں گے۔

حدیث کا مطلب بالکل صاف ہے کہ اگر نافرمانوں کو نافرمانی سے روکا جائے تو سب آفتوں سے بچ جائیں گے ورنہ سب پر آفت آئے گی۔

پہلے زمانے میں بہت سے لوگوں کو صرف اس لئے ملعون قرار دیا گیا کہ نہ وہ برائیوں کو روکتے تھے اور نہ بھلائیوں کا حکم دیتے تھے۔ ہم نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے خطبے میں اس کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ معصیت الٰہی متعدی امراض اور وبائی بیماری کی سی ہے کہ شروع شروع میں کمزور افراد پر اس کا حملہ ہوتا ہے اگر احتیاطی تدبیریں بروقت اختیار کر لی جائیں تو عوام پر اس کا حملہ نہیں ہوگا۔ ورنہ سب کے سب اس کے لپیٹ میں آجائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہی خوب فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُعَذِّبُ الْعَامَّةَ بِعَمَلِ خَاصَّةٍ حَتّٰى يَرَى الْمُنْكَرَ بَيْنَ ظَهْرَانِيْهِمْ وَهُمْ قَادِرُوْنَ

اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے عمل پر عام لوگوں کو عذاب نہیں دیتا مگر جب وہ اپنے سامنے بدی کو دیکھے اور اس کو روکنے پر قدرت رکھنے کے

Marfat.com

عَلَى اَنْ يُّنْكِرُوْهُ فَلَا يُنْكِرُوْهُ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَذَّبَ اللّٰهُ خَاصَّةً وَّعَامَّةً۔ (از مہیب)

باوجود اس کو نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ خاص و عام سب کو مبتلائے عذاب کر دیتا ہے۔

بہ حال معصیت الٰہی میں دین و دنیا دونوں کا نقصان ہے۔ جو قومیں برسر اقتدار ہو جاتی ہیں خدا کی نافرمانی کی وجہ سے بہت جلد کچل دی جاتی ہیں۔

ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کے صحیح اعمال اور اعتقاد ہونے کی وجہ سے ہر جگہ وہ غلبہ تسلط حاصل کرتے جاتے تھے بڑی بڑی جابر اور ظالم سلطنتیں ان سے لرزہ براندام ہوتی تھیں۔ قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ کر رکھ دیئے۔ جہاں جاتے فتح و نصرت ان کی قدم بوسی کرتی تھی۔ گویا اصلاح و عمل کا یہ سیلاب کہیں تھمتا نہیں تھا۔

علامہ اقبال مرحوم نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
دنیا کے بتکدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا
تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا
مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا
باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

لیکن جب سے مسلمانوں میں صحیح عمل، صحیح اعتقاد، صحیح جوش، صحیح اہمیت، صحیح اسلامی جذبہ اور صحیح اسلامی غیرت باقی نہ رہی تب سے محکومیت، غلامیت اور ذلت و مسکنت کی زنجیروں میں جکڑ دیئے گئے۔ تقریباً دنیا کے مسلمانوں کا عموماً اور ہندوستانی مسلمانوں کا خصوصاً یہی حال ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب شہر قبرص فتح ہوا اور اسلامی فوج شہر میں فاتحانہ حیثیت سے داخل ہوئی۔ اسلامی جھنڈا اس کے قلعوں پر لہرانے لگا اور ہر مسلمان سپاہی فتح و نصرت کی خبر میں مخمور نظر آ رہا تھا۔ تو اس فرحت و شادمانی کی حالت میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ تنہائی میں بیٹھے ہوئے روتا ہوا دیکھ کر کسی نے دریافت کیا کہ اس خوشی کے وقت آپ کیوں ماتم اور آہ و بکا کر رہے ہیں؟

آپ نے ٹھنڈی سانس بھر کر فرمایا کہ آج جس قوم پر ہم فتحیاب ہوئے ہیں کل ہی یہ

Marfat.com

قوم برسر اقتدار تھی اور دنیاوی جاہ وحشمت کی مالک تھی لیکن آج اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے کیسی ذلیل وخوار ہو گئی، ان کا ملک چھن گیا۔ دولت لٹ گئی بیوی بچے غلام بن گئے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر ہم مسلمانوں میں بھی یہی کیفیت پیدا ہو گئی تو آئندہ چل کر ہمارا بھی یہی حشر ہو سکتا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ عبدالرحمن بن جبیر بن نفیر سے بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد محترم نے بیان کیا۔

لَمَّا فُتِحَتْ قُبْرُصُ وَفُرِّقَ بَيْنَ أَهْلِهَا فَبَكَى بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَرَأَيْتُ أَبَا الدَّرْدَاءِ يَبْكِي فَقُلْتُ مَا يُبْكِيكَ فِي يَوْمٍ أَعَزَّ اللهُ الْإِسْلَامَ وَأَهْلَهُ فَقَالَ وَيْحَكَ يَا جُبَيْرُ مَا أَهْوَنَ الْخَلْقَ عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا أَضَاعُوا أَمْرَهُ بَيْنَهُمَا هِيَ أُمَّةٌ قَاهِرَةٌ ظَاهِرَةٌ لَهُمُ الْمُلْكُ تَرَكُوا أَمْرَ اللهِ فَصَارُوا إِلَى مَا تَرَى۔

جب مسلمانوں نے مقام قبرص کو فتح کیا اور وہاں کے باشندوں میں جدائی کردی گئی اور سب لوگ تتر بتر ہو گئے بشکست کی وجہ سے رونے دھونے لگے تو میں نے (یعنی جبیر بن نفیر) ابودرداء صحابی رضؓ کو دیکھا کہ وہ اکیلے بیٹھے رو رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اے ابودرداء ایسے خوشی ومسرت کے عالم میں جس میں اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت بخشی ہے، کیا چیز آپ کو رلا رہی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ تم پر افسوس ہے کہ تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے ہو کہ یہ قوم اللہ تعالیٰ کے حکم کو ضائع کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ذلیل ہو گئی تم دیکھ رہے ہو کہ یہ قوم برسر اقتدار تھی اور زبردست وغالب تھی، ان کے لئے ان کا ملک تھا لیکن جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو پس پشت ڈال دیا تو ان کی ذلت اور رسوائی کی جو حالت ہے اس کو تم دیکھ رہے ہو۔ سچ ہے۔

إِنَّ اللهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ۔

واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت میں تغیر نہیں کرتا۔ جب تک کہ وہ لوگ خود اپنی حالت کو بدل نہیں دیتے۔

مولانا حالی مرحوم نے اس آیت کریمہ کا ترجمہ اس انداز میں کیا ہے ؎

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

اگر ہم نے اپنے آپ کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش نہیں کی تو ہمیشہ غلامی کی

Marfat.com

زنجیروں میں جکڑے رہیں گے اس لئے آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے شاندار ماضی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسلاف کرام کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچا مسلمان بنائے رکھے اور فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ کا مصداق بنائے۔ آمین۔

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔ سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

Marfat.com

عبادت

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَقَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوْٓا إِلَّآ إِيَّاهُ
وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ إِمَّا يَبْلُغَنَّ
عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَآ أَوْ كِلَاهُمَا
فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ أُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا
وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ
لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ
قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ
صَغِيْرًا ۝ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِيْ
نُفُوْسِكُمْ ۚ إِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ
فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ۝
وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهُ وَالْمِسْكِيْنَ
وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝
إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا إِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ
وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهِ كَفُوْرًا ۝
وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ
مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ
قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۝ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ
مَغْلُوْلَةً إِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا
كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ۝

پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ سلوک واحسان کرنا۔ اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے ہوں... تک کہنا نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب و احترام سے بات چیت کرنا۔ اور محبت و عاجزی کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے پروردگار! ان پر ویسے ہی رحم کر جیسے انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اس کو تمہارا رب بخوبی جانتا ہے اگر تو نیک ہے تو وہ رجوع کرنے والے کو بخشنے والا ہے۔ رشتہ داروں کا مسکینوں کا، مسافروں کا حق ادا کرو۔ اسراف و بیجا خرچ سے بچو۔ بیجا اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا ہے اور اگر تجھے ان سے منہ پھیر لینا پڑے اپنے رب کی اس رحمت کی جستجو میں جس کی تو امید رکھتا ہے تب بھی تجھے چاہئے کہ عمدگی اور نرمی سے انہیں سمجھادے اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا مت رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھول دیا کرو کہ پھر ملامت کیا ہوا اور پچھتایا ہوا بیٹھ

Marfat.com

إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ
وَيَقْدِرُ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا
بَصِيرًا ۔ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ
خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ۔ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ
وَإِيَّاكُمْ ۔ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً
كَبِيرًا ۔ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ
فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا ۔ وَلَا تَقْتُلُوا
النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۔
وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا
لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي
الْقَتْلِ ۔ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا ۔ وَلَا
تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ
أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۔ وَأَوْفُوا
بِالْعَهْدِ ۔ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ
مَسْئُولًا ۔ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا
كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ۔
ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۔ وَ
لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۔
إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ
أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۔
وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۔
إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ
تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ۔ كُلُّ ذَٰلِكَ
كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ۔
ذَٰلِكَ مِمَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ رَبُّكَ

جائے۔ یقیناً تیرا رب جس کے لئے چاہے روزی
کشادہ کردیتا ہے اور تنگ بھی۔ یقیناً وہ اپنے
بندوں سے باخبر اور خوب دیکھنے والا ہے مفلسی
کے خوف سے تم اپنی اولاد کو نہ مار ڈالا کرو ان
کو اور تم کو ہم ہی روزیاں دیتے ہیں یقیناً
ان کا قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ خبردار۔ زنا کے
قریب بھی نہ پھٹکنا کیونکہ وہ بڑی بےحیائی ہے
اور بہت ہی بری راہ ہے۔ اور کسی جان کا جس
کا مارنا اللہ نے حرام کردیا ہے ہرگز ناحق قتل
نہ کرنا اور جو قتل کردیا جائے مظلوم ہونے کی
صورت میں۔ ہم نے ان کے وارثوں کو طاقت
دے رکھی ہے۔ پس اسے چاہئے کہ مار ڈالنے
میں زیادتی نہ کرے بے شک وہ مدد کیا گیا ہے
یتیم کے مال کے قریب تک نہ جاؤ بجز اس طریقہ
کے جو بہت ہی بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی بلوغت
کو پہنچ جائیں اور وعدے پورے کیا کرو کیونکہ
قول وقرار کی بازپرس ہونے والی ہے اور
جب ناپنے لگو تو بھرپور پیمانے سے
ناپو اور سیدھی ترازو سے تولا کرو۔ یہی
بہتر ہے اور انجام میں بھی بہت اچھا ہے جس
بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو۔
کیونکہ کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر
ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔ زمین
میں اکڑ کر نہ چلا کرو۔ نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا
ہے اور نہ پہاڑوں تک پہنچ سکتا ہے ان سب

Marfat.com

مِنَ الْحِكْمَةِ ۭ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ اِنَاثًا ۭ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ۝

(اسراء)

کی برائی تیرے رب کے نزدیک سخت ناپسند ہے یہ بھی منجملہ اس وحی کے ہے جو تیری جانب تیرے رب نے حکمت سے اتاری ہے، تو خدا کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بنانا کہ ملامت خوردہ اور راندۂ درگاہ ہو کر دوزخ میں ڈال دیا جائے۔ کیا بیٹوں کے لئے تو اللہ نے تمہیں چھانٹا اور خود اپنے لئے فرشتوں کو لڑکیاں بنایا؟ بے شک تم بہت بڑا بول بول رہے ہو۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے عبادتِ الٰہی اور حقوق انسانی کی تعلیم دی ہے اور یہ تاکیدی حکم دیا ہے کہ:

۱۔ اپنے رب کی عبادت کرتے رہنا۔
۲۔ والدین کی خدمت کرتے رہنا۔
۳۔ صلہ رحمی کرتے رہنا۔
۴۔ غربا، نوازی کرتے رہنا۔
۵۔ فضول خرچی سے ہمیشہ بچتے رہنا۔
۶۔ نہ بخل کرو نہ حد سے زیادہ سخاوت کرو۔
۷۔ اولاد کشی ہرگز نہ کرو۔
۸۔ زنا و بدکاری ہرگز نہ کرو۔
۹۔ نفس محرمہ کو بھی قتل نہ کرو۔
۱۰۔ یتیم کا مال ناجائز طریقہ سے نہ لو۔
۱۱۔ عہد اور قول و قرار کو پورا کرو۔
۱۲۔ ناپ تول کو صحیح اور پورا تولا کرو۔
۱۳۔ بغیر علم کے کوئی بات نہ کہو۔
۱۴۔ تکبر اور غرور سے مت چلو۔
۱۵۔ اللہ کے ساتھ کبھی کسی کو شریک نہ کرو۔
۱۶۔ اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد تسلیم نہ کرو۔

Marfat.com

ان شولہ باتوں کی یہ ایک اجمالی فہرست ہے اب ہر ایک کو قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہوں ۔ یہ سب باتیں مکارم اخلاق میں سے ہیں ۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے سب سے پہلا حق یہ ہے کہ اسی کی عبادت کی جائے ۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ اس کی عبادت پر زور دیا گیا ہے ۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۔ یعنی اے اللہ ! ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں ۔

لغت میں عبادت ، ذلت اور پستی کو کہتے ہیں ۔ طریق معبد اس راستے کو کہتے ہیں جو ذلیل ہو یعنی چلتے چلتے گھس گیا ہو اسی طرح بعیر معبد اس اونٹ کو کہتے ہیں جو ذلیل اور مطیع و فرمانبردار ہو ۔ شریعت میں عبادت ، محبت ، خشوع ، خضوع اور خوف کے مجموعے کو کہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی مخصوص عبادت اور فرمانبرداری کی جائے ۔ یعنی اے خدا ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی قوانین وضوابط کی فرمانبرداری کرتے ہیں ۔ اور تجھ ہی سے عبادت و غیر عبادت میں مدد چاہتے ہیں ۔

بعض سلف کا فرمان ہے کہ :

سارے قرآن کا راز سورہ فاتحہ ہے اور پوری سورہ فاتحہ کا راز اسی آیت " اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ " میں ہے اس آیت کے پہلے حصہ میں شرک سے بیزاری کا اعلان ہے اور توحید کا اقرار ہے یعنی " لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ " کا مضمون ہے اور دوسرے جملے میں اپنی طاقتوں اور قوتوں کا انکار ہے اور اپنی بے بسی کا اظہار ہے جو " لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ " کا مطلب ہے ۔ یعنی اے خدا ! بغیر تیری توفیق کے ہم میں کوئی طاقت و قوت نہیں ہے صرف تیری ہی امداد سے اور طاقت وقوت سے دین و دنیا کے کاموں کو انجام دے سکتے ہیں ۔ اور اپنے تمام کاموں کو تیرے سپرد کرتے ہیں ۔

اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں ہم چند آیتوں کو بیان کرتے ہیں آپ غور و توجہ سے سنئے ۔ اور عمل کرنے کی کوشش کیجئے ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔

فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۔ یعنی تم اللہ ہی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ رکھو تمہارے عملوں سے اللہ غافل نہیں ہے ۔

Marfat.com

اور فرمایا:

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۔

یعنی مشرق و مغرب کا رب اللہ ہی ہے اس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں ہے۔ تم اسی کو اپنا کارساز سمجھو

یہی مضمون اس آیت اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۔ میں ہے۔

سورہ فاتحہ کی اس آیت سے پہلی آیتوں میں خطاب نہیں تھا لیکن اس آیت میں اللہ تعالیٰ سے خطاب کیا گیا کہ اے اللہ! ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ جو نہایت لطیف مناسبت رکھتا ہے کیونکہ جب بندے نے اللہ کی تعریف اور ثناء بیان کی تو گویا قرب خداوندی میں حاضر ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچ گیا اب اس مالک کو مخاطب کر کے اپنی ذلت و مسکینی کا اظہار کرنے لگا۔ کہ خدایا ہم تیرے ذلیل غلام ہیں اور اپنے تمام کاموں میں تیرے ہی محتاج ہیں۔

اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے پہلے تمام جملوں میں خبر تھی اللہ تعالیٰ نے اپنی بہترین صفات پر اپنی ثناء آپ کی تھی اور بندوں کو اپنی ثناء ان ہی کے الفاظ کے ساتھ بیان کرنے کا ارشاد فرمایا۔ اسی لئے اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو اس سورت کو نماز میں نہیں پڑھتا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے اس شخص کی نماز جو سورۂ فاتحہ کو نہ پڑھے (بخاری و مسلم)

اور مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں نے نماز کو یعنی سورۂ فاتحہ کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان آدھا آدھا بانٹ لیا ہے۔ اس کا آدھا حصہ میرا ہے اور آدھا حصہ میرے بندوں کے لئے ہے اور میرے بندے کے لئے وہ ہے جو وہ طلب کرے۔

جب بندہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری حمد اور تعریف بیان کی ہے جب بندہ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ میرے بندے نے میری ثناء کی ہے۔ جب وہ کہتا ہے۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی ہے جب وہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۔ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لئے وہ ہے جو مانگے، جب وہ آخری سورت تک پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ یہی فرماتا ہے کہ یہ بندے کے لئے ہے اور میرا بندہ جو کچھ مانگے وہ اس کے لئے ہے۔"

Marfat.com

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

"إِيَّاكَ نَعْبُدُ" کے یہ معنی ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم خاص تیری ہی توحید مانتے ہیں۔ تجھ ہی سے ڈرتے ہیں اور تیری ہی ذات سے امید رکھتے ہیں۔ تیرے سوا کسی اور کی نہ ہی تو ہم عبادت کریں، نہ ڈریں اور نہ امید رکھیں۔ اور إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ سے یہ مراد ہے۔ ہم تیری تمام اطاعت پر اور اپنے تمام کاموں میں تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں"

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں کہ:

"اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حکم دے رہا ہے کہ تم خالص اسی کی عبادت کرو اور اپنے تمام کاموں میں اسی سے مدد مانگو۔ إِيَّاكَ نَعْبُدُ پہلے اس لئے لایا گیا ہے کہ اصل مقصود اللہ کی عبادت ہی ہے اور مدد طلب کرنا یہ عبادت کا وسیلہ اہتمام اور اس پر پختگی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ زیادہ اہمیت والی چیز کو پہلے لایا جاتا ہے اور اس سے کم اہمیت والی چیز کو اس کے بعد لایا جاتا ہے۔"

علامہ ابراہیم میر سیالکوٹی نے واضح البیان میں لکھا ہے کہ:

"عبادت۔ عبادت کنندہ کے لحاظ سے تو نہایت درجے کی عاجزی ہوتی ہے لیکن اس میں معبود کی نہایت درجے کی تعظیم بھی ہوتی ہے پس ہر امر اور ہر حالت جس سے یہ مفہوم ظاہر ہو کہ اس میں عابد کی نہایت درجے کی ذلت اور معبود کی نہایت درجے کی عزت و تعظیم پائی جائے وہ عبادت ہے اور یہ تین طرح پر ادا ہو سکتی ہے۔

اوّل۔ زبان سے۔ جیسے حمد و ثناء، درود وظیفہ اور دعا وغیرہ۔

دوم۔ بدن سے۔ جیسے سجدہ۔ نماز، روزہ، حج، طواف وغیرہ۔

سوم۔ مال سے۔ جیسے زکوٰۃ۔ صدقہ و خیرات، قربانی، نذر و نیاز وغیرہ۔

یہ سب اقسام صرف اللہ تعالیٰ کے لئے یعنی اس کی رضا اور قربت حاصل کرنے کے لئے ادا کرنی چاہئے۔ ان میں کسی غیر کی شرکت جائز نہیں۔ "إِيَّاكَ نَعْبُدُ" میں حصر کا مفاد یہی ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے اس کے یہ معنی منقول ہیں۔ نَعْبُدُكَ وَلَا نَعْبُدُ غَيْرَكَ یعنی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ تیرے سوا کسی اور کی نہیں کرتے۔"

تشہد نماز میں جو وظیفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے اس میں یہ سب اقسام خدائے تعالیٰ نے مخصوص کر دیئے ہیں۔ التَّحِيَّاتُ یعنی جملہ تحیات یعنی زبان کی حمد و ثناء اور درود

Marfat.com

وظائف لِلّٰہِ خاص خدا کے لئے ہیں وَالصَّلٰوٰتُ اور تمام بدنی عبادت بھی مثلاً نماز، حج اور سفر زیارت وغیرہ۔ وَالطَّیِّبٰتُ اور سب مالی صدقات وخیرات، نذرونیاز، قربانی اور چڑھاوے بھی جو پاک مال سے دیئے جائیں، سب خاص اللہ ہی کے لئے ہیں۔

وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اور ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ اس میں بھی اِیَّاکَ کو مقدم ذکر کیا کہ عبادت کی طرح استعانت بھی ذات باری سے مختص ثابت ہو۔ اور اِیَّاکَ کو اس لئے ذکر کیا کہ عبادت و استعانت ہر دو مقصود بالذات ظاہر ہوں نیز اس لئے کہ یہ وقت خدا کے سامنے حاضری اور مناجات وخطاب کا ہے اور مقام حضور ومناجات صیغہ خطاب کو مکرر لانے میں متکلم کو لذت حاصل ہوتی ہے اور شوق و ذوق بڑھتا ہے۔ حاصل یہ کہ نہ خدا کے سوا کسی کی عبادت جائز ہے اور نہ ان امور میں جو اس سے مخصوص ہیں، کسی اور سے استعانت واستمداد ہی جائز ہے۔

اور عبادت کے بعد استعانت کے ذکر کی دو وجہیں ہیں اول یہ کہ مقام عبادت وعبودیت میں قائم ہونا اور اسے کما حقہ انجام دینا خدا تعالیٰ کی مدد و توفیق کے سوا نہیں ہو سکتا اس لئے نَعْبُدُ کے بعد خدا تعالیٰ سے مدد طلب کرنے کے لئے نَسْتَعِیْنُ کہا۔

دوم یہ کہ طلب مدد اور دعا بھی عبادت کی ایک قسم ہے اور امر عبادت میں نہایت مہتم بالشان ہے اس لئے اسے خصوصیت سے ذکر کیا چنانچہ حدیث میں وارد ہے۔ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ یعنی دعا، عبادت کا گودا ہے۔ نیز فرمایا اَلدُّعَاءُ ھُوَ الْعِبَادَۃُ۔ یعنی دعا ہی عبادت ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی۔

وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَہَنَّمَ دٰخِرِیْنَ۔ (مومن)	تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا بیشک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب نہایت ذلت کی حالت میں جہنم میں پڑیں گے۔

اس آیت میں دعا کو عبادت کہا گیا ہے۔

دعا، کے عبادت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بندے کا تعلق قلبی خدا کے ساتھ اسی وقت درست و مضبوط ہوتا ہے جب وہ اپنی حاجات ومشکلات میں صرف اسی کی طرف رجوع کرے۔ اور ہر نبی کی دعوت تھی۔

یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ	یعنی میرے بھائیو! تم خدا کی عبادت کرو۔ اس کے

Marfat.com

مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۔ سوا تمہارا کوئی سچا معبود نہیں ۔

نیز تصریح فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۔ یعنی اے پیغمبر! تجھ سے پیشتر ہم نے جو بھی پیغمبر بھیجا تھا ہم اس کی طرف یہی وحی کرتے رہے ہیں کہ میرے سوا کوئی بھی معبود برحق نہیں پس تم میری ہی عبادت کرو۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۔ کا حکم اسی رابطہ کو قائم کرنے کے لئے ہے۔ یعنی اپنے پروردگار کے اسم کا ذکر کرا ور سب سے رشتہ توڑ کر اسی سے جوڑے۔ اور فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کی حقیقت یہی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے دعا کرو خالص کرتے ہوئے واسطے اس کے دین کو۔ اسی اختصاص حصر کے لئے کلمۂ توحید میں تمام غیر اللہ کی نفی کر کے الوہیت کو صرف خدا کے لئے ثابت رکھا ہے چنانچہ فرمایا۔

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ یعنی اے پیغمبر! تو یقین کر کہ خدا کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں ۔ انتہیٰ ۔

پس جب تک انسان تمام غیر اللہ سے رشتہ توڑ کر مقام الوہیت کو ذات حق سے مخصوص نہ کر دے اور تمام ان امور میں جو مختص بذات باری ہیں استمداد و استعانت اور استغاثہ و فریاد خاص خدا تعالیٰ سے نہ کرے وہ خدا کی منشا، کے مطابق خاص اس کا پرستار نہیں کہلا سکتا۔ اور آیت اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ " کے دعوے میں سچا نہیں اتر سکتا۔

بعض لوگوں نے فرمایا کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ ۔ میں تواضع اور عاجزی ہے اور اپنی غلامیت کا اظہار ہے۔ اور عبدیت و غلامیت کا بڑا اونچا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو عبدیت کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔ جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهٖ وَسُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ وغیرہ۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۔

اور دوسری آیت میں فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۔ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ ۔ اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلوں کو پیدا کیا یہی تمہارا بچاؤ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا اور آسمان

Marfat.com

الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّکُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔

کو چھت، اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی۔ خبردار! باوجود جاننے کے خدا کے شریک مقرر نہ کرو۔

....

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اور الوہیت کا بیان فرمایا ہے اور اپنے وجود کو بھی مدلل طریقے سے بندوں کے سمجھانے کے لئے ذکر فرمایا ہے کہ تم اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ جس نے تم کو عدم سے عالم وجود تک پہنچایا اور تم سے پہلے بھی سب لوگوں کو پیدا کیا۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا۔ آسمان سے پانی برسا کر ہر قسم کے پھل فروٹ اور کھانے پینے کی چیزیں عطا فرمائیں لہذا تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو صرف اسی کی پوجا پاٹ کرو۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت عقلی و نقلی ہر حیثیت سے نہایت ضروری ہے کیونکہ ہم سب خدا کے غلام ہیں اور غلام پر فرض ہے کہ اپنے آقا کی خوشنودی کے مطابق اس کا کہا مانے۔

خدا کی عبادت اس لئے ضروری ہے کہ انسان مہد سے لحد تک ہر چیز میں محتاج ہے اور خدا کسی وقت کسی کا کسی چیز میں محتاج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور ہر ضرورت کی چیز بھی پیدا کی کھانے پینے کی بھی، پہننے اوڑھنے کی بھی اور مرنے جینے کی بھی چیز پیدا کی۔ جسم بنایا جان ڈالی اور شکم مادر ہی سے پرورش شروع کی۔ پیٹ میں مناسب غذا دیتا رہا۔ پیدائش کے بعد لَبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ ۔ سے پرورش کرتا رہا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ درجہ کمال تک پہنچا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے کیا ہی خوب توجہ دلائی ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍ ۔ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَۃً فِیْ قَرَارٍ مَّکِیْنٍ ۔ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۔ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۔ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ

یقیناً ہم نے انسان کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا پھر اسے نطفہ بنا کر محفوظ جگہ میں قرار دیدیا۔ پھر نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون بنا دیا۔ پھر اسے ہم نے گوشت کا ایک لوتھڑا کر دیا پھر اس کو ہم نے ہڈیاں پیدا کر دیں پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنا دیا پھر ایک دوسری خلقت میں پیدا کر دیا۔ برکتوں والا ہے

Marfat.com

اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ لَمَیِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تُبْعَثُوْنَ ۝ (المومنون)

وہ خدا جو سب سے اچھی پیدائش کرنے والا ہے اس کے بعد پھر تم سب یقیناً مر جانے والے ہو پھر قیامت کے دن بلا شبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے اسی مضمون کو اس طرح سے ادا فرمایا ہے۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَکْفَرَہٗ ۝ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ ۝ مِنْ نُّطْفَۃٍ خَلَقَہٗ فَقَدَّرَہٗ ۝ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَہٗ ۝ ثُمَّ اَمَاتَہٗ فَاَقْبَرَہٗ ۝ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَہٗ ۝ کَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَآ اَمَرَہٗ ۝ فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰی طَعَامِہٖۤ ۝ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۝ فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا حَبًّا ۝ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۝ وَّزَیْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۝ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۝ وَّفَاکِهَۃً وَّاَبًّا ۝ مَّتَاعًا لَّکُمْ وَلِاَنْعَامِکُمْ ۝

خدا کی مار، انسان بھی کیسا ناشکرا ہے۔ اسے خدا نے کس چیز سے پیدا کیا؟ ایک نطفہ سے پیدا کیا پھر اس کی تقدیر مقرر کی، پھر اس کے لئے راستہ آسان کر دیا پھر اسے موت دی اور پھر قبر میں دفن کیا۔ پھر جب چاہے گا اسے زندہ کر دے گا ہر گز نہیں، اس نے اب تک خدا کے حکم کی بجا آوری نہیں کی۔ انسان کو چاہیئے کہ اپنے کھانے کی طرف دیکھے کہ ہم نے بارش برسائی پھر زمین کو شق کیا یعنی پھاڑ دیا، پھر اس میں سے اناج اگایا اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغات اور میوہ اور گھاس چارہ بھی اگایا تمہارے استعمال و فائدہ کے لئے اور تمہارے چوپاؤں کے لئے۔

یعنی انسان بڑا ہی ناشکرا ہے وہ اپنی حقیقت پر غور نہیں کرتا کہ وہ کس چیز سے بنا ہے اور نہ اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھتا ہے کہ کس طرح سے اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو مہیا کیا ہے۔ آسمان سے پانی برساتا ہے اور زمین سے بے شمار چیزیں پیدا کرتا رہتا ہے اور ہر چیز سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے۔

غذا ہر متنفس کے لئے حیات کا ذریعہ ہے۔ غذا کے حاصل ہونے کے بعد انسان کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ غذا کو حلق سے اتار لیں۔ مگر صرف لقمے سے غذا کا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ اس کا ہضم کرنا۔ اس کا خون بنانا۔ خون کو گوشت پوست ہڈی پٹھے، بال، ناخن وغیرہ میں تبدیل کرنا اور ہر ایک عضو کو قوت پہنچانا۔ ان میں سے کوئی بھی آدمی کے ارادے سے نہیں ہوتا اور ان کاموں کے بغیر جسم کی عمارت قائم نہیں رہ سکتی۔ ارادہ تو ارادہ۔ آدمی کو تو خبر تک نہیں ہوتی

Marfat.com

اور اندرونی قوتیں خدا کے حکم سے اپنی اپنی خدمتوں کی بجا آوری کرتی رہتی ہیں۔ یہ تو ایک غذا کا حال ہے کہ قدرتی خدمتگاروں کے کام ہیں۔ زمین میں بیج ڈالنے سے لے کر پیسنے تک کتنے آدمی اور کتنے جانور اس کو سرانجام دیتے ہیں تب کہیں جا کر لقمہ آدمی کے حلق تک پہنچتا ہے۔ پھر غذا کے علاوہ اور کتنی ضرورتیں ہیں جو آدمی کے پیچھے لگی ہیں یا اس نے خود تکلف و آرائش کے لئے اپنے پیچھے لگا رکھی ہیں۔ سو فضول اور لایعنی چیزوں کے لئے تو آدمی کو تھوڑے بہت ہاتھ پاؤں ہلانے بھی پڑتے ہیں۔ نہایت ضروری چیزیں خدا نے اپنی قدرت سے مہیا کردی ہیں۔

مثلاً زندگی کی ضرورتوں میں سب سے ضروری چیز ہوا ہے کہ کوئی جاندار دو منٹ بھی سانس لئے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ آدمی گھر میں ہو یا بازار میں۔ کھلے میدان میں ہو یا پہاڑ پر سانس لینے کے لئے ہوا ہر جگہ موجود ہے۔

دوسرے درجہ میں پانی ہے۔ اس لئے دریا اور نہریں ہیں آسمان سے بھی بارش ہوتی ہے اور کہیں بھی زمین کو کھودو پانی نکل آتا ہے۔

کھانے کے لئے جنگل میں خودرو پھل فروٹ کی افراط ہے۔ ہاں، پانی کی جگہ شربت کیوڑہ پیو اور پلاؤ زردے کھانا چاہو تو خدا سے یہ توقع نہ رکھو کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں بنی اسرائیل پر من و سلویٰ اترا کرتا تھا بنا بنایا شربت اور پکا پکایا پلاؤ آسمان سے برسے گا۔ خدا نے وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔ سے تمہاری روزی کا ذمہ لے لیا ہے ان تکلفات کا یعنی ضرورت کے لئے نہیں بلکہ تکلف کے لئے کچھ نہ کچھ تکلیف کرنی ہی پڑے گی۔

اے ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر
آرام سے وہ ہے جو تکلف نہیں کرتا

غرضیکہ خداوند تعالیٰ نے آدمی کو ایک خاص طرح کا حاجتمند مخلوق پیدا کیا ہے تو اس کی ضرورتوں کا سامان بھی مہیا کردیا ہے بہت کچھ اپنی قدرت سے اور کچھ یوں ہی سا برائے نام آدمی کے ابنائے جنس کے ذریعہ سے۔ اسی لئے تو آدمی اپنی طرح کے آدمیوں میں مل کر رہتا ہے کہ لوگ ضرورتوں کو بہم پہنچانے میں اس کی مدد کریں۔

بڑے شہروں میں ہزاروں لاکھوں آدمی بستے ہیں ان میں سے بہتیرے ایسے ہیں کہ بظاہر ایک کو دوسرے سے کوئی تعلق نہیں مگر حقیقتاً وہ سب ایک دوسرے کا کام کر رہے ہیں۔

Marfat.com

وہ بھی خدا ہی ان سے کراتا ہے اور وہی اس کی توفیق دیتا ہے۔ ان کو اس قابل بنایا ہے۔ ان کے دل میں یہ بات ڈالی ہے۔ آدمی ان باتوں کو سوچے سمجھے تو وہ ضرور محسوس کرے گا کہ آدمی کے تعلقات تو بہت ہیں مگر کوئی تعلق اس تعلق کو نہیں پاتا جو آدمی کو خدا کے ساتھ ہے۔

آدمی کے دوسرے تعلقات عارضی اور چند روزہ ہیں مگر اس کا تعلق خدا کے ساتھ ہر وقت کا ہے اور ابدی ہے۔

ہر ایک تعلق کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ حق کا اور ذمہ داری کا بندوں کا کوئی دعوی اور کوئی حق خدا پر نہیں۔ ہاں اس نے از خود روزی کا ذمہ لیا ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ اور مہربانی کا۔ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔ خدا اپنی ذمہ داریوں کو جو اس نے اپنے اوپر لازم کرلی ہیں بے طلب بے تقاضہ بحسن وخوبی پورا کر رہا ہے۔ رزق کے اعتبار سے وہ خیر الرّازقین ہے اور مہربانی کے لحاظ سے ارحم الراحمین ہے۔

رہے اس کے احسان بندوں پر۔ تو بندوں کو تو اس بات کی طاقت ہی نہیں کہ ان کو گن سکیں۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ تو جیسے اس کے احسانات بے شمار ہیں ویسے ہی اس کے بے شمار حقوق بھی ہیں اور اس کی نعمتوں کے حقوق کے مقابلہ میں بندوں کے فرائض ہیں۔

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۔

علامہ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے شکر نعمت خداوندی کے بارے میں کیا خوب فرمایا ہے۔

خدائے راعزوجل کہ طاعتش موجب قربت است و بشکر اندرش مزید نعمت۔ ہر نفسے کہ فرو میرود ممد حیات است وچوں برمی آید مفرح ذات۔ پس در ہر نفسے دو نعمت موجود است و بر ہر نعمتے شکرے واجب۔

بیت

از دست و زباں کہ بر آید | کز عہدۂ شکرش بدر آید

اِعْمَلُوْا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ۔

قطعہ

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش | عذر بدرگاہ خدا آورد

ورنہ سزاوار خداوندیش | کس نتواں کہ بجا آورد

باران رحمت بیحسابش ہمہ را رسیدہ و خوان نعمت بیدریغش ہمہ جا کشیدہ پردۂ ناموس بندگان بگناہ فاحش ندرد و وظیفہ روزی بخطائے منکر نبرد۔

قطعہ

اے کریمے کہ از خزانہ غیب | گبرو ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں راکجا کنی محروم | توکہ با دشمناں نظر داری

قطعہ

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند | تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو گشتہ و فرماں بردار | شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نبری

اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے۔ جس کی بندگی اور اطاعت اس کی نزدیکی کا سبب ہے اور اس کا شکر ادا کرنے میں نعمت کی زیادتی ہے۔ جو سانس اندر کو جاتا ہے وہ زندگی بڑھانے والا ہوتا ہے اور جب باہر آتا ہے تو خوشی پیدا کرنے والا ہوتا ہے لہذا ہر سانس میں دو نعمتیں موجود ہیں اور ہر سانس پر ایک شکر ضروری ہے۔

سچ ہے کس ہاتھ اور زبان سے اس کے شکر کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ شکر یہ کی توفیق بھی ایک نعمت ہے تو اس نعمت کی بھی شکر گزاری ہے اور یہ انسان کے بس کی بات نہیں لیکن اس کے باوجود اس نے حکم دیا ہے کہ تم شکر کیا کرو گو میرے شکر گزار بندے بہت کم ہیں۔

وہی بندہ سب سے اچھا ہے جو اپنے قصوروں اور کوتاہیوں کا عذر اللہ کے سامنے پیش کرتا ہے ورنہ کوئی اس لائق نہیں ہے جو اللہ کی کما حقہ شکر گزاری کر سکے۔ اس کی رحمت کی بارش بے حساب ہے جو سب کو پہنچ رہی ہے اور اس کی نعمت کا دستر خوان سب جگہ بچھا ہوا ہے۔ کوئی بندہ اس سے محروم نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی عزت کا پردہ بڑے بڑے گناہوں سے نہیں پھاڑتا ہے اور نہ کسی بڑی سے بڑی غلطی پر مقررہ روزی کے وظیفے بند کرتا ہے۔ بخشنے والا کریم و داتا اپنے غیب کے خزانہ سے آگ پوجنے والوں، تین خدا ماننے والوں (عیسائیوں) کو بھی روزی دیتا ہے۔ تو جب اپنے دشمنوں کو روزی کھلاتا ہے تو دوستوں کو کب محروم کرے گا۔ غرض دوست دشمن سبھی کو کھلا پلا رہا ہے اور سب چیزوں کو ان کا خادم بنا رکھا ہے۔

Marfat.com

ہوا، بادل، چاند سورج، آسمان سب تمہارے کام میں لگے ہوئے ہیں تاکہ تم روزی کما سکو۔ اور اس کو غفلت کے ساتھ نہ کھاؤ۔ سب تمہارے فرماں بردار ہیں تم خدا کے فرمانبردار بن جاؤ۔ یہی انصاف ہے۔"

اس سلسلہ کی ایک حدیث اس کی تائید میں سن لیجئے جس کو حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

اللہ عزوجل نے حضرت یحییٰؑ کو پانچ چیزوں کا حکم دیا کہ ان پر عمل کرو اور بنی اسرائیل کو بھی ان پر عمل کرنے کا حکم دو قریب تھا کہ وہ اس میں ڈھیل کریں تو حضرت عیسیٰؑ نے انہیں یاد دلایا کہ آپ کو پروردگار عالم کا حکم تھا کہ ان پانچ چیزوں پر خود کاربند ہو اور دوسروں کو بھی حکم دو۔ پس یا تو آپ خود کہہ دیجئے یا میں پہنچا دوں حضرت یحییٰؑ نے فرمایا مجھے ڈر ہے کہ آپ اگر سبقت کر گئے تو کہیں مجھے عذاب نہ کیا جائے یا زمین میں دھنسا نہ دیا جائے۔ پس حضرت یحییٰؑ نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس کی مسجد میں جمع کیا۔ جب مسجد پر ہوگئی تو اونچی جگہ پر بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کر کے کہا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ باتوں کا حکم کیا ہے کہ خود عمل کر کے تم سے بھی ان پر عمل کراؤں۔

۱۔ ایک یہ کہ اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کوئی شخص خاص اپنے مال سے کسی غلام کو خریدے غلام کام کاج کرے اور جو کچھ کمائے اسے کسی اور کو دیدے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا غلام ایسا ہو؟ ٹھیک اسی طرح تمہارا پیدا کرنے والا، تمہاری روزیاں دینے والا تمہارا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہی ہے۔ پس تم اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

۲۔ دوسرے یہ کہ نماز کو ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ کا منہ بندے کے منہ کی طرف ہوتا ہے جب تک وہ نماز میں ادھر ادھر التفات نہ کرے۔ جب تم نماز میں ہو تو خبردار ادھر ادھر التفات نہ کرنا۔

۳۔ تیسرا حکم یہ ہے کہ روزے رکھا کرو۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پاس مشک کی تھیلی بھری ہوئی ہو جس سے اس کے تمام ساتھیوں کے دماغ معطر رہیں۔ یاد رکھو روزہ دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسند ہے۔

۴۔ چوتھا حکم یہ ہے کہ صدقہ دیتے رہا کرو۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کو دشمنوں نے قید کر لیا اور گردن کے ساتھ اس کے ہاتھ باندھ دئے اور گردن مارنے کے لئے چلے۔ تو وہ

Marfat.com

کہنے لگا تم مجھ سے فدیہ لے لو اور مجھے چھوڑ دو۔ چنانچہ جو کچھ تھا کم زیادہ دے دلا کر اپنی جان چھڑا لی۔

۵۔ پانچواں حکم اس کا یہ ہے کہ بکثرت اس کے نام کا ورد کرو۔ اس کا ذکر کیا کرو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کے پیچھے تیزی کے ساتھ دشمن دوڑا آتا ہے اور وہ ایک مضبوط قلعہ میں گھس جاتا ہے اور وہاں امن وامان پا لیتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت آدمی شیطان سے بچا ہوا ہوتا ہے یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اب میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم کرتا ہوں جس کا حکم جناب باری نے مجھے دیا ہے۔ مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑے رہنا (اللہ اور اس کے رسول اور حاکم وقت کے احکام) سننا اور ماننا۔ ہجرت کرنا اور جہاد کرنا۔

جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھی نکل گیا اس نے اسلام کا پٹا گلے سے اتار پھینکا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ رجوع کرلے جو شخص جاہلیت کی پکار پکارے وہ جہنم کا کوڑا کرکٹ ہے۔ لوگوں نے کہا حضور! اگرچہ وہ روزے دار اور نمازی ہو؟ فرمایا اگرچہ نماز پڑھتا ہو اور روزے رکھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو۔ مسلمانوں کو ان کے ناموں سے پکارو جو خود خدا تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ مسلمانو۔ مومنو۔ اور اللہ کے بندو یہ تمام نام خدا کو بہت پیارے ہیں۔

حقیقت یہی ہے کہ اللہ کی بندگی سب عبادتوں کا لب لباب اور مغز ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اور سب سے بڑی عبادت اللہ کی توحید ہے یعنی صرف ایک خدا کی عبادت کرنی چاہئے۔

مولانا حالی نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق — زباں اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کے ہیں فرمان طاعت کے لائق — اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق

لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ!
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

اسی پر ہمیشہ بھروسہ کرو تم — اسی کے سدا عشق کا دم بھرو تم
اسی کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم — اسی کی طلب میں مرو گر مرو تم

مبرا ہے شرکت سے اس کی خدائی
نہیں اس کے آگے کسی کو بڑائی

خرد و ادراک رنجور ہیں واں ۔ مہ و صرادنی سے مزدور ہیں واں ۔
جہاں دار مغلوب و مقہور ہیں واں ۔ نبی اور صدیق مجبور ہیں واں ۔
نہ پرستش ہے رہبان واحبار کی واں
نہ پروا ہے ابرار و احرار کی واں ۔

یہ آیت جامع آیتوں میں سے ہے کہ اس میں عبادت و توحید کا بیان تو ہے ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے وجود کی دلیل بھی مذکور ہے ۔ زمین آسمان کی مختلف شکل و صورت ، مختلف رنگ و روپ ، مختلف خاصیت و مزاج اور مختلف نفع و نقصان کی موجودات میں سے ہر ایک نفع و نقصان والا ہونا اور خاص حکمت سے پیدا ہونا ، اللہ تعالیٰ کے وجود کی بین دلیل اور اس کی عظیم الشان قدرت و حکمت اور زبردست سطوت و سلطنت کا پورا پورا ذکر ہے ۔ یوں تو ہر چیز خدا کی ہستی کو ثابت کر رہی ہے عقلمندوں کے لئے مصنوعات سے صانع کے وجود پر استدلال کرنا کافی شافی ہے لیکن گنوار اور جاہل بھی خدا کی ہستی کو سمجھتا ہے ۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ کسی دیہاتی آدمی سے یہ دریافت کیا گیا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کو کیسے پہچانا ؟ اور اس کے وجود کی کیا دلیل ہے تو اس نے فی الفور کہا ۔

یَا سُبْحَانَ اللّٰہِ اِنَّ الْبَعْرَ لَیَدُلُّ عَلَی الْبَعِیْرِ وَاِنَّ اَثَرَ الْاَقْدَامِ لَتَدُلُّ عَلَی الْمَسِیْرِ فَسَمَاءٌ ذَاتُ اَبْرَاجٍ وَاَرْضٌ ذَاتُ فِجَاجٍ وَبِحَارٌ ذَاتُ اَمْوَاجٍ اَلَا یَدُلُّ ذٰلِکَ عَلٰی وُجُوْدِ اللَّطِیْفِ الْخَبِیْرِ

یعنی مینگنی سے اونٹ معلوم ہو سکے اور پاؤں کے نشان سے یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی آدمی گیا ہے تو کیا یہ برجوں والا آسمان یہ راستوں والی زمین اور موجیں مارنے والے سمندر اللہ تعالیٰ باریک بین اور خبردار کے وجود پر دلیل نہیں بن سکتے ؟ نہ ور بن سکتے ہیں ۔

امام مالکؒ سے ہارون رشید نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کی کیا دلیل ہے ؟ آپ نے فرمایا ، زبانوں کا مختلف ہونا ۔ آوازوں کا جداگانہ ہونا اور نغموں کا الگ ہونا ثابت کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہے ۔

امام ابوحنیفہؒ سے بھی یہی سوال ہوتا ہے تو آپ جواب دیتے ہیں کہ ؛

" چھوڑ دیں ابھی میں کسی اور سوچ میں ہوں ۔ لوگوں نے مجھ سے کہا ہے کہ ایک بہت بڑی کشتی ہے جس میں طرح طرح کی تجارتی چیزیں ہیں ، نہ اس کا کوئی نگہبان ہے نہ چلانے والا ہے باوجود

Marfat.com

اس کے ددہ برابر آ جا رہی ہے اور بڑی بڑی موجوں کو خود بخود چیرتی پھاڑتی گزر جاتی ہے۔ ٹھہرنے کی جگہ ٹھہر جاتی ہے۔ چلنے کی جگہ چلتی رہتی ہے اور نہ کوئی ملاح ہے نہ منتظم۔"

سوال کرنے والے دہریوں نے کہا، آپ کس سوچ میں پڑ گئے؟ کوئی عاقل ایسی بات کہہ سکتا ہے کہ اتنی بڑی کشتی تلاطم والے سمندر میں آئے جائے اور کوئی اس کا چلانے والا نہ ہو۔"

آپ نے فرمایا۔

"افسوس تمہاری عقلوں پر ایک کشتی تو بغیر چلانے والے کے نہ چل سکے لیکن یہ ساری دنیا، یہ آسمان و زمین کی سب چیزیں ٹھیک اپنے کام پر لگی رہیں اور ان کا مالک حاکم اور خالق کوئی نہ ہو یہ جواب سن کر لوگ بھچے بکتے رہ گئے اور حق معلوم کر کے مسلمان ہو گئے۔

امام شافعیؒ سے بھی یہی سوال ہوا تو آپ نے جواب دیا کہ:

"توت کے پتے ایک ہی ہیں، ایک ہی ذائقہ کے ہیں۔ کیڑے، شہد کی مکھی اور گائیں بکریاں ہرن وغیرہ سب اس کو کھاتے اور چرتے چگتے ہیں۔ اسی کو کھا کر کیڑے میں سے ریشم نکلتا ہے۔ مکھی شہد دیتی ہے۔ ہرن میں مشک پیدا ہوتا ہے اور گائے بکریاں مینگنیاں دیتی ہیں"۔ کیا یہ اس امر کی صاف دلیل نہیں کہ ایک پتے میں یہ مختلف خواص پیدا کرنے والی کوئی ہستی ہے؟ اور اسی کو ہم اللہ تعالیٰ مانتے ہیں وہی موجد اور صانع ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ سے بھی ایک مرتبہ وجود باری تعالیٰ پر دلیل طلب کی جاتی ہے۔

تو آپ فرماتے ہیں۔

"سنو! یہاں ایک نہایت مضبوط قلعہ ہے جس میں کوئی دروازہ نہیں۔ نہ کوئی راستہ ہے بلکہ سوراخ تک نہیں۔ باہر سے چاندی کی طرح چمک رہا ہے اور اندر سے سونے کی طرح دمک رہا ہے اور اوپر نیچے دائیں بائیں چاروں طرف سے بالکل بند ہے اس میں ہوا تک نہیں جا سکتی۔ اچانک اس کی ایک دیوار گرتی ہے اور ایک جاندار آنکھوں کانوں والا بولتا چالتا خوبصورت شکل اور پیاری بولی والا چلتا پھرتا نکل آتا ہے۔ کہو اس بند اور محفوظ مکان میں اسے پیدا کرنے والا کوئی ہے یا نہیں؟ اور وہ ہستی انسانی ہستیوں سے بالاتر اور اس کی قدرت غیر محدود ہے یا نہیں؟

آپ کا مطلب یہ تھا کہ انڈے کو دیکھو جو چوطرف سے بند ہے۔ پھر اس سے پروردگار خالق یکتا جاندار بچہ پیدا کر دیتا ہے۔ جو چوزے کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ یہی دلیل ہے خدا کے وجود پر اور اس کی توحید پر۔

Marfat.com

ابو نواسؒ سے جب یہ مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے کہا:

" آسمان سے بارش کا برسنا اور اس سے درختوں کا پیدا ہونا اور ان ہری بھری شاخوں پر خوش ذائقہ میوؤں کا لگنا ہی اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی واحدانیت کی کافی دلیل ہے "

ابن المعتزؒ کا قول ہے۔

" افسوس! اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کی ذات کے جھٹلانے پر لوگ کیسی دلیری کر جاتے ہیں۔ حالانکہ ہر ہر چیز اس پروردگار کی ہستی اور اس کے ایک ہونے پر گواہ ہے "

اور بزرگوں کا مقولہ ہے کہ:

" آسمانوں کو دیکھو، ان کی بلندی، ان کی وسعت، ان کے چھوٹے بڑے چمکیلے اور روشن ستاروں پر نظر ڈالو، ان کے چمکنے دمکنے، ان کے چلنے، ٹھہرنے، ظاہر ہونے اور چھپ جانے کا مطالعہ کرو۔ پھر سمندروں کو دیکھو جو موجیں مارتے ہوئے زمین کو گھیرے رہتے ہیں۔ پھر ضبرد پہاڑوں کے نشیب و فراز کو دیکھو جو زمین میں گڑے ہوئے آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔ جو زمین کو ہلنے نہیں دیتے۔ جن کے رنگ جن کی صورتیں مختلف ہیں۔ پھر قسم قسم کی اور مخلوقات پر نظر ڈالو پھر ادھر سے ادھر پھر جانے والی کھیتوں، اور باغوں کو شاداب کرنے والی خوشنما نہروں کو دیکھو کھیتیوں اور باغوں کی سبزیوں اور ان کے طرح طرح کے پھل پھول، مزے مزے کے میوؤں پر غور کرو۔ زمین ایک پانی ایک لیکن شکلیں صورتیں اور خوشبوئیں رنگت۔ ذائقہ اور فوائد الگ الگ ہیں۔

کیا یہ تمام مصنوعات تمہیں نہیں بتاتیں کہ ان کا صانع کوئی ہے؟ کیا یہ تمام موجودات بآواز بلند نہیں کہہ رہی ہیں کہ ان کا موجد کوئی ہے؟ کیا یہ ساری مخلوق اپنے خالق کی ہستی، اس کی ذات اس کی توحید پر دلالت نہیں کرتی۔؟

یہ ہیں روزگار دلائل جو خداوند تعالیٰ نے اپنی ذات کو منوانے کے لئے ہر نگاہ کے سامنے کر رکھے ہیں جو اس کی زبردست قدرتوں۔ اس کی پُرزور حکمتوں، اس کی لاثانی رحمتوں، اس کے بے نظیر انعاموں اور اس کے لازوال احسانوں پر دلالت کرنے کے لئے کافی وافی ہیں۔

ہمارا اقرار ہے کہ اس کے سوا پالنے پوسنے والا نہ اس کے سوا کوئی پیدا کرنے والا اور حفاظت کرنے والا، نہ اس کے سوا کوئی معبود برحق۔ نہ اس کے سوا کوئی مسجود لاشک ہے۔ ہاں! دنیا کے لوگو! سن رکھو۔ میرا توکل اور بھروسہ اسی پر ہے۔ میری انابت اور التجا اسی کی طرف ہے۔ میرا

Marfat.com

جھکنا اور پست ہونا اسی کے سامنے ہے، میری تمناؤں کا مرکز، میری امیدوں کا آسرا میرا ماویٰ میرا ملجا وہی ایک ہے۔ اسی کے دستِ رحمت کو تکتا ہوں اور اسی کا نام جپتا ہوں۔

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ رب العالمین! ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔

اسی کا قول و قرار۔ عہد و میثاق روز ازل میں لیا گیا تھا اور اسی کی یاد دہانی کے لئے تمام رسول اور نبیوں کو دنیا میں بھیجا گیا اور ہر نبی اور ہر رسول نے اپنی امت کو یہی بات بتائی سکھائی اور تاکید کی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا۔ (اعراف)

اور جب کہ آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشتوں سے ان کی نسلوں کو نکالا اور ان سے خود ان ہی ذاتوں پر اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ سب نے کہا ہاں کیوں نہیں ہم اس کے گواہ ہیں۔"

مسند احمد میں حضرت ابی بن کعبؓ سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں اس طرح مروی ہے۔ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا تو قیامت تک پیدا ہونے والی روحیں نکل آئیں تو ان کی الگ الگ جماعتیں مقرر فرما دیں۔ نبیوں کی الگ۔ ولیوں کی الگ مسلمانوں کی الگ۔ کافروں کی الگ۔ نیکوں کی الگ اور بدوں کی الگ الگ جماعتیں مقرر کر کے ہر ایک کی ویسی ہی صورتیں بنائیں جیسی کہ دنیا میں بنائی منظور تھیں۔ پھر ہر ایک کو بولنے کی قوت اور طاقت دی تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟

سب نے کہا۔ ہاں آپ ہمارے رب و مالک مختار کل ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ساتوں آسمانوں، زمینوں اور تمہارے باپ آدم کو تم پر گواہ بناتا ہوں کہ تم نے میری ربوبیت کا اقرار کر لیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تم کہنے لگو ہمیں خبر نہیں تھی کہ ہم اس سے ناواقف تھے۔

اِعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ غَيْرِيْ یقیناً تم جان لو کہ میرے علاوہ کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور نہ میرے علاوہ کوئی رب ہے۔

اس قول و قرار کو یاد دلانے کے لئے میں نبیوں، رسولوں کو بھیجوں گا اور کتابیں بھی اتاروں گا۔ سب نے اس کا اقرار کیا اور کہا۔ لَا اِلٰهَ لَنَا غَيْرُكَ : آپ کے سوا ہماری عبادت کا مستحق کوئی معبود نہیں۔

اسی کلمہ طیبہ کی یاد دہانی کرانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں اور رسولوں کو دنیا میں بھیجا چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد باری ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ (سورہ انبیاء)

اور آپ سے پہلے کسی رسول کو نہیں بھیجا مگر اس کے پاس "لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا" کی وحی بھیجتے رہے کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اس لئے میری ہی عبادت کرو۔

ہر ایک نبی اپنے اپنے زمانے میں لوگوں کو خدا کی عبادت کے لئے بلاتا رہا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں بھیجتے وقت فرمایا کہ تم دنیا میں جاؤ اور لوگوں کو میری وحدانیت کی دعوت دو۔ جیسا کہ خود فرماتا ہے۔

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (سورہ بقرہ ۴)

اگر ہماری طرف سے کوئی رسول ہدایت کرنے والا تمہارے پاس پہنچے تو تم اس کی پیروی کرنا۔ جو ہماری راہ پر چلے گا تو ان پر کسی قسم کا خوف نہ ہوگا اور نہ وہ غم اٹھائیں گے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی نسبت اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۝ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ (سورہ اعراف)

بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کے پاس رسول بنا کر بھیجا تو انہوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو! تم اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے (اور اگر اس کے خلاف کرو گے تو) یقیناً میں تم پر ایک بہت بڑی مصیبت والے دن کے آجانے کا خوف کرتا ہوں۔

حضرت ہود علیہ السلام کی نسبت ارشاد فرمایا۔

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۝

قوم عاد کے پاس ان کے بھائی ہود کو رسول

قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۔ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۔

(اعراف)

بنا کر بھیجا۔ انہوں نے کہا۔ اے میری قوم کے لوگو! تم اللہ کی عبادت کرو اور یقین کرو کہ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ تو کیا تم (شرک سے) نہ بچو گے؟

حضرت صالح علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ

(اعراف)

اور قوم ثمود کے پاس ان کے بھائی صالح کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۔ (اعراف)

اور اہل مدین میں ان کے بھائی شعیبؑ کو نبی بنا کر بھیجا تو انہوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو تم اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔

وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔

(عنکبوت)

اور ابراہیم کو ان کی قوم کے پاس بھیجا۔ تب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اللہ ہی کی عبادت کرو، اسی سے ڈرو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم جانتے ہو"

حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۔ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ

اے جیل کے ساتھیو! کیا جدا جدا معبود اچھے ہیں یا ایک زبردست معبود اچھا ہے اور اس کے علاوہ جن کو تم پوجتے ہو وہ نرے نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے تو ان کے پوجا کرنے کی کوئی دلیل نہیں اتاری

Marfat.com

اَلْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ، اَمَرَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا
اِیَّاہُ ، ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ
اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ، (یوسف)

صرف اللہ کا حکم واجب العمل ہے۔ اس نے تو صرف یہی حکم دے رکھا ہے کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو۔ یہی سیدھا راستہ ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

وَقَالَ الْمَسِیْحُ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ
اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ (مائدہ)

اور عیسیٰ نے کہا اے بنی اسرائیل تم صرف اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے۔

ہمارے نبی اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد فرمایا:

(۱) قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ
یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـہُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ
(کہف)

اے نبی! آپ فرما دیجئے میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں صرف اتنا فرق ہے کہ میرے اوپر خدا کا حکم اترتا ہے کہ تمہارا ایک ہی معبود ہے۔

(۲) قُلْ اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ
بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ ، (انعام)

کہہ دیجئے کہ بس وہ اکیلا ہی معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں تمہارے شریکوں سے بیزار ہوں۔

وَلِلّٰہِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَاِلَیْہِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّہٗ فَاعْبُدْہُ
وَتَوَکَّلْ عَلَیْہِ ، وَمَا رَبُّکَ بِغَافِلٍ
عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ،

زمین و آسمانوں کا علم غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے ہر قسم کے تمام کام اسی کی جانب لوٹائے جاتے ہیں تو تم اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ رکھو۔ تمہارا رب تمہارے عمل سے غافل نہیں ہے۔

سورہ رعد میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی عبادت کا حکم دیا ہے۔ فرمایا:

قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ
وَلَآ اُشْرِکَ بِہٖ ، اِلَیْہِ اَدْعُوْا وَاِلَیْہِ
مَاٰبِ ،

تو اعلان کر دے کہ مجھے تو صرف یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ شریک نہ کروں میں اسی کی طرف بلا رہا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

یہ عبادت مرتے دم تک کرتے رہو۔ ایسا نہیں کہ مہینہ دو مہینہ کی اور پھر چھوڑ دی۔ خدا کی بندگی رات میں، دن میں، سونے میں، جاگنے میں کرتے رہنا چاہئے۔ نہ کسی کی ملامت کا خیال رکھو نہ تنگ دل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دلجمعی اور اطمینان خاطر کے لئے تہلیلات، تسبیحات اور عبادت کرنے کا حکم دیا ہے۔

Marfat.com

سورۂ حجر میں فرمایا:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝

اور ہم یقیناً جانتے ہیں کہ لوگوں کی باتوں سے تم تنگ دل ہوجایا کرتے ہو اسے دور کرنے کے لئے تم اپنے رب کی تسبیح و تحمید بیان کرتے رہو اور سجدے کرتے رہو اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہو یہاں تک کہ یقین آجائے۔

اس آیت میں یقین سے مراد موت ہے یعنی مرتے دم تک عبادت کرتے رہو اور اس سے غافل ہو نہ سستی کرو۔ اور یہ حکم صرف آپ ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ سبھی کے لئے ہے جیسا کہ سورۂ حج میں فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِى الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

اے ایمان والو! رکوع سجدے کرتے رہو اور اپنے پروردگار کی عبادت میں لگے رہو اور نیک کام کرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ اور راہ خدا میں ویسا ہی جہاد کرو جیسے جہاد کرنے کا حق ہے۔ اسی نے تمہیں برگزیدہ بنایا ہے اور تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔ تمہارے باپ ابراہیم کا دین۔ اسی خدا نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔

اور اسی عبادت کا حکم خصوصیت سے دیا گیا ہے جیسا کہ سورۂ نمل کے آخر میں فرمایا۔

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۝ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ

مجھے بس یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اس شہر کے پروردگار کی عبادت کرتا رہوں جس نے اسے حرمت والا بنایا ہے۔ جس کی ملکیت ہر چیز پر ہے اور مجھے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں ہوجاؤں اور میں قرآن کی تلاوت کرتا رہوں۔ جو راہ راست پر آجائے وہ اپنے نفع کے لئے راہ راست پر آئے گا اور جو بھٹک جائے تو آپ کہہ دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کو سزاوار ہیں وہ عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا جنہیں تم خود پہچان لوگے

Marfat.com

عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے تمہارا رب غافل نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ آپ لوگوں میں اعلان کر دیں کہ میں اس شہر مکہ کے رب کی عبادت اور اس کی فرمانبرداری کا مامور ہوں۔

جیسے ارشاد ہے کہ اے لوگو! اگر تمہیں میرے دین میں شک ہے تو ہوا کرے میں تو ان کی عبادت ہرگز نہیں کروں گا جن کی عبادت تم کرتے ہو میں اسی خدا کا عابد ہوں جو تمہاری موت اور زندگی کا مالک ہے۔

یہاں مکہ شریف کی طرف ربوبیت کی اضافت صرف بزرگی اور شرافت کے اظہار کے لئے ہے۔ جیسے فرمایا۔

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ الخ انہیں چاہئے کہ اس شہر کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں اوروں کی بھوک کے وقت آسودہ اور دوسروں کے خوف کے وقت بےخوف کر رکھا ہے۔ یہاں فرمایا کہ اس شہر کو حرمت و عزت والا اس نے بنایا ہے جیسے صحیحین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ والے دن فرمایا کہ یہ شہر اسی وقت سے باحرمت ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے یہ خدا کی حرمت دینے سے حرمت والا ہی رہیگا یہاں تک کہ قیامت آجائے۔ نہ اس کے کانٹے کاٹے جائیں۔ نہ اس کا شکار خوفزدہ کیا جائے نہ اس میں کسی کی گری پڑی چیز اٹھائی جائے ہاں جو مالک کے پاس پہنچانے کے خیال سے اٹھائے اس کے لئے جائز ہے اور اس کی گھاس بھی نہ کاٹی جائے۔ الحدیث

یہ حدیث بہت سی کتابوں میں بہت سی سندوں سے مروی ہے جیسے کہ احکام کی کتابوں میں تفصیل موجود ہے پھر اس خاص چیز کی ملکیت ثابت کر کے اپنی عام ملکیت کا ذکر فرماتا ہے کہ ہر چیز کا رب اور مالک وہی ہے اس کے سوا نہ کوئی مالک نہ معبود۔ اور مجھے یہ حکم بھی ملا ہے کہ میں موحد، مخلص، مطیع اور فرمانبردار ہو کر رہوں۔ مجھے یہ بھی حکم فرمایا گیا ہے کہ میں لوگوں کو خدا کا کلام پڑھ کر سناؤں جیسے فرمان ہے کہ ہم یہ آیتیں اور یہ حکمت والا ذکر تیرے سامنے تلاوت کرتے ہیں اور آیت میں ہے ہم تجھے موسیٰ اور فرعون کا صحیح واقعہ سناتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ میں خدائی مبلغ ہوں۔ میں تمہیں جگا رہا ہوں اور تمہیں ڈرا رہا ہوں اگر میری بات مان کر راہ راست پر آ گئے تو اپنا ہی بھلا کرو گے اور اگر میری بات نہ مانی تو میں اپنے فرض تبلیغ کو ادا کر کے سبکدوش ہو گیا ہوں۔ اگلے رسولوں نے بس یہی کیا تھا۔ خدا کا کلام پہنچا کر اپنا دامن پاک کر لیا جیسے فرمان ہے۔ تجھ پر

Marfat.com

صرف پہنچا دینا ہے ۔ حساب ہمارے ذمہ ہے اور فرمایا تو صرف ڈرانے والا ہے اور ہر چیز پر وکیل اللہ ہی ہے ۔

اللہ تعالیٰ کے لئے تعریف ہے جو بندہ کی بے خبری میں انہیں عذاب نہیں دیتا بلکہ پہلے اپنا پیغام پہنچاتا ہے اپنی حجت ختم کرتا ہے بھلا برا سمجھا دیتا ہے ۔ ہم تمہیں ایسی آیتیں دکھائیں گے کہ تم خود قائل ہو جاؤ گے جیسے فرمایا ۔

سَنُرِیۡهِمۡ اٰیٰتِنَا الآیۃ ہم انہیں خود ان کے نفسوں میں اور ان کے اردگرد ایسی نشانیاں دکھائیں گے کہ جن سے ان پہ حق ظاہر ہو جائے ۔ اللہ تمہارے کرتوت سے غافل نہیں بلکہ اس کا علم ہر چھوٹی بڑی چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ۔ دیکھو لوگو ! خدا کو کسی چیز سے اپنے کسی عمل سے غافل نہ جاننا وہ ایک ایک مچھر سے ، ایک ایک پتنگے سے اور ایک ایک ذرے سے باخبر ہے ۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ سے مروی ہے کہ اگر وہ غافل ہوتا تو انسان کے قدموں کے نشان سے جنہیں ہوا مٹا دیتی ہے غفلت کر جاتا ۔ لیکن وہ ان نشانات کا بھی حافظ اور عالم ہے ۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اکثر ان دو شعروں کو پڑھتے رہا کرتے تھے جو یا تو آپ کے ہیں یا کسی اور کے ۔

إِذَا مَا خَلَوْتَ الدَّهْرَ يَوْمًا فَلَا تَقُلْ
خَلَوْتُ وَلٰكِنْ قُلْ عَلَيَّ رَقِيْبُ
وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ يَغْفُلُ سَاعَةً
وَلَا اَنَّ مَا يَخْفٰى عَلَيْهِ بِغَيْبِ

یعنی جب تو کسی وقت بھی خلوت اور تنہائی میں ہو تو اپنے تئیں تنہا اور اکیلا نہ سمجھنا بلکہ اپنے خدا کو وہاں بھی حاضر ناظر جاننا ۔ وہ ایک ساعت بھی کسی سے غافل نہیں ۔ نہ کوئی مخفی اور پوشیدہ چیز اس کے علم سے باہر ہے ۔

عبادت ہی کے لئے انسانوں اور جنوں کو پیدا کیا ہے اور اسی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو اس بات کی تعلیم دی ہے اور نصیحت فرمائی ہے جیسا کہ سورہ ذاریات کے آخری رکوع میں فرمایا :

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى یعنی آپ ان کو نصیحت کرتے رہئے کیونکہ آپ کی

Marfat.com

تَنفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝ مَا اُرِیْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِیْدُ اَنْ یُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ ۝

نصیحت یقیناً ایمان والوں کو فائدہ پہنچائے گی اور میں نے تو جنوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ وہ میری عبادت کرتے رہیں۔ نہ میں ان کی عبادت کرنے سے ان سے روزی چاہتا ہوں اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ اللہ تعالیٰ تو سب ہی کو روزی پہنچانے والا، توانائی اور مضبوط قوت والا ہے

وہ سب مخلوق سے بے نیاز ہے نہ اس کو اپنی عبادت کے لئے حاجت ہے اور نہ اس کا وہ محتاج ہی ہے بلکہ اس نے اپنے بندوں کو اپنی عبادت کرنے کا حکم اس لئے دیا ہے جس سے ان کو نفع پہنچے اور اس کی بندگی نہایت عاجزی اور اخلاص سے کرتے رہیں اس میں کسی کو شریک نہ کریں۔

مسند احمد میں ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے انسان! میں نے تجھے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے تو اس میں غفلت نہ کر۔ تو روزی کی تنگی کی وجہ سے میری عبادت میں سستی نہ کر۔ میں تیری روزی کا ذمہ دار ہوں۔ تو بے جا تکلیف نہ اٹھا۔ تو مجھے ڈھونڈ۔ جب تو مجھے پالے تو یقین کرلے کہ تو نے سب کچھ پالیا۔ اور اگر میں تجھے نہ ملا تو سمجھ لے کہ تمام بھلائیاں تو کھو چکا۔ سن لے! تمام چیزوں سے زیادہ محبت تیرے دل میں میری ہی ہونی چاہئے اور تجھے میری ہی عبادت کرنی چاہئے کیونکہ تو اس غرض کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔

سورۃ البینہ میں فرمایا۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَةِ ۝

اور سب کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ صرف اللہ ہی کی عبادت کریں اسی کے لئے دین اور اطاعت کو خالص رکھیں یک طرفہ ہو کر اور نماز پڑھتے رہیں زکوٰۃ دیتے رہیں یہی درست اور مضبوط دین ہے۔

سب رسولوں اور نبیوں کو اس بات کی وحی کی گئی تھی کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ جیسا کہ فرمایا۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا

ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور خدا کے سوا دوسروں کی عبادت سے بچو۔

Marfat.com

الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۔

پس ان سے وہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی اور جن پر گمراہی لازم ہو گئی ۔

اور اسی عبادت کی قسموں میں سے ایک قسم یہ بھی ہے کہ ہمیشہ نماز پڑھتے رہو اور زکوۃ دیتے ہو ۔

اللہ تعالیٰ عبادت کا مستحق اسی لئے ہے کہ وہ سب کو پالتا پوستا اور کھلاتا پلاتا ہے ۔ اور جس کا کھائے اسی کا گائے اللہ تعالیٰ نے قریش مکہ پر اسی احسان کا ذکر کیا ہے ۔ جیسا کہ فرمایا ۔

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۔ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۔ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۔

قریشیوں کو الفت دلانے اور انہیں اجتماع کے ساتھ اس با امن شہر میں رہنے کے لئے تھا اور یہ مراد بھی بیان کی گئی ہے کہ یہ قریشی جاڑوں اور گرمیوں میں دور دراز کے سفر امن امان سے طے کر سکتے تھے کیونکہ مکہ جیسے محترم شہر میں رہنے کی وجہ سے ان کی ہر جگہ عزت ہوتی تھی بلکہ ان کے ساتھ جو بھی ہوتا تھا امن و امان سے سفر طے کر لیتا تھا ۔ اس طرح سے وطن میں ہر طرح کا امن انہیں حاصل تھا ۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

قریشیو ! تمہیں تو خدا یوں راحت و آرام پہنچائے گھر بیٹھے بٹھائے کھلائے پلائے ۔ چاروں طرف بدامنی کے شعلے بھڑک رہے ہوں اور تمہیں امن و امان سے میٹھی نیند سلائے پھر تم پر کیا مصیبت ہے کہ تم اس خدا کی عبادت سے جی چراؤ اور اس کے سوا دوسروں کے آگے سر جھکاؤ ۔

اسی عبادت کا حکم اس آیت کریمہ " وَقَضٰى رَبُّكَ الآیۃ " میں ہے ۔ یہ عبادت و فرمانبرداری خدا کے ہر حکم اور قانون کو شامل ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ہر ہر حکم اور قانون کو تسلیم کرتے مطابق اسی کے عمل کرنے کا نام عبادت ہے ۔ ہر قسم کی عبادت کے لائق صرف اللہ ہی ہے اور وہی معبود حقیقی ہے ۔ اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں ۔

جیسا کہ فرمایا ۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۔

کہہ دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہی ہے ۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے ، نہ اس سے کوئی پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کا ہم جنس ہے ۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۔

Marfat.com

والدین کی خدمت

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا فرمایا ہے کہ تم اپنے ماں باپ کے ساتھ احسان کرو کیونکہ وہ تمہارے محسن اور مجازی رب ہیں اور اللہ تعالیٰ رب حقیقی ہے۔ والدین کے ساتھ احسان یہ ہے کہ ان کی خدمت کی جائے اور کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے۔ انہوں نے اپنی اولاد کی بچپن میں پرورش کی ہے اور اس سلسلے میں بڑی تکلیفیں برداشت کی ہیں۔ تو احسان کا بدلہ احسان سے ہونا چاہئے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کی اطاعت اور فرمانبرداری فرض کردی ہے اور اپنی عبادت کے بعد اس کا دوسرا درجہ ٹھہرایا ہے۔ اگرچہ ماں باپ کافر اور مشرک ہوں تو شرک وکفر کے علاوہ ان کی اطاعت ضروری ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَاِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔ (عنکبوت)

اور ہم نے انسان کو جتا دیا کہ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور اگر وہ تجھ کو مجبور کریں کہ خدا کے ساتھ اس کو شریک کر جس کا تجھے علم نہیں ہے تو ان کا کہنا نہ مان۔ تم سب کو میرے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے اور میں تم کو تمہارے کرتوت سے آگاہ کروں گا۔

اور فرمایا:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصَالُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ۭ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۔ وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۔ (لقمان)

اور ہم نے انسان کو جتا دیا کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ اس کی ماں نے اس کو تھک تھک کر پیٹ میں رکھا اور دو سال میں اس کا دودھ چھڑایا کہ وہ میرا اور اپنے ماں باپ کا احسان مانے میرے ہی پاس پھر آنا ہے اگر وہ دونوں تجھ کو مجبور کریں کہ میرے ساتھ اس کو شریک کر جس کو تو نہیں جانتا تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں انکے ساتھ بھلائی سے گزارہ کر

Marfat.com

جو لوگ والدین کے ساتھ [illegible] سلوک کرتے ہیں، ان کی خدمت بجالاتے ہیں اور ان کے لئے خدا سے [illegible] اللہ اس نیکی کے بدلے میں ان کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اپنی خوشنودی کی لازوال دولت عطا فرماتا ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۖ إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّئَاتِهِمْ فِي أَصْحَابِ الْجَنَّةِ ۖ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ۝ (احقاف)

اور ہم نے انسان کو تاکید کر کے کہہ دیا کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا۔ اس کی ماں نے اس کو تکلیف اٹھا کر پیٹ میں اٹھائے رکھا اور تکلیف کر کے جنا اور تیس مہینوں تک اس کو پیٹ میں رکھا اور دودھ چھڑایا یہاں تک کہ وہ بچے سے بڑھ کر جوان ہوا۔ اور چالیس برس کا ہوا۔ اس نے کہا اے پروردگار مجھ کو توفیق دے کہ تیرے اس احسان کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پہ اور میرے ماں باپ پر کیا اور اس کی کہ میں وہ کام کروں جس کو تو پسند کرے اور میری اولاد کو نیک کر میں تیری طرف لوٹ کر آیا اور میں تیرے فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ یہی وہ ہیں جن کے اچھے کام ہم قبول کرتے ہیں اور برے کاموں سے درگزر کرتے ہیں۔ یہ جنت والوں میں سے ہوں گے۔ یہ سچائی کا وہ عہد ہے جن کا ان سے وعدہ کیا گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مزید تاکید فرمائی ایک شخص نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ نے فرمایا تیری ماں، تین دفعہ آپ نے یہی فرمایا چوتھی دفعہ اس نے پھر پوچھا۔ پھر کون تو آپ نے ارشاد فرمایا تیرا باپ۔ (بخاری، ترمذی)

خدائے تعالیٰ نے ماؤں کی نافرمانی حرام کر دی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوقَ الْأُمَّهَاتِ ۔

خداوند قدوس نے ماؤں کی نافرمانی تم پہ حرام کر دی ہے۔ (بخاری)

Marfat.com

اور فرمایا کہ ماں باپ کا نافرمان جنت میں نہیں داخل ہوگا۔

ثَلٰثَۃٌ لَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ اَلْعَاقُّ بِوَالِدَیْہِ وَالدَّیُّوْثُ وَالرَّجِلَۃُ (نسائی، ترغیب)

تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے (۱) ماں باپ کا نافرمان (۲) دیوث (۳) مردوں کی مشابہت کرنے والی عورت۔

اس لئے جب بچہ ان کی محنتوں اور کوششوں سے قوت کو پہونچے تو اس پر فرض ہے کہ اپنے ماں باپ سے حاصل کی ہوئی قوت کا شکرانہ ماں باپ کی خدمت کی صورت میں ادا کرے۔

چنانچہ اسلام نے نہ صرف پہلے صحیفوں کی طرح ان کی عزت کرنے اور ان سے ڈرتے رہنے کے وعظ پر اکتفا کی بلکہ ان کی خدمت و اطاعت اور ان کی امداد و اعانت وغیرہ ہر چیز فرض قرار دی اور یہاں تک تاکید کی کہ ان کی بات پر اُف تک نہ کرو۔ ان کے سامنے ادب سے جھکے رہو۔ ان کی دعاؤں کو اپنے حق میں قبول سمجھو۔ ان کی خدمت انسان کا سب سے بڑا جہاد ہے بلکہ ان ہی کی خوشنودی سے خدا کی خوشنودی ہے۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

رِضَی الرَّبِّ فِیْ رِضَی الْوَالِدِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِیْ سَخَطِ الْوَالِدِ (ترمذی)

خدا کی خوشنودی ماں باپ کی خوشنودی میں ہے اور خدا کی ناراضگی ماں باپ کی ناراضگی میں ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا:

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا حَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِھِمَا قَالَ ھُمَا جَنَّتُکَ وَنَارُکَ۔ (ابن ماجہ)

یا رسول اللہ ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ان کے ساتھ نیکی کرنا، رنج نہ پہنچانا اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنا دخول بہشت کا سبب ہے اور ان کو رنجیدہ کرنا دوزخ میں جانے کا موجب ہے۔ اس لئے فرمایا تیری جنت اور دوزخ یہی دونوں ہیں۔

اور ماں باپ کو شفقت و محبت اور پیار سے دیکھنے سے حج مقبول کا ثواب ملتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ یَنْظُرُ اِلٰی وَالِدَیْہِ نَظْرَۃَ رَحْمَۃٍ اِلَّا کَتَبَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ جو نیکی کرنے والا فرزند اپنے ماں باپ کو محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو خدا اس کے

Marfat.com

اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَبْرُوْرَةً قَالُوْا وَاِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ قَالَ نَعَمْ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَطْيَبُ۔

(مسلم)

ہر مرتبہ دیکھنے کے بدلہ میں اس کے اعمال نامے میں ایک حج مقبول کا ثواب لکھتا ہے صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اگر وہ دن بھر میں سو مرتبہ دیکھے؟ تو آپ نے فرمایا۔ ہاں، اللہ بہت بڑا اور پاکیزہ تر ہے۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر اولاد ماں باپ کو پیار و محبت کی نظر سے دیکھے تو حج مقبول کا ثواب پائے گی دن میں سو مرتبہ دیکھے تو سو مرتبہ حج کا ثواب ملے گا۔ اطاعت اور خدمت گزاری کا اس سے بھی کہیں زیادہ ثواب ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَصْبَحَ مُطِيْعًا لِلّٰهِ فِيْ وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ الْجَنَّةِ فَاِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا وَمَنْ اَصْبَحَ عَاصِيًا لِلّٰهِ فِيْ وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ النَّارِ اِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا قَالَ رَجُلٌ وَاِنْ ظَلَمَاهُ قَالَ وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ وَاِنْ ظَلَمَاهُ۔

(بیہقی)

جو شخص والدین کے حق اطاعت ادا کرنے میں خدا کا فرمانبردار ہوتا ہے اس کے لئے جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اگر والدین میں سے ایک زندہ ہوتا ہے تو ایک دروازہ کھلتا ہے اور جو شخص والدین کے حق میں خدا کا نافرمان ہے تو اس کے لئے دوزخ کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اگر ماں باپ میں ایک زندہ ہوتا ہے تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے اس شخص نے عرض کیا کہ اگرچہ ماں باپ اولاد پر ظلم کریں فرمایا اگرچہ ظلم کریں، اگرچہ ظلم کریں اگرچہ ظلم کریں۔

ماں باپ کی اطاعت و معصیت چونکہ خدا کے حکم سے ہی ہے اسی لئے ان کی اطاعت خدا کی اطاعت اور ان کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْوَالِدُ اَوْسَطُ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَاِنْ شِئْتَ فَحَافِظْ عَلَى الْبَابِ اَوْ ضَعْ۔

(ترمذی، ابن ماجہ)

باپ جنت کے دروازوں کا عمدہ ترین دروازہ ہے یعنی بہشت میں جانے کا سبب باپ کی رضامندی کی نگہداشت ہے اس لئے جو بہشت میں بہترین دروازے سے جانا چاہے اس کو باپ کی رضامندی

کی نگہداشت کرنی چاہئے۔

اسلام میں جہاد کی اہمیت جو کچھ ہے وہ ظاہر ہے مگر والدین کی خدمت گزاری کا درجہ اس سے بھی بڑھ کر ہے ان کی اجازت کے بغیر جہاد بھی جائز نہیں کہ جہاد کے میدان میں سر ہتھیلی پر رکھ کر جانا ہوتا ہے اور ہر وقت جان جانے کا امکان رہتا ہے اس لئے والدین کی اجازت کے بغیر ان کو اپنے اس جسم و جان کو کھونے کا حق نہیں جس کو ان کی خدمت گزاری کے لئے وقف ہونا چاہئے تھا۔ اسی لئے حدیث شریف میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر یہ عرض کیا۔

يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَرَدْتُ أَنْ أَغْزُوَ وَقَدْ جِئْتُ أَسْتَشِيرُكَ فَقَالَ هَلْ لَكَ مِنْ أُمٍّ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَالْزَمْهَا فَإِنَّ الْجَنَّةَ عِنْدَ رِجْلِهَا (احمد، نسائی)

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاد کرنا چاہتا ہوں اور آپ کے پاس مشورہ لینے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا کیا تیری ماں موجود ہے؟ عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا اس کی خدمت میں حاضر رہنے کو لازم پکڑ کیونکہ جنت اس کے پاؤں کے نیچے ہے۔

افضل اعمال میں نماز کے بعد ماں باپ کی خدمت گزاری کا درجہ ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔

أَيُّ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ قَالَ الصَّلٰوةُ لِوَقْتِهَا قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ قَالَ الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ

(بخاری، مسلم)

خدا کے نزدیک کونسا عمل بہت پسندیدہ ہے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا میں نے عرض کیا پھر کونسا عمل؟ فرمایا کہ ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا میں نے عرض کیا پھر کونسا؟ فرمایا راہ خدا میں جہاد کرنا

ماں باپ کی نافرمانی گناہ کبیرہ اور حرام ہے اور ماں باپ کا نافرمان جنت میں نہیں جائے گا۔ اس لئے کسی صورت میں بھی ماں باپ کی نافرمانی نہیں کرنی چاہئے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی حالت میں کسی کو بھی شریک نہ ٹھہراؤ اگرچہ تم قتل کر ڈالا جائے یا جلا دیا جائے۔

(۲) ماں باپ کی نافرمانی نہ کرنا اگرچہ وہ تم کو یہ حکم دیں کہ تم اپنی بیوی بچوں اور مال و دولت کو

Marfat.com

چھوڑ دو۔

(۳) فرض نماز کو قصداً نہ چھوڑو۔ کیونکہ جس نے قصداً نماز چھوڑ دی وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ سے بری ہے یعنی خدا کا امن باقی نہ رہے گا۔

(۴) شراب نہ پیو کیونکہ شراب تمام بے حیائیوں کی جڑ ہے۔

(۵) گناہ سے اپنے آپ کو بچائے رہو۔ کیونکہ گناہ کے ساتھ خدا کا غصہ اترتا ہے۔

(۶) کافروں سے لڑائی کے دن بھاگنے سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اگرچہ لوگ لڑائی میں مر رہے ہوں۔

(۷) جب لوگوں میں بیماری پھیل جائے اور تم ان لوگوں میں موجود ہو تو تم وہاں ٹھہرے رہو یعنی موت کے خوف سے وہاں سے نہ بھاگو۔

(۸) اپنے کنبے کے لوگوں پر اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرو۔

(۹) ادب کی لاٹھی ان سے نہ اٹھاؤ یعنی اپنے بال بچوں کو ادب سکھاؤ، اسی ادب میں اگر لاٹھی سے مارنے کی نوبت آجائے تو ادب سکھانے کے لئے ان کو مارو۔

(۱۰) اور خدا کے بارے میں ان کو ڈراؤ۔ (احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تین آدمیوں کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔

(۱) والدین کے نافرمان کی طرف (۲) شراب پینے والے کی طرف (۳) احسان جتانے والے کی طرف (ابن حبان)

اور آپ نے فرمایا۔

ماں باپ کا نافران نہ جنت میں جائے گا اور نہ جنت کی خوشبو پائے گا۔ (ترغیب۔)

نیز آپ نے فرمایا کہ ماں باپ کو گالی دینے والے پر خدا کی لعنت برستی ہے۔ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ سَبَّ وَالِدَیْہِ۔ (ابن حبان۔ ترغیب)

والدین کے لئے دُعا } نیک بخت اولاد کی سعادت مندی یہ ہے کہ ماں باپ کے حق میں نیک دعائیں کریں۔ اور اس کی تعلیم قرآن و حدیث میں دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے لئے دعا کرنے کا یہ طریقہ بتایا ہے کہ تم اس طرح دعا کیا کرو۔

Marfat.com

(۱) رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (بنی اسرائیل)

اے میرے پروردگار! جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے اور میرے حال پر وہ رحم کرتے رہے ہیں اسی طرح تو بھی ان پر رحم کیجیو۔

ابراہیم علیہ السلام نے دعا کرتے وقت یہی کہا۔

(۲) رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔ (ابراهیم)

کہ اے میرے پروردگار جس دن اعمال کا حساب ہوگا تو مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور سب ایمان والوں کو بخش دیجیو۔

حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کی طرف سے مایوس ہو کر یہ دعا کی کہ۔

(۳) رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا۔ (نوح پ۲۹)

اے میرے پروردگار مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو شخص ایمان لا کر میرے گھر میں پناہ لینے آیا ہے اس کو اور عام ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو بخش دے اور ایسا کر کہ ان ظالموں کی تباہی روز بروز بڑھتی چلی جائے۔

اولاد کی دعا و استغفار والدین کے حق میں ان کے مرنے کے پیچھے اتنا اثر رکھتی ہے کہ اگر ماں باپ اولاد سے ناراض ہو گئے ہوں تو حق تعالیٰ ماں باپ کو اس اولاد سے راضی کرا دے گا اور اس کا نام ان لوگوں میں لکھ دے گا جو ماں باپ کے فرمانبردار ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بندہ کے ماں باپ دونوں یا ان میں سے ایک مر جاتا ہے اور وہ ان کا نافرمان ہوتا ہے پھر ان کے لئے دعا و استغفار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ خداوند قدوس اس کو سعادت مندوں میں لکھ دیتا ہے۔ (بیہقی)

اسی طرح ماں باپ کے دوستوں کے ساتھ اور ان کے ملنے جلنے والوں کے ساتھ نیکی کرنا گویا ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا ہے۔ حضرت ابو سعید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ دفعتہً بنی سلمہ کے ایک شخص نے آ کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا کوئی نیک سلوک باقی ہے کہ میں اپنے والدین کے ساتھ ان کے مرنے کے بعد کر سکوں؟ فرمایا۔ ہاں ان کے لئے دعائے رحمت اور استغفار کرنا اور ان کے بعد ان کے عہد و پیمان کو جاری کرنا اور صرف ان کی رضامندی اور خوشی کے لئے صلۂ رحمی کرنا۔ ان کے ملنے

Marfat.com

۔ لوں کی تعظیم و توقیر کرنا۔ (ابوداؤد)

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے بعد ماں باپ کا حق ہے۔ اللہ تو رب حقیقی ہے اور والدین رب مجازی ہیں اس لئے ان دونوں کے حقوق کی ادائیگی سے آدمی نجات کا مستحق ہو سکتا ہے اور فلاح دارین حاصل کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم یہ دعا کیا کرو۔ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ه

یعنی جب میں بالکل کمزور و ناتواں تھا تو انہوں نے میری تربیت میں خون پسینہ ایک کر دیا اپنے خیال کے موافق میرے لئے ہر ایک راحت و خوبی کی فکر کی ہزار آفات و حوادث سے بچانے کی کوشش کرتے رہے۔ بارہا میرے لئے اپنی جان جوکھوں میں ڈالی۔ آج ان کی ضعیفی کا وقت آیا ہے جو کچھ میری قدرت میں ہے ان کی خدمت و تعظیم کرتا ہوں لیکن پورا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اس لئے تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس بڑھاپے میں اور موت کے بعد ان پر نظر رحمت فرما۔ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ۔ یعنی والدین کی تعظیم اور ان کے سامنے تواضع و فروتنی صمیم قلب سے ہونی چاہئے لیکن اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون والدین کی خدمت کرتا ہے۔

اگر سچ مچ تم دل سے نیک اور سعادت مند ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر اخلاص اور حق شناسی سے کما حقہ ان کی خدمت کرتے رہو تو وہ تمہاری کوتاہیوں اور خطاؤں کو درگزر کر دے گا۔ فرض کرو اگر کسی وقت باوجود نیک نیتی و تنگ دلی و تنگ مزاجی سے کوئی فروگذاشت ہو گئی ہو پھر بھی اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

چونکہ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ه وہ رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔ یہ توبہ اور انابت بڑی چیز ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَنِيْبُوْا اِلٰى رَبِّكُمْ۔ (تم اپنے پروردگار کی طرف انابت اور رجوع کرو۔

انابت کرنے والوں کو چاہتا بھی ہے۔ بخشتا بھی ہے۔ اسی سے اوّابین ایک نفلی نماز ہے جو عشاء و مغرب کے درمیان پڑھی جاتی ہے اور بعضوں نے کہا کہ چاشت کی نماز ہے جو آفتاب نکلنے کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ کم از کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعت ہے اس کی پوری تفصیل ہم نے اسلامی تعلیم میں لکھ دی ہے۔

بہر حال اَوَّاب۔ تَوَّاب۔ اللہ کی صفت ہے یعنی مر جانے کے بعد اللہ ہی کی طرف واپسی ہو گی۔

Marfat.com

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اِلَیْنَآ اِیَابَھُمْ۔ ہماری ہی طرف سب کو لوٹنا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس آتے تو اٰیِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ الخ پڑھتے ہوئے آتے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا انجام بالخیر کرے، ہماری توبہ قبول فرمائے۔ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے اور والدین و دیگر خویش واقارب کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

حقِ قرابت

اللہ تعالیٰ اور ماں باپ کے حقوق کے بعد درجہ بدرجہ قرابت داروں کا بھی حق ہے جس کی ادائیگی نہایت ضروری ہے قرابت والوں کے حق کو ادا کرنے کو صلہ رحمی بھی کہتے ہیں یعنی نسبی اعتبار سے اور رحم مادری کے تعلقات کی وجہ سے آپس میں ملا جلا رہنا چاہئے۔ یہ میل جول انسانی برادری اور باہمی تعلقات و محبت اور امداد و تعاون کی اصلی گرہ ہے۔ یہ اشتراک کہیں ہم عمری، کہیں ہم مذہبی، کہیں ہمسائیگی، کہیں ہم مذاقی، کہیں ہم پیشگی، کہیں ہم وطنی اور کہیں ہم قومی کی مختلف صورتوں میں نمایاں ہوتا ہے۔

اس اشتراک کے عقد محبت کو استوار اور مضبوط رکھنے کے لئے جانبین پر حقوق کی نگہداشت اور فرائض محبت کی ادائیگی واجب ہے۔ لیکن ان تمام اشتراکوں سے بڑھ کر وہ اشتراک ہے جس کا سبب رحم مادر ہے۔ یہ ہم رحمی خالق فطرت کی باندھی ہوئی گرہ ہے وہ متفرق انسانی ہستیوں کو خاص اپنے دستِ قدرت سے باندھ کر اس طرح ایک کر دیتا ہے کہ اس کا حق توڑنا انسان کی قوت سے باہر ہوتا ہے اس لئے اس کے حقوق کی نگہداشت بھی انسانوں کو سب سے زیادہ ضروری ہے۔ اس فطری گرہ کے توڑنے والوں کو فاسق اور ضلالت کا مستحق ٹھہرایا گیا ہے۔

حقوق العباد میں حقوق قرابت کی اہمیت بہت زیادہ ہے قرآن مجید میں کم از کم بارہ آیتوں میں اس کی سترح تاکید ہے اور اس کو انسان کا احسان نہیں بلکہ اس کا فرض اور حق بتایا ہے اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ۔

یعنی تم قرابت داروں کے حق کو دو اور مسکین و مسافروں کے حق کو بھی ادا کرو۔

اور سورہ روم میں بھی اس کا ذکر فرمایا۔

فَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ؕ ذٰلِکَ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ

قرابت دار کو، مسکین کو، مسافر کو ہر ایک کو اس کا حق دو۔ یہ ان کے لئے بہتر ہے جو خدا کا منہ

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ	دیکھنا چاہتے ہوں ۔ ایسے ہی لوگ نجات پانے والے
الْمُفْلِحُوْنَ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَ	ہیں تم جو بیاج پر دیتے ہو کہ لوگوں کے مال میں بڑھتا
فِیْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ	رہے وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا اور جو کچھ صدقہ زکوٰۃ
وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ	تم خدا کی رضامندی کی طلب کے لئے دو تو ایسے
وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۔	ہی لوگ ہیں اپنا دوچند کرنے والے ۔

یعنی تم اپنے قرابت داروں مسکین اور مسافر کے حق کو دے دیا کرو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے ۔ دنیا وآخرت میں اس کا اچھا نتیجہ پاؤ گے اور جو لوگ دنیا ہی میں زیادہ سے زیادہ لینے کی کوشش کرتے ہیں ۔ جیسے کسی کو سود پر دے دیا اور اس میں زیادہ پیسہ حاصل کیا یہ تو صرف حرام ہی ہے اور اگر کسی کو اس نیت سے دیا کہ ہمارے دئے ہوئے سے زیادہ دے ۔ کسی کو اس نیت سے دیتا ہے کہ ہم کو اس سے زیادہ قیمتی ہدیہ بھیجے تو جائز تو ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں ثواب نہیں پانے کا ۔ چونکہ اس میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی مقصود نہیں ہے اور جو اللہ کی رضامندی کے لئے دیتا ہے اس کو دنیا و آخرت میں دوگنا ثواب ملے گا ۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے قرابت داروں کے حق کو ادا کرنے کا حکم دیا ہے ۔

سورۂ بقرہ میں بھی اسی کا حکم دیا ہے اور یہ فرمایا ہے ۔ نیکی صرف نماز روزے میں منحصر نہیں بلکہ اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق کو کماحقہ ادا کرنے کا نام ہے ۔ فرمایا ۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ	ساری بھلائی مشرق و مغرب کی طرف منہ کرنے میں
قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ	ہی نہیں بلکہ درحقیقت بھلا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ
الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ	پر قیامت کے دن پر ، فرشتوں پر ، کتاب اللہ پر اور
وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ	نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہے اور جو اس کی محبت
وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى	میں مال خرچ کرے ۔ قرابت داروں ، یتیموں مسکینوں
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ	مسافروں اور سوال کرنے والوں کو دے
وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ	غلاموں کو آزاد کرے ۔ نماز کی پابندی اور زکوٰۃ
الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ	کی ادائیگی کرے ۔ جب وعدہ کرے تو
بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ	پورا کرے ، تنگ دستی ، دکھ درد
فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ	اور لڑائی کے وقت صبر کرے ۔ یہی

الْبَأْسِ ۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۔ (البقرہ) — سچے لوگ ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔

ان آیتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسولوں، تمام فرشتوں اور تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے اور قرابت داروں کے حق کو بھی ادا کرنا فرض ہے۔ قرابت دار کا مطلب ہر شخص سمجھتا ہے جو نسبی رشتہ کے ساتھ منسلک ہو خواہ قریب کا ہو یا بعید کا۔

بعض لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کیا تھا کہ ہم کیا خرچ کریں اور کس کو دیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں یہ فرمایا۔

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۔ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۔ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۔

تجھ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا کچھ خرچ کریں تو کہہ دو کہ جو مال تم خرچ کرو وہ ماں باپ کے لئے ہے اور رشتہ داروں یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے۔ تم جو کچھ بھلائی کرو گے اللہ تعالےٰ کو اس کا علم ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۔ (نساء)

اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اور ماں باپ سے نیک سلوک کرو اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور قرابت دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ سے اور پہلو کے ساتھی سے اور راہ کے مسافر سے اور ان سے جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ تکبر کرنیوالوں اور شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا۔

اس آیت میں بھی قرابت داروں کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ حکم روز ازل ہی میں دیا جا چکا تھا جس کا ظہور دنیا میں اپنے اپنے وقت میں ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ

اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے بنی اسرائیل سے یہ پکا وعدہ لے لیا کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا اور

Marfat.com

وَالْمَسَاكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝

رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرنا اور لوگوں سے اچھی طرح نرمی سے بات کرنا اور نماز پڑھتے رہنا اور زکوٰۃ دیتے رہنا پھر تم میں سے تھوڑے آدمیوں کے سوا باقی سب پھر گئے اور تم لوگ ہو ہی کچھ بے پرواہ کہ نصیحت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

اور فرمایا:

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (انفال)

اور مسلمانو! جان رکھو کہ جو چیز تم لڑائی میں غنیمت حاصل کرو اس کا پانچواں حصہ خدا کا اور رسول کا اور رسول کے قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (حشر)

جو مال اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو ان بستیوں کے لوگوں سے بغیر جنگ کے مفت میں دلوا دے تو وہ اللہ کا حق ہے اور رسول کا اور رسول کے قرابت داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور بے توشہ مسافروں کا یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ جو لوگ تم میں سے مالدار ہیں یہ مال ان ہی میں چلتا پھرتا نہ رہے۔ اور مسلمانو! جو چیز تم کو پیغمبر خدا دیں وہ لے لیا کرو اور جس چیز کے لینے سے تم کو منع کریں اس سے دستکش رہو اور خدا کے غضب سے ڈرتے رہو کیونکہ خدا کی مار بڑی سخت ہے۔

سورہ نحل میں اہل قرابت کی امداد کو عدل و احسان کے بعد تیسرا حکم بتایا۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى۔

بے شک اللہ تعالیٰ انصاف اور حسن سلوک اور قرابت دار کو دینے کا حکم کرتا ہے

مسلمان کی دولت کے بہترین مستحق اس کے والدین کے بعد اس کے اقرباء ہی کو فرمایا۔

وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْا اُولِي الْقُرْبٰى

جو لوگ تم میں زیادہ گنجائش والے ہیں وہ قرابت داروں اور محتاجوں کو نہ دینے کی قسم نہ کھائیں۔

Marfat.com

وَالْمَسَاكِيْنِ۔ (نساء)

خدائی خالص عبادت اور توحید اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے بعد تیسری چیز اہل قرابت کے ساتھ نیکی کرنا ہے۔

قرابت کو اسلام میں بہت اہمیت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ان تمام محنتوں زحمتوں، تکلیفوں اور مصیبتوں کا، جو تبلیغ اور دعوتِ حق میں آپ کو پیش آئیں اور آپ نے اس احسان وکرم کا، جو اصلاح و ہدایت کے ذریعہ ہم پر فرمایا۔ بدل، معاوضہ اور مزدوری امت سے یہ طلب فرماتے ہیں کہ میرے رشتہ داروں اور قرابت داروں کا حق ادا کرو اور ان سے لطف و محبت کے ساتھ پیش آؤ۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔ (شوریٰ)

اے ہمارے نبی! آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ پر بجز اس کے کوئی مزدوری نہیں مانگتا کہ ناطہ رشتہ میں محبت اور پیار کرو۔

ان آیتوں میں حق قرابت کو بیان کیا گیا ہے، یہ قرابت کبھی بسبب رشتہ، کبھی بہ سبب نکاح اور کبھی بہ سبب موالات کے ثابت ہوتی ہے۔ ماں، باپ، بہن بھائی، بیٹا بیٹی وغیرہ تو رشتہ دار ہیں جن کو ذوی الفروض کہا جاتا ہے اور عصبات بھی رشتہ دار ہی ہیں خواہ قریب کے ہوں یا بعید کے اور ذوی الارحام بھی رشتہ دار ہیں اور ہر رشتہ دار اپنے رشتہ دار کو جانتا ہے لیکن شریعت نے اس کی زیادہ اہمیت بتائی ہے۔ زندگی میں تو حق ادا کرنا ہی ہے لیکن مرنے کے بعد حق میراث ادا کرنا بھی فرض ہے اللہ تعالیٰ نے ہر حق والے کے حق کو بیان کر دیا ہے اور مقرر و متعین بھی فرما دیا ہے۔

چنانچہ اس نے فرمایا۔

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۪ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ۭ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا۔ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُو الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ

ماں باپ اور رشتہ داروں کے ترکے میں تھوڑا ہو یا زیادہ مردوں کا حصہ ہے اور اسی طرح ماں باپ اور رشتہ داروں کے ترکہ میں عورتوں کا بھی حصہ ہے اور یہ حصہ ہمارا ٹھہرایا ہوا ہے اور جب تقسیم ترکہ کے وقت دور کے رشتہ دار اور یتیم و مساکین آموجود ہوں تو اس میں سے ان کو بھی کچھ دے

Marfat.com

فَارْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا
مَعْرُوفًا ۝ (نساء)

يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ
لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ
كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ
ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً
فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ
مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ
لَهُ وَلَدٌ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ
وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِنْ
كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ
بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ط
آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ
أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ، فَرِيضَةً
مِنَ اللّٰهِ ، إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝
وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ
إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ
فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ
بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ
لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ
فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ
وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۝ وَإِنْ
كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ
وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ
مِنْهُمَا السُّدُسُ ج فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ

دیا کرو اور ان کی خواہش کے مطابق دیتے نہ بن پڑے تو ان کو نرمی سے سمجھاؤ۔

مسلمانو! تمہاری اولاد کے حصوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ تم سے کہہ دیتا ہے کہ لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصے دیا کرو۔ پھر اگر لڑکیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ترکہ میں ان کا حصہ دو تہائی اور اگر اکیلی ہے تو اس کو آدھا۔ اور میت کے ماں باپ یعنی دونوں میں سے ہر ایک کو ترکہ کا چھٹا حصہ ہے کہ اس صورت میں کہ میت کی اولاد ہو اور اگر اس کی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث صرف ماں باپ ہوں تو اس کی ماں کا حصہ ایک تہائی ہے باقی سب باپ کا ہے پھر اگر ماں باپ کے علاوہ میت کے ایک سے زیادہ بھائی بہن ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہے مگر یہ حصے میت کی وصیت کی تعمیل اور ادائے قرض کے بعد دینے جائیں تم اپنے باپ دادوں یعنی اصول و فروع یعنی بیٹوں پوتوں کو نہیں جان سکتے کہ نفع رسانی کے اعتبار سے ان میں کون سا تم سے زیادہ قریب ہے پس اپنی رائے کو دخل نہ دو اور یوں سمجھو کہ حصہ کا قرار داد اللہ کا ٹھہرایا ہوا ہے بلا شبہ اللہ سب کچھ جانتا اور سب مصلحتوں سے واقف ہے اور جو ترکہ تمہاری بیویاں چھوڑ کر مریں اگر ان کی اولاد نہیں ہے تو ان کے ترکہ میں آدھا تمہارا ہے اور اگر اولاد ہے تو ان کے ترکہ میں تمہارا چوتھائی ہے مگر ان کی وصیت کی تعمیل اور ادائے قرض کے بعد۔ اگر تم ترکہ چھوڑ کر مرد اور تمہاری کوئی اولاد نہ ہو تو بیویوں کا حصہ چوتھائی

مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصٰى بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ۝

(نساء)

اور اگر تمہاری اولاد ہو تو تمہارے ترکہ میں سے بیویوں کا آٹھواں حصہ ہے۔ اور یہ حصہ بھی تمہاری وصیت کی تعمیل اور ادائے قرض کے بعد دیا جائے۔ اگر کسی مرد یا عورت کی میراث ہو اور اس کا باپ بیٹا یعنی اصل و فرع نہ ہو اور دوسرے باپ سے اس کے بھائی یا بہن ہوں تو ان میں سے ہر ایک کا حصہ چھٹا ہو گا۔ اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو ایک تہائی میں برابر کے سب شریک ہوں گے۔ یہ حصے بھی میت کی وصیت کی تعمیل اور ادائے قرض کے بعد دئے جائیں۔ بشرطیکہ میت نے کسی کو نقصان نہ پہونچانا چاہا ہو۔ یہ فرمان الٰہی ہے۔ اللہ سب کچھ جانتا ہے اور لوگوں کی نافرمانیوں کو برداشت کرتا ہے۔

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۝ (نساء)

اور ترکہ ماں باپ اور رشتہ دار چھوڑ کر مریں تو ہم نے ہر ایک مرنے والے کی میراث کے حقدار ٹھہرا دیئے ہیں اور جن لوگوں کے ساتھ تمہارا عہد و پیمان ہے تو بطور خود کچھ حصہ ان کو بھی دے دو۔ ہر چیز اللہ کے پیش نظر ہے۔

يَسْتَفْتُونَكَ ۚ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ۚ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ ۚ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ۗ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا ۗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

(نساء)

اے پیغمبر! لوگ تم سے کلالہ کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ اللہ کلالہ کے بارے میں تم کو حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی ایسا مرد مر جائے۔ جس کی اولاد نہ ہو اور نہ باپ دادا۔ اسی کو کلالہ کہتے ہیں اور اس کے صرف ایک بہن ہو تو بہن کو اس کے ترکے کا آدھا، اور بہن مر جائے اور اس کے اولاد نہ ہو تو اس کے سارے مال کا وارث یہ بھائی ہے۔ پھر اگر بہنیں دو ہوں یا زیادہ تو ان کو اس کے ترکے میں دو تہائی، اگر بھائی بہن ملے جلے کچھ مرد اور عورت تو دو عورتوں کے حصہ کے بقدر ایک مرد کا حصہ۔ تم لوگوں کے بھٹکنے کے خیال سے اپنے حکم کو تم سے کھول کھول کر بیان فرماتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ ۔ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۔ (انفال)	اور رشتہ دار اللہ کے حکم کے مطابق اغیار میوں کی بہ نسبت ایک دوسرے کی میراث کے زیادہ حقدار ہیں ۔ بیشک اللہ ہر چیز سے واقف ہے ۔ ازاں جملہ میراث کی مصلحتوں سے بھی ۔

ان آیتوں میں ماں باپ ، بیٹا بیٹی ، بھائی بہن و دیگر ذوی الفروض اور ذوی الارحام کا بیان آیا ہے ۔ یہ ذوی الارحام بھی قرابت والے ہیں ۔ لیکن ان کا حق ذوی الفروض اور عصبہ وغیرہ کے بعد ہے اور یہ ذوی الارحام کی توریث عصبات کی طرح ہے ۔ اس میں اقرب فالاقرب کا اعتبار ہے اور قرب کبھی تو درجہ کے اعتبار سے ہوتا ہے اور کبھی قرابت کی وجہ سے پس جس طرح تعصیب میں بیٹا باپ پر مقدم ہے اسی طرح ذوی الارحام میں میت کا جزء اس کی اصل پر مقدم ہوگا اور ذوی الارحام میں سے جو قریب تر ہو وہ بعید تر کا حاجب ہو جاتا ہے ۔ یعنی بعید کو وارث نہیں ہونے دیتا جیسا کہ عصبات میں اقرب ابعد کا حاجب ہو جاتا ہے اسی طرح نزدیک رشتہ والا دور کے رشتہ دار کو وارث نہیں ہونے دیتا ۔ بہرحال ذوی الفروض ہوں عصبہ ہوں یا ذوی الارحام ہوں ۔ بقدر حقوق سب کے حقوق کو ادا کرنا ضروری ہے اگر نہ قرابت داری کے حق کو ادا کیا نہ ورثہ و ترکہ میں سے ان کے حق کو دیا ۔ تو آخرت میں ضروری ادا کرنا پڑے گا ۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

لَتُؤَدُّنَّ الْحُقُوْقَ اِلٰی اَهْلِهَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حَتّٰی یُقَادَ لِلشَّاةِ الْجَلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ (مسلم)	قیامت کے دن حقداروں کے حقوق ضرور ادا کئے جائیں گے یہاں تک کہ بے سینگ دار کی بکری کا سینگ دار بکری سے قصاص لیا جائے گا ۔

اور اگر حقوق کے تقسیم کے وقت غیر حقدار رشتہ دار موجود ہے ۔ تو سب کی مرضی سے انہیں بھی کچھ دے دو ۔ یا نرم بات کہہ کر سمجھا دو ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ۔

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۔ وَلْیَخْشَ الَّذِیْنَ لَوْ تَرَکُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّیَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا	اور جب تقسیم (ترکہ) کے وقت (دور کے) رشتہ دار اور یتیم بچے اور مساکین آموجود ہوں تو ان میں سے ان کو بھی کچھ دے دیا کرو اور ان کی خواہش کے مطابق دیتے نہ بن پڑے تو ان کو نرمی سے سمجھا دو اور وارثان حقدار کو ڈرنا چاہئے کہ اگر خود اپنے

عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝

(نساء)

مرے پیچھے اولاد ضعیف چھوڑ جاتے تو ان کے حال پران کو کیا کچھ ترس نہ آتا تو چاہئے کہ غربا کے ساتھ سختی کرنے میں اللہ سے ڈریں اور ان سے سیدھی طرح بات کریں

دنیا میں جو لوگ دوسروں کی حق تلفی کریں گے اور کسی حیلہ بہانہ سے دوسروں کی چیزوں کو اپنا لیں گے تو قیامت کے روز وہی چیز لے کر حاضر ہوں گے جس کا اس سے پورا پورا بدلہ لے گا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

(آل عمران)

جو شخص خیانت کرے گا وہ خیانت کردہ چیز قیامت کے دن لے کر آئے گا پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ذرہ برابر حق تلفی نہ کی جائے گی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز وعظ کے لئے کھڑے ہوئے تو اس وعظ میں خیانت و چوری کا خصوصیت سے ذکر فرمایا اور اس کا گناہ اور اس کی مذمت بیان فرمائی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔

"میں تم کو قیامت کے دن اس حال میں ہرگز نہ پاؤں کہ تم میں سے کوئی اپنی گردن پر اونٹ لادے ہوئے آرہا ہو اور وہ بلبلاتا ہو۔ یعنی غنیمت وغیرہ میں سے اونٹ کی خیانت کی ہوگی اور چرا لیا ہوگا تو اس اونٹ کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے میرے سامنے سفارش کے لئے آئے گا اور کہے گا۔ یا رسول اللہ! میری امداد فرمائیے تو اس وقت میں اس کو صاف جواب دے دوں گا کہ میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں اور نہ تیری امداد کر سکتا ہوں۔ دنیا میں میں نے یہ بات پہنچا دی تھی کہ جو چوری کرے گا وہ اسی چیز کو لے کر خدا کے سامنے حاضر ہوگا۔ میں اس کی حمایت نہ کروں گا۔

اور ہرگز نہ پاؤں میں تم میں سے کسی کو کہ وہ قیامت کے دن اپنی گردن پر گھوڑا لئے ہوئے آرہا ہو۔ اور گھوڑا ہنہنا کر آواز کرتا ہو کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ چوری کا گھوڑا ہے، وہ میرے پاس آکر کہے گا۔ یا رسول اللہ! میری امداد کیجئے تو میں اس سے کہوں گا۔ میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ میں دنیا میں تم کو حکم پہنچا چکا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا۔

میں تم کو ہرگز نہ پاؤں کہ قیامت کے دن اپنی گردن پر بکری لادے ہوئے آرہا ہو۔ اس بکری کی آواز ہو گی وہ میرے پاس آئے گا اور کہے گا یا رسول اللہ! میری امداد فرمائیں میں کہوں گا

Marfat.com

میں تیری کچھ امداد نہیں کر سکتا۔ میں یہ حکم تجھ کو بھی پہنچا چکا ہوں۔ پھر فرمایا:

میں ہرگز تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن کسی انسان غلام وغیرہ کو لادے ہوئے ہو۔ وہ چیختا ہوا ہوگا۔ میرے پاس آکر کہے گا یا رسول اللہ! میری امداد کیجئے میں کہوں گا۔ میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ میں یہ حکم دنیا میں تجھے پہونچا چکا تھا۔ پھر ارشاد فرمایا۔

میں تم کو اس حالت میں قیامت کے دن ہرگز نہ پاؤں کہ اپنی گردن میں کپڑا لادے ہوئے آئے۔ یعنی دنیا میں اس نے غنیمت کے مال میں سے کپڑے کی خیانت کرلی تھی یا کسی کا کپڑا چرالیا تھا یا بغیر حق کے غیروں کے کپڑے پہنے تھے وہ کپڑے ہلتے اور حرکت کرتے ہوں گے۔ وہ کہے گا۔ یا رسول اللہ! میری امداد کیجئے۔ میں کہوں گا کہ میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا ہوں۔ میں یہ حکم دنیا ہی میں پہونچا چکا تھا۔ پھر فرمایا:

میں تم کو قیامت کے دن اس حالت میں نہ پاؤں کہ اپنی گردن پہ بے زبان چیزیں مثلاً سونا چاندی وغیرہ لادے ہوئے آئے گا۔ وہ کہے گا۔ یا رسول اللہ! میری امداد کیجئے۔ تو میں کہوں گا کہ میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ دنیا میں یہ حکم میں پہونچا چکا تھا۔ (بخاری)

اور اگر اس نے کسی کی حق تلفی میں مکان یا زمین دبالی ہے تو قیامت کے روز وہی چیز اٹھائے میدان محشر میں آئے گا۔ اور اس سلسلے کی یہ چند حدیثیں سن لیجئے اور رشتہ داروں کی حق تلفی سے توبہ کیجئے۔

مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِّنَ الْاَرْضِ ظُلْمًا فَاِنَّهٗ يُطَوَّقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ سَبْعِ اَرْضِيْنَ (بخاری ومسلم)

جس نے کسی کی ایک بالشت زمین دبالی ہے تو قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا طوق گلے کا ہار ڈالے ہوئے اُٹھے گا۔

مَنْ اَخَذَ مِنَ الْاَرْضِ شَيْئًا بِغَيْرِ حَقِّهٖ خُسِفَ بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِلٰى سَبْعِ اَرْضِيْنَ (بخاری)

کسی نے کسی کی کچھ زمین ناحق دبائی ہے۔ تو قیامت کے دن ساتوں زمین تک دھنسایا جائے گا۔

مَنْ اَخَذَ اَرْضًا بِغَيْرِ حَقِّهَا كُلِّفَ اَنْ يَّحْمِلَ تُرَابَهَا اِلَى الْحَشْرِ۔ (احمد)

جس نے ظلماً کسی کی زمین چھین لی ہے تو اسے اس بات کی تکلیف دی جائے گی کہ اس کی مٹی کھود کر میدان حشر میں لادے۔

اَيُّمَا رَجُلٍ ظَلَمَ شِبْرًا مِّنَ

جس نے ظلماً کسی کی زمین چھین لی ہے اگرچہ ایک

Marfat.com

الْاَرْضِ كَلَّفَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَنْ يَّحْفِرَهٗ حَتّٰى يَبْلُغَ اٰخِرَ سَبْعِ اَرْضِيْنَ ثُمَّ يُطَوِّقُهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ ۔ (احمد)

بالشت ہی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے اس بات کی تکلیف دے گا کہ ساتوں زمینوں تک کھودے پھر ان کا ہار بنا کر قیامت کے دن اٹھانے کا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے۔

ان حدیثوں سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص کسی وارث کی زمین یا مکان کو دبالے اور اس کے حق کو نہ دے تو قیامت کے دن وہی زمین و مکان لے کر خدا کے سامنے حاضر ہوگا۔ جب حق والوں کا حق دیا جائے گا تو صلہ رحمی بھی ہو جائے گی اور اگر نہیں دیا گیا تو رشتے قرابت داری ٹوٹ جائے گی اور قرابت داری کے رشتہ کو توڑنا سخت جرم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلرَّحِمُ شِجْنَةٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ مَنْ وَّصَلَكِ وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهٗ ۔

(بخاری)

رحم و شکم مادری لفظ رحمٰن سے مشتق ہے اس لئے محبت والے خدا نے رحم کو مخاطب کر کے فرمایا جو تجھ کو ملائے گا اس کو میں ملاؤں گا اور جو تجھ کو کاٹے گا میں بھی اس کو کاٹوں گا۔

اس مفہوم کو آپ نے یوں بھی ادا فرمایا:

اَلرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُوْلُ مَنْ وَّصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ ۔ (بخاری)

رحم انسانی نے عرش کو پکڑ کر کہا کہ جو مجھ سے ملائے اس کو خدا ملائے اور جو مجھے کاٹے اس کو خدا کاٹے

ایک اور حدیث میں ہے۔

خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ قَامَتِ الرَّحِمُ فَاَخَذَتْ بِحَقْوَيِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ مَهْ قَالَتْ هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِيْعَةِ قَالَ اَلَا تَرْضَيْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَّصَلَكِ وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ قَالَتْ بَلٰى يَا رَبِّ قَالَ فَذَاكِ ۔

(بخاری و مسلم)

جب اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کر لیا تو رحم انسانی نے رحمت والے خدا کی کمر کو پکڑ لیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کیا ہے اس نے کہا کہ یہی جگہ قطع رحمی سے تیری پناہ لینے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تو اس بات سے خوش نہیں ہے کہ جو تجھ کو ملائے اس کو اپنے سے ملاؤں اور جو تجھے کاٹے اس کو میں اپنے سے کاٹوں۔ اس نے کہا مجھے یہ منظور ہے اللہ نے فرمایا کہ اب ایسا ہی ہوگا۔

Marfat.com

رحم اور رحمان کا اشتراک لفظی اشتراک معنوی رحمت و مودت پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں فرمایا۔

واتقوا اللہ الذی تسآءلون بہ والارحام۔	اور جس خدا کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اس کا اور رشتہ کا خیال رکھو
(نساء)	

اس رشتہ کا توڑنے والا اور قرابت کے حق کو ادا نہ کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لایدخل الجنۃ قاطع رحم	رشتہ کو کاٹنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا
(بخاری)	

اور رشتہ کا جوڑنے والا اور قرابت مندوں کی خدمت کرنے والا جنت میں داخل ہوگا۔
چنانچہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسی بات بتایئے جو مجھے جنت میں لے جائے تو آپ نے ارشاد فرمایا

تعبد اللہ ولا تشرک بہ شیئا وتقیم الصلوۃ وتؤتی الزکوۃ وتصل الرحم۔	اللہ کی عبادت کیا کرو۔ کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ بناؤ اور نماز اچھی طرح ادا کرتے رہو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور قرابت داروں کا حق ادا کرتے رہو۔ اور صلہ رحمی کرتے رہو۔
(بخاری)	

جو قرابت داروں کا حق ادا کرتا ہے اور ان کی خدمت کرتا ہے تو اللہ تعالی اس کو کشادہ روزی دیتا ہے اس کی عمر بڑھاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو یہ پسند ہو کہ اس کی روزی میں وسعت اور اس کی عمر میں برکت ہو اس کو چاہئے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری ومسلم) کیونکہ ان اعمال کا اثر اللہ تعالی نے یہ دکھایا ہے کہ اس سے مال و دولت میں فراخی اور عمر میں زیادتی ہوتی ہے اس لئے کہ صلہ رحمی کی دو ہی صورتیں ہیں۔
ایک یہ کہ ضرورت مند رشتہ داروں کی مالی امداد کی جائے دوسرے یہ کہ خدا کی دی ہوئی عمر کا کچھ حصہ ان کی خدمت میں صرف کیا جائے پہلے کا نتیجہ خدا کی طرف سے مالی وسعت اور کشادگی اور دوسرے کا نتیجہ عمر میں برکت اور زیادتی کی صورت میں ملتا ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

فَاِنَّ صِلَةَ الرَّحْمِ مَحَبَّةٌ فِی الْاَهْلِ مِثْرَاةٌ فِی الْمَالِ مِنْسَاۃٌ فِی الْاَثَرِ (ترمذی)

صلہ رحمی سے قرابت والوں میں محبت، مال میں کثرت اور عمر میں برکت ہوتی ہے۔

اس صلہ رحمی سے سارے خاندان والے راضی ہوں گے اور اس کے حق میں دعائیں کریں گے جس سے اس کے مال و دولت و عمر میں برکت و کثرت ہوگی اگر کوئی عزیز رشتہ دار اپنے حق کو نہیں ادا کرتا ہے تو اس کے دوسرے رشتہ دار کو یہ مناسب نہیں ہے کہ یہ بھی اپنے حق کو نہ ادا کرے۔ بلکہ دراصل صلہ رحمی اسی کا نام ہے کہ جو قرابت کے حق کو ادا نہ کرے لیکن اس کے باوجود اس کے حق کو ادا کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِیْ وَلٰکِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِیْ اِذَا قُطِعَتْ رَحْمُهٗ وَصَلَهَا (بخاری)

جو بدلہ کے طور پر صلہ رحمی کرتا ہے وہ دراصل صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہے بلکہ ٹوٹے ہوئے رشتہ کو جوڑنے والا دراصل صلہ رحمی کرنے والا ہے۔

خوش خلقی اور مکارم اخلاق یہی ہے کہ قطع تعلق کرنے والوں سے تعلق جوڑا جائے اور ملنے والوں سے درگزر کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی اَکْرَمِ اَخْلَاقِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اَنْ تَصِلَ مَنْ قَطَعَکَ وَتُعْطِیَ مَنْ حَرَمَکَ وَاَنْ تَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَکَ (طبرانی، ترغیب)

میں تم کو دونوں جہان کے بہترین اخلاق بتاتا ہوں قطع تعلق کرنے والوں سے جوڑو، نہ دینے والوں کو دو اور ظالم کے قصور کو معاف کرو۔ یہی حسن خلق ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ،

یعنی قرابت داروں کے حق کو ادا کرو اور مسکین و مسافروں کے حق بھی ادا کرو۔

اس آیت کریمہ میں اپنے خویش و اقارب کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان کے ساتھ مسکینوں اور غریبوں اور مسافروں کے ساتھ بھی یہی حکم ہے کیونکہ مسکین تو مسکین ہی ہیں لیکن مسافر گو گھر کا مالدار ہو لیکن سفر میں بعض دفعہ دوسرے کی امداد کا مستحق ہو جاتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین پہنچنے کے بعد اپنی ضرورت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے

یہ دعا کی تھی۔

رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ۝

اے خدا! اس وقت جو کچھ مجھے عطا فرمائے میں اس کا ضرورت مند ہوں۔

اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مسافروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے سلسلہ میں زکوٰۃ میں سے اعانت کرنے کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاکِیْنِ وَالْعَامِلِیْنَ عَلَیْھَا وَالْمُؤَلَّفَۃِ قُلُوْبُھُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغَارِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ۝ (توبہ)

صدقہ (زکوٰۃ) فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہے اور عاملین یعنی تحصیلداروں کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو اسلام کی طرف مائل ہوں۔ اور گردن یعنی غلام و قیدی آزاد کرانے ہیں اور قرض داروں میں اور اللہ کے راستے میں اور مسافروں کے لئے ہے۔ اللہ کی طرف سے فرض ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

یعنی مسافر آدمی حالت سفر میں اگر ضرورت مند ہو جائے تو اسے بھی زکوٰۃ دینا اور لینا جائز ہے اگرچہ وہ اپنے گھر کا مالدار ہو۔ اس آیت کریمہ میں مسافروں اور مسکینوں کے ساتھ ہمدردی کرنے کا بیان ہے۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ ۝ یعنی قرابت داروں، مسکینوں اور مسافروں کو ان کا حق دو یہ فرمان الٰہی ہے جو ہر مسلمان کے لئے ہے۔

مسکین۔ سکون اور مسکنت سے ہے جس کے معنی کمزوری کے ہیں یعنی سرمایہ نہ ہونے کی وجہ سے جو ذلیل اور کمزور سمجھا جاتا ہے لیکن وہ اپنی کمزوری کسی سے ظاہر کرنا نہیں چاہتا اور نہ سوال کرتا ہے اور نہ وہ دربدر مانگتا ہے۔

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"مسکین وہ نہیں ہے جو مانگتا ہوا آئے اور دو ایک لقمہ یا دو ایک کھجوریں لے کر ٹل جائے بلکہ درحقیقت مسکین وہ ہے جو نہ تو اپنی حاجتوں کے پورا کرنے کی طاقت رکھتا ہو اور نہ اپنی کمزور حالت بیان کر کے لوگوں سے بھیک مانگتا پھرتا ہو۔ ایسا مسکین زکوٰۃ لینے کا مستحق ہے (بخاری)

مختصر یہ کہ قرابت داروں کے حقوق کو قرآن و حدیث میں بڑی اہمیت کے ساتھ بیان کیا گیا

ہے اور یہ حقوق العباد ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ جب تک بندہ معاف نہیں کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی درگزر نہیں فرماتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی شفاعت سے بیزاری ظاہر فرمائی ہے۔

لہٰذا ہمیں ان حقوق کی ادائیگی میں بڑی احتیاط سے کام لینا چاہئے۔

Marfat.com

اسراف اور فضول خرچی

اوپر کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرابت داروں کے اور مسکینوں کے حق ادا کرنے کی وضاحت فرمائی ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہے:

وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۝ کہ فضول خرچی نہ کرو۔

یعنی اپنے مال کو ناجائز کاموں میں مت ضائع کرو۔ یہ اسراف اور تبذیر عقلاً نقلاً شرعاً ہر ایک اعتبار سے ناز یبا ہے بلکہ کاموں میں بھی خرچ کرو تو اعتدال اور میانہ روی سے خرچ کرو۔ نہ حد سے زیادہ امساک اور بخل ہو اور نہ حد سے زیادہ فیاضی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مومن کی ایک یہ بھی نشانی بتائی ہے۔

وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا اور جب خرچ کرنے لگیں تو فضول خرچی نہ کریں نہ
وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ بہت تنگی کریں بلکہ ان کا خرچ افراط و تفریط
قَوَامًا ۝ (الفرقان) کے درمیان کا ہو۔

کھانے پینے میں بھی اعتدال برتنا چاہئے۔ چنانچہ فرمایا۔

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ۝ اور کھاؤ پیو اور زیادہ خرچ نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ
إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۝ خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا

حتی کہ نیک کاموں میں بھی اسراف سے بچنا چاہئے۔

فرمایا۔

كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَ درخت کے پھل جب وہ پھلے پکے تم کھاؤ اور اس
آتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَلَا تُسْرِفُوا ۝ کا حق ادا کرو اور جب فصل کٹے۔ اور حد سے آگے
إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ۝ (انعام) نہ بڑھو۔ اللہ حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

تفسیر ابن کثیر میں "وَلَا تُبَذِّرْ" کے تحت میں ہے کہ بنو تمیم کے ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ یا رسول اللہ! میں مالدار آدمی ہوں اور اہل وعیال اور کنبہ قبیلہ والا ہوں تو مجھے بتلائیے کہ کیا روش اختیار کروں۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے مال کی زکوٰۃ الگ کر۔ اس سے تو پاک و

Marfat.com

صاف ہو جانے کا۔ اپنے رشتہ داروں سے حسن سلوک کر۔ سائل کا حق پہچان۔ پڑوسی اور مسکین کا بھی۔ اس نے کہا، حضور! اور مختصر سے الفاظ میں پوری بات سمجھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا قرابت داروں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرو اور بے کار خرچ نہ کرو۔ اس نے کہا حسبی اللہ۔ اچھا حضور! جب میں آپ کے قاصد کو زکوٰۃ ادا کر دوں تو اللہ و رسول کے نزدیک میں بری ہوگیا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں جب تو نے میرے قاصد کو دے دیا تو بری ہوگیا اور تیرے لئے اجر ثابت ہوگیا اب جو اسے بدل ڈالے اس کا گناہ اس کے ذمہ ہے۔ بہر حال ہر کام میں اقتصاد اور میانہ روی مکارم اخلاق کا ایک رکن عظیم ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْاِقْتِصَادُ جُزْءٌ مِّنَ النُّبُوَّةِ ۔ میانہ روی نبوت کا ایک حصہ ہے۔ (کنز العمال)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

اَلْاِقْتِصَادُ فِی النَّفَقَةِ نِصْفُ الْمَعِیْشَةِ (کنز العمال) ۔ (آمد و خرچ میں) میانہ روی معاشی زندگی کی خوشگواری کا نصف حصہ ہے۔

تو ہر کام میں اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنا چاہئے اسی کو صراط مستقیم سے تعبیر کیا گیا ہے یہ اعتدال معاملات میں، عبادات میں، تعلقات میں بلکہ رفتار و گفتار میں اور کھانے پینے سونے جاگنے میں بھی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں لقمان علیہ السلام کی نصیحتوں میں ہے کہ:

وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ ۔ اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو۔

قصد اور اقتصاد اعتدال کا نام ہے۔ قَصْدُ السَّبِیْلِ ۔ سیدھی (مستقیم) راہ جو حق کو پہنچا دے۔ کَانَ اَبْیَضَ مُقْتَصِدًا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفید رنگ میانہ قامت تھے۔ (نہ لمبے نہ ٹھگنے نہ بہت موٹے نہ دبلے) اَلْقَصْدَ اَلْقَصْدَ تَبْلُغُوْا ۔ میانہ روی (اعتدال) اختیار کرو تم اپنی مراد کو پہنچو گے۔

یہ حدیث تمام علم اخلاق کو جامع ہے۔ بڑی بڑی اور چھوٹی کتابوں کا خلاصہ ہے۔ ہر ایک امر میں اعتدال یعنی بیچوں بیچ میں چلنا، نہ افراط کرنا نہ تفریط کرنا یہی کمال ہے جو انسان کو اپنی منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔ بہت دوڑ کر چلنے والا تھک کر گر پڑتا ہے۔ کھانا پینا، حرکت و سکون سونا جاگنا، کلام و خاموشی، محنت و ریاضت کرنا سب میں اعتدال کی ضرورت ہے اور افراط و تفریط دونوں مضر ہیں۔

كَانَتْ صَلٰوتُهٗ قَصْدًا وَّخُطْبَتُهٗ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز متوسط ہوتی اور

Marfat.com

قَصۡدًا ۔ — آپ کا خطبہ بھی متوسط ہوتا اور خطبہ بہت مختصر اور نماز نسبتاً لمبی ہوتی۔

اب احمق، نادان اور کم علم لوگ خطبہ تو لمبا سناتے ہیں اور نماز مختصر۔

عَلَیۡکُمۡ هَدۡیًا قَاصِدًا — تم اپنے اوپر اعتدال کا راستہ لازم پکڑو۔

الحاصل یہ کہ خرچ میں اسراف اور تبذیر معیشت فاسدہ کی علامات ہیں اس لئے اقتصاد اور میانہ روی اختیار کرنا ضروری ہے۔ مثلاً عام حالات میں یہ ہرگز نہیں ہونا چاہئے کہ خرچ آمدنی سے بڑھ جائے اور پھر حاجت کے وقت دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانا پڑے بلکہ حتی الامکان اس کی سعی کرنی چاہئے کہ ان تمام اجتماعی حقوق کے ادا کرنے کے ساتھ ساتھ جو غنی ہونے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اس پر عائد کئے ہیں اپنی اور اہل وعیال کی حاجات وضروریات کے لئے کچھ پس انداز ہو نیز یہ بھی نہیں ہونا چاہئے کہ بخل اور تقصیر کو کام میں لائے اور خود اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے عطاء الٰہی کے باوجود معیشت کو تنگ کرے جیسا کہ آگے چل کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلَا تَجۡعَلۡ یَدَكَ مَغۡلُوۡلَةً اِلٰی عُنُقِكَ وَلَا تَبۡسُطۡهَا كُلَّ الۡبَسۡطِ فَتَقۡعُدَ مَلُوۡمًا مَّحۡسُوۡرًا ۔ — نہ حد سے زیادہ سخاوت و فیاضی کرو نہ حد سے زیادہ بخل کرو تو لامحالہ اقتصاد اور اعتدال یعنی میانہ روی پر عمل کرنا ضروری ہے۔

اور یہ اقتصاد نبوت کا ایک حصہ ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِنَّ الۡهَدۡیَ الصَّالِحَ وَالسَّمۡتَ الصَّالِحَ وَالۡاِقۡتِصَادَ جُزۡءٌ مِّنۡ خَمۡسٍ وَّعِشۡرِیۡنَ جُزۡءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ ۔ — اچھی سیرت اور اچھا طریقہ اور اعتدال نبوت کے پچیس حصے میں سے ایک حصہ ہے۔

اس حدیث سے اعتدال اور میانہ روی کی بہت بڑی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔ ہر چیز میں اعتدال پسندیدہ ہے۔

مسند بزار میں حضرت حذیفہ صحابی کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا اَحۡسَنَ الۡقَصۡدَ فِی الۡغِنٰی مَا اَحۡسَنَ الۡقَصۡدَ فِی الۡفَقۡرِ مَا اَحۡسَنَ الۡقَصۡدَ فِی الۡعِبَادَةِ ۔ (کنز العمال) — دولت مندی میں درمیانگی کتنی اچھی ہے۔ محتاجی میں درمیانگی کتنی اچھی ہے عبادت میں درمیانگی کتنی اچھی ہے۔

غرض یہ ہے کہ نہ اتنی دولت مندی ہو کہ انسان قارون وقت بن کر حق سے غافل ہو جائے نہ اتنا محتاج ہو کہ پریشان خاطر ہو کر حق سے محروم رہ جائے۔ لوگ دولتمند ہو کر اس قدر شان

وشکوہ، عز و جاہ اور عیش و تنعم کی زندگی بسر کرنے لگتے ہیں کہ اعتدال سے خارج ہو جاتے ہیں اور بعض لوگ محتاج ہو کر اس قدر دنی اور مبتذل ہو جاتے ہیں کہ صبر و خودداری اور تمام شریفانہ اوصاف کھو دیتے ہیں اور یہ بھی بد اعتدالی ہے۔

ان دونوں حالتوں میں اسلام کی معتدل تعلیم یہ ہے کہ دولت مندی کی حالت میں نہ حد سے زیادہ بلند ہونا چاہیے اور نہ محتاجی کی حالت میں اپنی حیثیت سے گر جانا چاہیے دعا اور عبادت میں بھی اعتدال کا حکم ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ (بنی اسرائیل)	اور نہ پکار تو اپنی دعا (یا نماز) میں اور نہ چپکے سے پڑھ۔ اور ڈھونڈ لے اس کے بیچ میں راہ۔

یعنی نہ چلا کر دعا کی جائے یا نماز پڑھی جائے کہ نمائش ہو جائے یا مخالف اس کو سن کر برا بھلا کہے اور نہ بالکل چپکے چپکے کہ ساتھ والے بھی نہ سن سکیں۔ بلکہ دونوں میں بیچ کی راہ اختیار کی جائے۔ قرآن مجید میں نیک بندوں کی یہ علامت بتائی گئی ہے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ (الفرقان)	اور خرچ کرنے لگیں تو فضول خرچی نہ کریں اور نہ بہت تنگی کریں بلکہ ان کا خرچ افراط اور تفریط کے درمیان کا ہے۔

کاش کہ ہمارے مسلمان بھائی ان قرآنی نصیحتوں پر عمل کرتے تو ان کی دنیا بھی سدھر جاتی اور آخرت بھی۔ کیونکہ اسراف تو ہر صورت میں برا ہے اور شیطانی فعل ہے۔ عموماً مسلمان خوشی یا غمی کے موقع پر زیادہ فضول خرچی کرتے ہیں۔ عقیقہ کے موقع پر حد شرع سے تجاوز کر جاتے ہیں اور بہت سی رواجی رسموں پر عمل کر کے فضول خرچی کرتے ہیں پھر شادی کے موقع پر بھی زیادہ دھوم دھام سے اسراف اور فضول خرچی کر کے اپنی دولت خلاف شرع کاموں میں خرچ کر ڈالتے ہیں اور غمی کے موقع پر بھی تیجا، چالیسواں وغیرہ رسمیں ادا کر کے اپنی دولت کو آگ لگا دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا کہ:

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۝ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝	فضول خرچی کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان تو اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

Marfat.com

وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ
مِّن رَّبِّكَ تَرْجُوهَا فَقُل لَّهُمْ
قَوْلًا مَّيْسُورًا ۝

اور اگر تجھے ان سے منہ پھیر لینا پڑے اپنے رب
کی اس رحمت کی جستجو میں جس کی تو امید رکھتا ہے تو
چاہیے کہ ان کو نرمی سے سمجھائے۔

Marfat.com

قولِ میسور

بہ رفق و نرمی مقتضائے حال کے مطابق ہر جگہ مستحسن ہے۔ معاملات میں، محاورات میں خطابات میں خوش اخلاقی اور نرمی سے کام لینا بہترین خصلت ہے۔ اس کی ضد تشدد و تختی اور تکبر ہے۔

جس میں نرم خوئی کی خصلت و عادت ہو وہ اکمل ترین اور اشراف انسان ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان حدیثوں کو پڑھئے اور عمل کیجئے۔

اِنَّ اللّٰہَ رَفِیْقٌ یُحِبُّ الرِّفْقَ وَیُعْطِیْ عَلَی الرِّفْقِ مَا لَا یُعْطِیْ عَلَی الْعُنْفِ وَمَا لَا یُعْطِیْ عَلٰی مَا سِوَاہُ رواہ مسلم وفی روایۃ لہ قَالَ لِعَائِشَۃَ عَلَیْكِ بِالرِّفْقِ وَاِیَّاكِ وَالْعُنْفَ وَالْفُحْشَ اِنَّ الرِّفْقَ لَا یَکُوْنُ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا زَانَہٗ وَلَا یُنْزَعُ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا شَانَہٗ (مسلم)

اللہ رفیق اور نرم خو ہے اور نرمی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور بندے کو نرمی کرنے پر وہ چیز دیتا ہے جو سختی کرنے پر نہیں دیتا ہے اور عائشہ سے آپ نے فرمایا کہ تم سب رفق کو اپنے اوپر لازم کرو اور سختی و بدگوئی سے بچو کیونکہ نرمی جس چیز میں ہوتی ہے اسے خوشنما کر دیتی ہے اور جس چیز سے نکال لی جاتی ہے اس کو بدنما بنا دیتی ہے۔

اور آپ نے فرمایا جو شخص نرمی سے محروم کیا گیا وہ بھلائیوں سے محروم رکھا گیا ہے۔

اور آپ نے فرمایا کہ تین خصلتیں جس شخص میں ہوں گی خدا اپنے سایہ کو اس پر پھیلائے گا اور جنت میں داخل کرے گا۔ (۱) کمزور کے ساتھ نرمی کرنا (۲) ماں باپ پر مہربانی کرنا۔ (۳) اور غلام پر احسان کرنا (ترمذی)

اسی اخلاقی وصف کی تعریف آپ نے دوسرے الفاظ میں یوں فرمائی۔

اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِمَنْ یَحْرُمُ عَلَی النَّارِ وَتَحْرُمُ عَلَیْہِ النَّارُ عَلٰی کُلِّ قَرِیْبٍ ھَیِّنٍ سَھْلٍ (ترمذی)

کیا میں تم کو بتاؤں کہ کون شخص آگ پر حرام ہے اور کس پر آگ حرام ہے۔ ہر اس شخص پر جو لوگوں کے قریب ہو، نرم ہو اور آسان ہو۔

ایک بار یہودیوں کی جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا

اَلسَّامُ عَلَیْکُمْ — یعنی تم کو موت آئے۔

حضرت عائشہ رض سمجھ گئیں اور انہوں نے جواب میں کہا۔

وَعَلَیْکُمُ السَّامُ وَاللَّعْنُ — یعنی تم کو موت آئے اور تم پر لعنت ہو۔

آپ نے سن کر فرمایا کہ عائشہ رض ٹھہر جاؤ۔ خدا تمام کاموں میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔ حضرت عائشہ بولیں یا رسول اللہ انہوں نے جو کچھ کہا آپ نے نہیں سنا۔ فرمایا۔ میں نے بھی تو کہہ دیا۔

عَلَیْکُمْ (بخاری) — یعنی تم پر بھی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں یہ خوبی ہے کہ بات وہی ہوئی مگر اس میں سختی کا نشان نہیں اور پھر اس طرح سے کہ مخاطب ذرا سوچے تو خود بخود اس کا دل شرمندہ ہو۔ اور آپ نے فرمایا۔

یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا — یعنی آسانی کرو اور سختی نہ کرو۔

اسی نرمی، حلم، بردباری، عفوو درگذاری، چشم پوشی اور خوش خلقی کا نام، مکارم اخلاق ہے جس کے سانچے میں ہر شخص کو ڈھلنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں بھی متعدد آیتیں اس مضمون کی ہیں۔ چند آیتیں سنیئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۔ (آل عمران)

متقی اور پرہیزگار وہ لوگ ہیں جو آسانی اور سختی کے وقت پر راہ خدا میں خرچ کرتے رہتے ہیں غیظ و غضب پینے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ بھی ان نیک کاروں کو دوست رکھتا ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِیْنَ (اعراف)

درگذر کرنے والا شیوہ اختیار کر۔ نیکیوں کا حکم کرتا رہ اور نادانوں سے چشم پوشی کرتے رہو۔

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (حٰمٓ سجدہ)

نیکی اور بدی برابر نہیں، جو تم کو بدی پہنچائے اس کو بات ہی اچھے طریقے سے دور کیا کرو۔ پھر دیکھنا تمہارا دشمن بھی دوست ہو جائے گا۔

تمہارے رشتہ دار ہوں خواہ قرابت دار یا دوسرے ضرورت مند۔ اپنی حاجت برآری

Marfat.com

کے لئے اپنی حاجت کا اظہار باصرار و الحاح کرتے ہیں اور دینے والا نرمی سے جواب دیتا ہے کہ اس وقت ہاتھ خالی ہے، معاف کرو یا کسی دوسرے وقت آؤ یا بہت کچھ کہنے سننے کے بعد کچھ دے بھی دیتے ہیں۔ تو لینے والے پر اپنے احسان کا جوتا لگا دیتے ہیں اور بہت برا بھلا کہتے ہیں تو ایسے دینے والے کو اور احسان جتانے والے کو کچھ ثواب نہیں ملے گا۔ اور جو لینے والے کو نہ ایذا پہنچاتے ہیں نہ احسان ہی جتاتے ہیں تو ان کو بہت بڑا ثواب ملے گا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی مثال اس آیت کریمہ میں بیان فرمائی ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

ان لوگوں کی مثال جو اپنے مالوں کو اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں اس دانے کی طرح ہے جس سے سات بالیں اگیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں اور اللہ تم بڑھاتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ کشائش والا جاننے والا ہے اور جو لوگ اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد ان پر احسان نہیں رکھتے اور نہ ان کو ستاتے ہیں تو ان کو ان کے پروردگار کے پاس ثواب ہے۔ ان کو نہ ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اچھی بات اور درگذر کر دینا اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے پیچھے ستانا ہو اور اللہ تعالیٰ بے نیاز اور بردبار ہے۔ اے ایمان والو! اپنے صدقات کو اکارت مت کرو احسان جتا کر اور اذیت پہنچا کر، اس شخص کی طرح جو اپنے مال کو لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے اور خدا اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتا ہے تو اس کی مثال اس صاف پتھر جیسی ہے جس پر مٹی پڑی ہو پھر اس پر زوروں کا مینہہ برسے کہ اس کو صاف کر کے چھوڑے۔ اپنی کمائی پر کچھ قادر نہ رہیں، اور اللہ کافروں ناشکروں کو راستہ نہیں دکھاتا ہے۔ اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے مالوں کو اللہ کی خوشنودی

Marfat.com

الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ
اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا
مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا
وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا
وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ اَيَوَدُّ
اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ
اَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهٗ فِيْهَا
مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ
ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ
نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ
لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ (بقرہ)

میں صرف کرتے ہیں اور اپنے نفسوں کی مضبوطی سے
ایک باغ کی طرح ہے جو بلندی پر واقع ہے اس پر
زور کا مینہ برسے تو وہ دوگنا پھل دے اور اگر مینہ
نہ برسے تو شبنم ہی کافی ہے اور اللہ تمہارے عملوں کو دیکھتا
ہے۔ بھلا تم میں سے کسی کو اچھا لگتا ہے کہ اس کے کھجور
اور انگوروں کے باغ ہوں جس کے نیچے نہریں بہتی ہوں
اس میں ہر قسم کے پھل ہوں اور وہ بڑھاپے کو پہونچ
جائے اور اس کی اولادیں بھی کمزور ہوں۔ اس باغ پر
آگ کا بگولا پڑ جائے اور وہ باغ جل جائے اللہ تعالیٰ
اسی طرح اپنی نشانیاں تم سے بیان کرتا ہے تاکہ
تم فکر کرو۔

اس آیت کا مطلب بالکل صاف ہے کہ جو لوگ اخلاص اور نیک نیتی سے اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں اور لینے والوں کو ستاتے نہیں ہیں اور نہ ان پر احسان جتاتے ہیں اور خدا اور قیامت پر سچا اعتقاد رکھتے ہیں تو ان کے ایک کے بدلے میں سات سو ملیں گے۔ تو دنیا میں بھی ان کے مال میں برکت ہوتی ہے اور پیداوار میں بھی۔

بخل اور سخاوت

انسانی اور خدائی واجبی حقوق کو ادا نہ کرنے کا نام بخل ہے اور یہ بخل بہت ہی بُری چیز ہے بلکہ بہت سی برائیوں کی جڑ ہے اسی سے بغض و عناد، دشمنی عداوت، خیانت بے رحمی، تنگ دلی اور پست ہمتی پیدا ہوتی ہے۔ بخیل خدا اور انسانوں کی نظروں میں بہت ذلیل ہوتا ہے۔ اس کی عقلاً و شرعاً ہر حیثیت سے بڑی مذمت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے روکا ہے! ور فرمایا ہے۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ۔ — اور اپنے ہاتھ کو اپنے گردن تک نہ باندھے رکھو

یعنی ہاتھ کو بھی کو خرچ کرنے سے مت روکو بلکہ ہر حقدار کو اس کا حق دیتے رہو۔ جو لوگ حق والوں کے حق کو نہیں دیتے اور نہ راہ خدا میں خرچ ہی کرتے ہیں ان کے لئے دنیا و آخرت میں بڑی ذلت و رسوائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝ (توبہ)

اور جو لوگ سونا چاندی کو گاڑ کر رکھتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو ان کو دردناک سزا کی خوشخبری سنا دیجئے۔ جس دن ان کو دوزخ کی آگ میں گرم کیا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں کروٹیں اور پیٹھیں وغیرہ داغی جائیں گی۔ اور کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ جس کو تم اپنے لئے گاڑ کر رکھا کرتے تھے اس کا مزہ چکھو۔

اس سے معلوم ہوا کہ بخیل اپنے بخل کی وجہ سے دوزخ میں جلے گا تو اس سے زیادہ اور کیا ذلت ہوگی۔ قارون دنیا کا بہت بڑا مالدار تھا لیکن خدا کی نافرمانی اور بخل کی وجہ سے زمین میں دھنسا یا گیا اور اس کا سارا مال برباد ہوگیا اور یہی حال ہر بخیل کا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هٰاَنْتُمْ هٰؤُلَاۤءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا — ہاں تم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو بلایا جا رہا

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَمِنْکُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ وَمَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِہٖ وَاللّٰہُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (سورہ محمد)

ہے تو تم میں کوئی بخل کرتا ہے اور جو بخل کرتا ہے اور اللہ بے نیاز ہے اور تم ہی محتاج ہو یعنی اس بخل کے برے نتیجے اسی کو بھگتنے پڑیں گے۔

بخیل آدمی دنیا میں بھی طرح طرح کی مصیبتوں اور مشکلوں میں گرفتار رہتا ہے کہ سب کچھ پاس ہونے کے باوجود بھی اس کو نہ اچھا کھانا میسر آتا ہے نہ اچھا پہننا۔ نہ قرینہ کا گھر۔ نہ عزت نہ آبرو ہر شخص اس کو ذلیل و خوار سمجھتا ہے ہر ایک اس کے نام سے نفرت کرتا ہے۔ فقرا اس کے لئے بد دعا کرتے ہیں یہاں تک کہ بیوی بچے جن کے لئے وہ سب کچھ کرتا ہے وہ بھی اس سے خوش نہیں رہتے۔ ہر ایک اس کی دولت کا خواہاں رہتا ہے اور چاہتا ہے کہ کسی طرح اس خزانے کا یہ سانپ راستہ سے ہٹ جائے تو اس پر قبضہ کرے۔ چور اس کے درپے۔ ڈاکو اس کے اندر غرض ہر طرح کے حملے اس پر ہوتے ہیں۔ وہ ان تمام مصیبتوں کو سہتا ہے اور اپنی زندگی بھر اس میں سے کچھ خرچ نہیں ہونے دیتا۔ لیکن ادھر اس کی آنکھ بند ہوئی اور ادھر اس کے وارثوں نے اس سے تلکے اس کو اڑا دیا۔ بلکہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ جس اولاد کے لئے وہ خود ساری عمر تکلیف اٹھا کر دولت جمع کرتا ہے وہ اس مالِ مفت کو دم کے دم میں اڑا دیتی ہے اور ہزاروں بری عادتوں میں مبتلا اور آخر میں مفلس و قلاش ہو جاتی ہے۔

وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰی وَمَا یُغْنِیْ عَنْہُ مَالُہٗ اِذَا تَرَدّٰی

اور لیکن جس نے دینے سے بخل کیا اور خدا کی باتوں کی پرواہ نہ کی اور اچھی بات کو جھٹلایا تو ہم اس کو سخت کام کے لئے آسان بنائیں گے اور جب وہ بخل کرے گا تو اس کا مال اس کے کام نہ آئے گا۔

وہ سخت کام جس کو خدا اس کے لئے بطور سزا کے آسان کر دیتا

وہ بری عادت و خصلت اور برے کردار ہیں جن میں ہمیشہ مبتلا رہتا ہے صرف اس لئے کہ کسی طرح اس کا مال خرچ نہ ہونے پائے۔ بھوکا وہ رہتا ہے۔ ننگا وہ رہتا ہے۔ میلا وہ رہتا ہے۔ مصیبتیں وہ جھیلتا ہے۔ راتوں کو آرام سے سو نہیں سکتا۔ دنیا کی کسی چیز سے دل بھر کر لطف نہیں اٹھا سکتا۔ وہ سب سے نالاں اور سب اس سے نالاں رہتے ہیں۔ پھر جب وہ کسی افتاد یا موت یا دوزخ کے گڑھے میں گرتا ہے یا گرے گا۔ تو اس کی یہ عزیز اور محبوب دولت اس کے کچھ کام نہیں آتی ہے اور نہ آسکے گی اس وقت افسوس کرے گا۔ تو اب تعالیٰ پہلے ہی ہوشیار کر رہا ہے۔

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۔

اور ہم نے تم کو جو روزی دی ہے اس میں سے اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آنے خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ موت آنے لگے تو کہنے کہ میرے پروردگار تو نے مجھے تھوڑی دیر کیوں نہ مہلت دے دی کہ خیرات کرتا اور نیکوکاروں میں سے ہو جاتا۔

اسی لئے زندگی میں صدقہ خیرات کرنا موت کے وقت صدقہ خیرات کرنے سے بہتر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَاَنْ يَّتَصَدَّقَ الْمَرْءُ فِيْ حَيٰوتِهٖ بِدِرْهَمٍ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَّتَصَدَّقَ بِمِائَةٍ عِنْدَ مَوْتِهٖ ۔

انسان کا اپنی زندگی میں ایک درم کا خرچ کرنا موت کے وقت سو درہم کے خرچ کرنے سے بہتر ہے۔

ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ کون سا صدقہ بہتر ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تندرستی اور زندگی کی حالت میں صدقہ کرنا سب سے بہتر ہے۔ موت کے وقت صدقہ، صدقہ ہی نہیں ہوتا ہے یعنی صدقہ کا ثواب نہیں ملتا ہے (بخاری)

آپ نے فرمایا کہ بخل سے بچتے رہو کیونکہ اسی نے پہلے لوگوں کو برباد کر دیا ہے (مسلم)

اور آپ نے فرمایا سخی اللہ سے قریب ہے اور جنت کے قریب ہے اور لوگوں سے بھی قریب ہے اور جہنم سے دور ہے اور بخیل اللہ سے دور ہے جنت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے اور جہنم کے قریب ہے اور جاہل سخی زیادہ پیارا ہے اللہ کے نزدیک اس عابد سے جو بخیل ہے (ترمذی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بخیل کامل مومن نہیں ہو سکتا۔ بخل ایک بدترین عادت ہے جس سے آپ ہر نماز کے بعد پناہ مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ دعائے ماثورہ یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ (مسلم)

اے اللہ میں عجز، سستی، بزدلی، بخل، بڑھاپے اور قبر کے عذاب سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

بعض لوگ جب غریب اور محتاج ہوتے ہیں تو مالدار ہونے کی بڑی بڑی دعائیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خدا اگر تو ہمیں مالدار کر دے تو ہم تیرے راستہ میں خوب خرچ کریں گے۔

Marfat.com

اور جب اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرما کر دولت مند کر دیتا ہے تو وہ سب عہد و اقرار بھول جاتے ہیں اور اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے بلکہ بخل کرتے ہیں۔ ایسے بخیلوں کی اللہ تعالیٰ نے بڑی مذمت بیان کی ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا۔

وَمِنْهُم مَّنْ عَاهَدَ اللَّهَ لَئِنْ آتَانَا مِن فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ فَلَمَّا آتَاهُم مِّن فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ ۝ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۝ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَأَنَّ اللَّهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝

(سورۃ توبہ)

ان میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے مال دے گا تو ہم صدقہ خیرات کریں گے اور نیک کاروں میں ہو جائیں گے جب اللہ نے اپنے فضل سے ان کو دیا تو اس میں بخل کرنے لگے اور ٹال مٹول کرنے لگے تو اس کی سزا میں اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا خدا سے ملنے کے دن تک کیونکہ انہوں نے اللہ سے کئے ہوئے وعدے کے خلاف کیا اور جھوٹ بولتے تھے کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ کو ان کے دل کا بھید اور ان کی سرگوشی سب معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ غیب کی تمام خبروں سے خبردار ہے۔

یہ آیت ثعلبہ بن حاطب کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس نے حضور سے درخواست کی تھی کہ میرے لئے مالداری کی دعا کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا تھوڑا جس کا شکر ادا ہو اس بات سے اچھا ہے جو اپنی طاقت سے زیادہ ہو۔ اس نے پھر دوبارہ آپ سے درخواست کی تو آپ نے پھر اسے سمجھایا کہ تو اپنا حال اللہ کے نبی جیسا پسند نہیں کرتا واللہ اگر میں چاہتا تو یہ پہاڑ سونے چاندی کے بن کر میرے ساتھ چلتے۔ اس نے کہا حضور! واللہ میرا ارادہ ہے کہ اگر مجھے اللہ مالدار کر دے تو میں بھی خوب سخاوت کی داد دوں۔ ہر ایک کو اس کا حق ادا کروں، آپ نے اس کے لئے مال کی برکت کی دعا کی۔ اس کی بکریوں میں اس قدر زیادتی ہوئی جیسے کیڑے مکوڑے بڑھ رہے ہوں یہاں تک کہ مدینہ شریف اس کے جانوروں کے لئے تنگ ہو گیا۔

یہ ایک میدان میں چل گیا۔ ظہر او عصر تو جماعت کے ساتھ ادا کرتا تھا باقی نمازیں جماعت کے ساتھ نہیں ملتی تھیں، جانوروں میں اور برکت ہوئی اس سے اور دور جانا پڑا۔ اب سوائے

Marfat.com

جمعہ کے سب جماعتیں اس سے چھوٹ گئیں. مال اور بڑھتا گیا آخر جمعہ میں بھی آنا چھوڑ دیا. آتے جاتے قافلوں سے پوچھ لیا کرتا تھا کہ جمعہ کے دن کیا بیان ہوا ؟ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حال دریافت کیا۔ لوگوں نے آپ سے سب کچھ بیان کیا. آپ نے اظہار افسوس کیا۔ ادھر آیت اتری کہ ان کے مال سے صدقہ لیجئے اور صدقہ کے احکام بیان ہوئے۔

آپ نے دو شخصوں کو جس میں ایک قبیلہ جہینہ کا تھا اور دوسرا قبیلہ سلیم کا. انہیں تحصیلدار بناکر صدقہ کے احکام لکھ کر پروانہ دے کر بھیجا. اور فرمایا کہ ثعلبہ سے اور فلاں بن سلیم سے صدقہ لے آؤ۔

یہ دونوں ثعلبہ کے پاس پہونچے. فرمان پیغمبر دکھایا صدقہ طلب کیا. تو وہ کہنے لگا. واہ واہ. یہ زکوٰۃ تو جزیہ کی طرح ہے. یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کافروں سے جزیہ لیا جاتا ہے یہ کیا بات ہے. خیر اس وقت جاؤ. واپسی میں آجانا. دوسرا شخص سلمی تھا اسے جب معلوم ہوا کہ زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے آنے ہیں تو اس نے اپنے بہترین جانور نکالے اور انہیں لے کر خود ہی آگے بڑھا تو انہوں نے ان جانوروں کو دیکھ کر کہا کہ نہ تو یہ ہمارے لینے کے لائق ہیں اور نہ تجھ پر ان کا دینا واجب ہے. اس نے کہا نہیں اپنی خوشی سے بہترین جانور دیتا ہوں آپ انہیں قبول فرمائیے۔ بالآخر انہوں نے لے لئے اوروں سے وصول کئے اور واپسی میں پھر ثعلبہ کے پاس آئے اس نے کہا. ذرا مجھے وہ پرچہ دکھاؤ جو تمہیں دیا گیا ہے. پڑھ کر کہنے لگا. بھئی یہ تو صاف صاف جزیہ ہے. کافروں پر ٹیکس مقرر کیا جاتا ہے۔ اچھا تم جاؤ میں سوچ سمجھ لوں. یہ واپس چلے گئے. انہیں دیکھتے ہی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے افسوس ظاہر کیا اور سلمی شخص کے لئے برکت کی دعا کی. اب انہوں نے بھی ثعلبہ اور سلمی کا واقعہ کہہ سنایا۔

پس اللہ جل و علا نے یہ آیت نازل فرمائی. ثعلبہ کے ایک قریبی رشتہ دار نے جب یہ سب کچھ سنا تو ثعلبہ سے جاکر کہا. یہ آیت بھی پڑھ کر سنائی. یہ آپ کے پاس آیا اور خواہش ظاہر کی کہ اس کا صدقہ قبول کیا جائے آپ نے فرمایا اللہ نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع فرمادیا ہے یہ اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا آپ نے فرمایا. یہ تو سب تیرا ہی کیا دھرا ہے. میں نے تجھ سے کہا تھا لیکن تو نہ مانا. یہ واپس اپنی جگہ چلا آیا۔

آنحضورؐ نے انتقال تک اس کی کوئی چیز قبول نہیں فرمائی پھر خلافت صدیقی میں آیا اور کہنے لگا کہ میری جو عزت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی وہ اور میرا جو مرتبہ انصار میں ہے آپ

Marfat.com

خوب جانتے ہیں۔ آپ میرا صدقہ قبول فرما لیجئے۔ آپ نے جواب دیا کہ جب رسول اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا تو میں کون ہوتا ہوں زکوۃ لینے والا۔ غرض آپ نے بھی انکار کر دیا۔ جب آپ کا انتقال ہوگیا اور امیر المومنین حضرت عمر مسلمانوں کے والی ہوئے تو ثعلبہ پھر آیا اور کہا امیر المومنین میرا صدقہ و زکوۃ قبول فرمائیے۔ آپ نے جواب دیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا اور خلیفہ اول نے قبول نہیں فرمایا تو میں کیسے قبول کر سکتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں اس کا صدقہ قبول نہیں فرمایا۔

پھر خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی تو یہ ازلی منافق پھر آیا اور منت سماجت کرنے لگا لیکن آپ نے بھی جواب دیا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں خلیفوں نے تیرا صدقہ قبول نہیں فرمایا تو میں کیسے قبول کروں۔ چنانچہ آپ نے قبول نہیں کیا۔ اسی اثنا میں یہ شخص ہلاک ہوگیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

الغرض پہلے اس نے وعدے کئے تھے سخاوت کے اور وہ بھی قسمیں کھا کھا کر اس کے بعد پھر گیا اور سخاوت کے عوض بخل کر گیا اور وعدہ شکنی کرلی۔ اسی جھوٹ اور وعدہ شکنی کے بدلے اس کے دل میں نفاق پیوست ہوگیا جو اس وقت سے لے کر اس کی پوری زندگی تک اس کے ساتھ رہا۔

حدیث میں بھی ہے کہ منافق کی تین علامتیں ہیں۔

"جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔ جب وعدہ کرے تو خلاف کرے۔ اور جب امانت سونپی جائے تو خیانت کرے۔"

کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ چھپے کھلے کا۔ دل کے ارادوں اور سینوں کے بھیدوں کا عالم ہے وہ پہلے ہی سے جانتا تھا کہ یہ خیالی بکواس ہے کہ مالدار ہوجائیں تو یوں خیرات کریں، یوں شکرگذاری کریں۔ یوں نیکیاں کریں۔ لیکن دلوں پر نظریں رکھنے والا خدا خوب جانتا ہے کہ یہ لوگ مال میں مست ہوجائیں گے اور دولت پاکر خرمستیاں، ناشکری اور بخل کرنے لگیں گے۔ اور وہ حاضر و غائب کا جاننے والا ہے۔ ظاہر و باطن اس پر روشن ہے۔

بخل کی سزا دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی ہے۔ دنیاوی سزا ذلت و خواری، رسوائی، بے برکتی اور تباہی ہے اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ — انسان کا یہ حال ہے کہ جب ان کو ان کا رب

Marfat.com

اِبْتَلٰهُ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ۝ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۝ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۝ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝

آزمائے اور عزت و نعمت دے تو کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے میرا اکرام کیا۔ اور جب اس کا امتحان لیتے ہوئے تنگی کردے تو کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے میری اہانت کی۔ ایسا ہرگز نہیں، بلکہ بات یہ ہے کہ تم یتیموں کی عزت نہیں کرتے اور مسکینوں کے کھلانے کی ایک دوسرے کو رغبت نہیں دیتے اور مردوں کی میراث کو سمیٹ سمیٹ کر کھاتے ہو۔ اور مال کو جی بھر کے عزیز رکھتے ہو جسکی آخری سزا دوزخ ہے۔

علامہ شیرازی نے کیا ہی خوب فرمایا ہے ؎

بخیل ار بود زاہد بحر و بر — بہشتی نباشد بحکم خبر

بخیل اگرچہ دریا اور جنگل کا یعنی تمام دنیا بھر کا عابد و زاہد ہو جائے تب بھی وہ بخل کی وجہ سے حدیث کے فیصلہ کے مطابق جنت میں نہیں جائے گا۔

بخیل ارچہ باشد توانگر بمال — بخواری چو مفلس خورد گوشمال

مال کی وجہ سے بخیل اگرچہ اقبال مند اور غنی ہو جائے لیکن مفلسوں کی طرح وہ بھی ذلت و خواری اٹھاتا ہے۔

سخیاں ز اموال بر می خورند — بخیلاں غم سیم و زر می خورند

سخی لوگ اپنے مال سے پھل فروٹ کھاتے ہیں اور بخیل روپے پیسے، چاندی، سونے کا غم کھاتے ہیں۔ یعنی ہمیشہ وہ روپیہ پیسہ جمع کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، نہ خود کھاتے ہیں اور نہ دوسروں کو کھلاتے ہیں بلکہ مرنے کے بعد اپنا مال غیروں کے لئے چھوڑ جاتے ہیں۔ دوسروں کی دنیا بنا جاتے اور اپنی آخرت برباد کر جاتے ہیں۔

سخاوت

سخاوت کے معنی حق والوں کو پورا دینا ہے اور اپنے کسی حق کو خوشی کے ساتھ دوسرے کے حوالے کر دینا۔ اس کو فیاضی بھی کہتے ہیں۔ اعلیٰ اور ادنیٰ کے اعتبار سے اس کی بہت سی قسمیں ہیں۔ مثلاً اپنا حق کسی کو معاف کر دینا۔ اپنی ضرورت کا خیال کئے بغیر جسم کی قوت کو خرچ کرنا اور اپنی

Marfat.com

جان کو خطرے میں ڈال کر دوسرے کے کام کو کر دینا وغیرہ جانی اور مالی فیاضی ہے اور اللہ کے نیک بندے بڑے فیاض اور سخی ہوتے ہیں۔

جو لوگ اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرتے ہیں۔ ان کے مال میں بڑی ترقی ہوتی ہے۔ ایک پیسے کے بدلے میں سو پیسے اور ایک روپیہ کے بدلے میں سو روپے۔ اور اس سے بھی زیادہ ثواب ملتا ہے۔ قرآن مجید کی ان آیتوں کو غور سے پڑھئے اور عمل کیجئے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ	ان لوگوں کی مثال جو اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں خرچ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ	کرتے ہیں ایک دانہ کی سی ہے جس سے سات بالیں
سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ	اگتی ہیں ہر بال میں سو دانے ہیں اور اللہ جس کے
حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ	لئے چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے۔ اور اللہ کشائش
وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (سورہ بقرہ)	والا سب جانتا ہے۔

جیسے ایک دانہ سے سیکڑوں دانے بن جاتے ہیں ایسے ہی نیکی کا بیج ثواب کے سیکڑوں دانے پیدا کر دیتا ہے خدا گنجائش اور کشائش والا ہے۔ اس کیلئے ایک کا سو بن جانا کچھ مشکل نہیں ہے۔ اور وہ جانتا بھی ہے کہ کس نے کتنی اچھی نیت سے دیا ہے۔

اس رکوع کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی جو خدا کی خوشنودی کے لئے اچھی نیت سے مال دیتے ہیں ایک اور مثال دی ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ	اور ان کی مثال جو اپنے مالوں کو اللہ کی راہ میں اس کی
ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ	خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور دل کی مضبوطی سے
اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا	دیتے ہیں، ایک باغ کی سی ہے جو کسی ٹیلہ پر ہو۔ اس
وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ	پر مینھ پڑا ہو تو اس نے اپنا پھل دونا دیا۔ اور اگر
فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ	مینھ نہ پڑا تو اوس ہی پڑی اور اللہ تمہارے
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (بقرہ)	کام کو دیکھتا ہے۔

اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنے سے اور سخاوت و فیاضی سے مال وغیرہ میں ترقی ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَالٍ	صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ اس میں برکت
وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا	ہوتی ہے اور مال بڑھتا ہے۔ اور کسی کا قصور

Marfat.com

وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ۔ (مسلم)

معاف کر دینے سے اللہ عزت کو بڑھا دیتا ہے اور جو کوئی تواضع اور خاکساری کرتا ہے تو اللہ اس کو بلند کر دیتا ہے۔

یعنی عاجزی اور تواضع سے خدا اس کو اونچا کر دیتا ہے۔

سخاوت کرنے والوں کے لئے فرشتے روزانہ دعائیں کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَا مِنْ يَوْمٍ يُصْبِحُ الْعِبَادُ فِيْهِ اِلَّا مَلَكَانِ يَنْزِلَانِ فَيَقُوْلُ اَحَدُهُمَا اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَيَقُوْلُ الْاٰخَرُ اَللّٰهُمَّ اَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا (بخاری)

روزانہ دو فرشتے اترتے ہیں اور دونوں میں سے ایک سخی کے لئے یہ دعا کرتا ہے کہ خدایا خرچ کرنے والے سخی کے مال میں برکت دے اور اس کے خرچ کا بدلہ دے اور دوسرا کہتا ہے کہ خدایا بخیل کے مال میں نقصان پہنچا دے اور اس کو برباد کر دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلسَّخِيُّ قَرِيْبٌ مِّنَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ قَرِيْبٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِيْدٌ مِّنَ النَّارِ وَالْبَخِيْلُ بَعِيْدٌ مِّنَ اللّٰهِ بَعِيْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ بَعِيْدٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِيْبٌ مِّنَ النَّارِ وَلَجَاهِلٌ سَخِيٌّ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ عَابِدٍ بَخِيْلٍ (ترمذی)

سخی آدمی اللہ سے قریب ہے جنت سے قریب ہے لوگوں سے قریب ہے دوزخ سے دور ہے اور بخیل آدمی اللہ سے دور ہے، جنت سے دور ہے لوگوں سے دور ہے۔ دوزخ کے قریب ہے اور جاہل سخی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے عبادت گذار بخیل سے۔

ایک دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا۔

"سخاوت جنت میں ایک درخت ہے جو سخی ہوگا وہ اس درخت کی شاخ کو پکڑے گا اور وہ شاخ اس وقت تک اس کو نہ چھوڑے گی جب تک کہ اس کو جنت میں داخل نہ کرا دے اور بخل جہنم میں ایک درخت ہے جو بخیل ہوگا وہ اس کی ایک ڈالی کو پکڑے گا اور وہ ڈالی اس کو اس وقت تک نہ چھوڑے گی جب تک اسے جہنم میں داخل نہ کر دے۔

تو آیت کریمہ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ الآیۃ سے بخل کی طرف کنایہ ہے اور وَلَا تَبْسُطْهَا سے سخاوت کی طرف ہے۔ خلاصہ مطلب یہ ہے یعنی سب الزام دیں کہ کنجوس مکھی چوس ہے یا کہ اتنا

کیوں دیا کہ آپ محتاج رہ گیا۔ غرض ہر معاملہ میں توسط و اعتدال پر عمل کرنا چاہئے۔ نہ ہاتھ اس قدر کھینچے کہ گردن تک لگ جائے اور نہ طاقت سے بڑھ کر خرچ کرے کہ پھر بھیک مانگنے کی نوبت آجائے۔

ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: فَتُعْطِیْ فَوْقَ طَاقَتِكَ وَتُخْرِجَ اَكْثَرَ مِنْ دَخْلِكَ۔ یعنی طاقت سے بڑھ کر یا آمدنی سے زائد خرچ کرنا بھی وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ کے تحت میں داخل ہے۔ حدیث میں ہے: مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ جس نے میانہ روی اختیار کی وہ محتاج نہیں ہوا۔

تمہارے ہاتھ روکنے سے تم غنی اور دوسرا فقیر نہیں ہو جاتا اور نہ تمہاری سخاوت سے وہ غنی اور تم فقیر بن سکتے ہو۔ فقیر و غنی بنانا اور روزی کا کم و بیش کرنا محض خدا کے قبضہ میں ہے۔ اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کہ افسوس آج ہمارے پاس نہیں ہے۔ یہ فقیر جو امید لے کر آیا تھا کیا کہے گا۔ فقر و غنا کے مختلف حالات سے دوچار کرنا اسی مالک علی الاطلاق کے قبضہ میں ہے ہمارا کام میانہ روی سے امتثال حکم کرنا ہے۔

حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"محتاج کو دیکھ کر بالکل بیتاب نہ ہو جاؤ اس کی حاجت روائی تیرے ذمہ نہیں بلکہ خدا کے ذمہ ہے۔ یہ باتیں پیغمبر علیہ السلام سے فرمائی ہیں جو بیحد سخی واقع ہوئے تھے باقی جس کے جی مال نہ نکل سکے اس کو دینے کا پابند کیا ہے۔"

إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۔ اھ

یقیناً تمہارا پروردگار جس کے لئے چاہتا ہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے وہ اپنے بندوں کی خبر رکھنے والا اور دیکھ بھال کرنے والا ہے

دوسری آیت میں یہ فرمایا ہے۔

اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ ۖ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ ۖ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ

اے اللہ ملک کے مالک تو ہی بادشاہی دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہی چھین لیتا ہے اور جس کو تو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو تو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے تو ہی ہر چیز پر قادر ہے رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں اور تو ہی زندہ

الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ (سورہ آل عمران)

کو مردہ سے نکالتا اور مردہ کو زندہ سے اور جس کو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔

کشادہ روزی کی ایک مثال

جو لوگ خدا اور رسول کی خاطر اپنے وطن، مال و دولت اور خویش و اقارب کو چھوڑ کر ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے تھے تو ان کا کل سرمایہ وہی تھا جو ان کے جسم پر رہ گیا تھا یعنی استعمال کے کپڑے نہایت غربت اور تنگ دستی کے ساتھ رہنے سہنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کی دلجوئی کے واسطے انصار کے ساتھ مواخات کے رشتہ میں منسلک فرما دیا ان میں سے ایک صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت سعد بن ربیع انصاری سے بھائی چارہ کرا دیا۔ وہ انصار میں سب سے زیادہ فیاض طبع اور مالدار تھے، کہنے لگے میں اپنا نصف مال و منال تم کو بانٹ دیتا ہوں۔ اور میری دو بیویاں ہیں، ان کو دیکھ لو۔ جو پسند آئے اس کا نام بتاؤ میں طلاق دے دوں گا۔ عدت گذارنے کے بعد تم نکاح کر لینا۔ لیکن حضرت عبدالرحمٰن کی غیرت نے گوارہ نہ کیا۔ جواب دیا خدا تمہارے مال و منال اور اہل و عیال میں برکت دے۔ مجھے صرف بازار دکھا دو، لوگوں نے بنی قینقاع کے بازار میں پہنچا دیا۔ وہاں سے واپس آئے تو کچھ گھی اور پنیر وغیرہ بچا لائے، دوسرے روز سے باقاعدہ تجارت شروع کر دی یہاں تک کہ چند دنوں کے بعد بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو جسم پر مراسم شادی کی علامتیں موجود تھیں۔ استفسار ہوا "یہ کیا ہے؟" عرض کیا، ایک انصاریہ سے شادی کر لی ہے۔ سوال ہوا، مہر کس قدر ادا کیا۔ عرض کیا، ایک کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا، حکم ہوا "پھر ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی سہی" (بخاری)

یہی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ پنیر بیچنے والے لکھ پتی اور کروڑ پتی بن گئے۔ ان کی روزی میں اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت اور کشادگی عطا فرمائی۔ اصابہ اسد الغابہ میں ان کا یہ واقعہ مرقوم ہے کہ۔

ایک دفعہ ان کا تجارتی قافلہ مدینہ واپس آیا تو ان میں سات سو اونٹوں پر صرف گیہوں آٹا اور دوسری اشیائے خوردنی لدی تھیں۔ اس عظیم الشان قافلہ کا تمام مدینہ میں غل مچ گیا حضرت عائشہؓ نے سنا تو فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سے سنا ہے کہ عبدالرحمٰن جنت میں رینگتے ہوئے جائیں گے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے ام المومنین کی خدمت

Marfat.com

میں حاضر ہو کر عرض کیا: میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ یہ پورا قافلہ مع اسباب و سامان بلکہ اونٹ اور کجاوہ تک راہ خدا میں وقف ہے۔

صحابہ کرام کی دولت ذاتی راحت و آسائش کے لئے نہ تھی۔ بلکہ جو جس قدر زیادہ دولتمند تھا اسی قدر اس کا دست کرم زیادہ کشادہ تھا۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ کا سلسلہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے شروع ہو چکا تھا اور آپ نے وقتاً فوقتاً قومی و مذہبی ضروریات کے لئے گراں قدر رقمیں پیش کیں۔

جب سورۂ براءت نازل ہوئی اور صحابہ کو صدقہ و خیرات کی ترغیب دی گئی تو حضرت عبدالرحمن نے اپنا نصف مال یعنی چار ہزار درہم پیش کئے۔ پھر دو دفعہ چالیس چالیس ہزار دینار وقف کئے۔ اسی طرح جہاد کے لئے پانچ سو گھوڑے اور پانچ سو اونٹ حاضر کئے۔ (اسد الغابہ)

عام صدقات و خیرات کا یہ حال تھا کہ ایک ہی دن میں تیس تیس غلام آزاد کر دیتے تھے ایک دفعہ انہوں نے اپنی ایک زمین چالیس ہزار دینار میں حضرت عثمان کے ہاتھ فروخت کی اور سب راہ خدا میں لٹا دیا۔ (طبقات ابن سعد)

لیکن اس فیاضی کے باوجود ہر وقت یہ فکر دامن گیر رہتی تھی کہ کہیں اس قدر تمول آخرت کے لئے موجب نقصان نہ ہو۔ ایک دفعہ ام المومنین حضرت ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: "اماں، مجھے خوف ہے کہ کثرت مال مجھے ہلاک کر دے گی"۔ ارشاد ہوا، "بیٹا! راہ خدا میں صرف کرو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میرے بعض اصحاب ایسے ہیں کہ مفارقت کے بعد انہیں میرا دیدار نصیب ہوگا"۔ (استیعاب)

غرض فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ کا سلسلہ آخری لمحہ حیات تک قائم رہا۔ بوقت وفات بھی پچاس ہزار دینار اور ایک ہزار گھوڑے راہ خدا میں وقف کئے۔ نیز بدر میں جو صحابہ شریک ہوئے تھے اور اس وقت تک زندہ موجود تھے ان میں سے ہر ایک کے لئے چار چار سو دینار کی وصیت کی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس وقت ایک سو اصحاب بدر بقید حیات تھے اور سب نے نہایت خوشی کے ساتھ اس وصیت سے فائدہ اٹھایا یہاں تک کہ حضرت عثمان نے بھی حصہ لیا۔ (اسد الغابہ)

امہات المومنین کے لئے بھی ایک باغ کی وصیت کی جو چار لاکھ درہم میں فروخت ہوا نیز اس سے پہلے مختلف مواقع پر بڑی بڑی رقمیں پیش کیں۔ ایک دفعہ ایک جائداد پیش کی

Marfat.com

جو چالیس ہزار دینار میں فروخت ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے صاحبزادے ابوسلمہ سے اکثر بطریق شکر و دعا فرمایا کرتی تھیں: خدا تمہارے باپ کو سلسبیل جنت سے سیراب کرے (ترمذی)

حضرت عبدالرحمن بن عوف کے کاروبار میں خدا نے غیر معمولی برکت دی تھی وہ خود فرماتے ہیں کہ اگر میں پتھر بھی اٹھاتا تو اس کے نیچے سونا نکل آتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس قدر فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ کے باوجود وہ اپنے وارثوں کے لئے نہایت وافر دولت چھوڑ گئے یہاں تک کہ چاروں بیویوں نے جائیداد متروکہ کے صرف آٹھویں حصہ سے اسی اسی ہزار دینار پائے سونے کی اینٹیں اتنی بڑی بڑی تھیں کہ کلہاڑی سے کاٹ کاٹ کر تقسیم کی گئیں اور کاٹنے والوں کے ہاتھوں میں آبلے پڑ گئے جائیداد غیر منقولہ نقدی کے علاوہ ایک ہزار اونٹ سو گھوڑے اور تین ہزار بکریاں چھوڑیں۔ (اسد الغابہ)

اسی طرح حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت عابد و زاہد اور درویش صفت انسان تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی روزی میں اتنی برکت اور کشادگی عطا فرمائی کہ ان کے انتقال کے بعد بائیس لاکھ قرض ادا کرنے کے بعد بھی پانچ کروڑ بانوے ۹۲ لاکھ کی مالیت تھی (بخاری) سچ ہے:

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۝ (سورہ طلاق)	اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ اس کے لئے کوئی نہ کوئی راستہ بنا ہی دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا گمان بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اور بھی بسط رزق کی بہت سی مثالیں ہیں۔ آج شامت اعمال کی بنا پر روزی میں تنگی ہوتی جاتی ہے۔ دنیا میں اس کی بھی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں کہ جو کبھی تخت و تاج کے مالک تھے۔ وہ دست نگر ہو گئے۔ اور موجودہ زمانہ میں بھی اس قسم کے واقعات ہیں۔

Marfat.com

اولاد کشی

بسطِ رزق کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا۔

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ	تم اپنے بچوں کو مفلسی کے خوف سے مت مارو
إِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ	ہم ان کو اور تم کو روزی دیتے ہیں بے شک ان کا قتل
إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا ؕ	کرنا بہت بڑا گناہ ہے

یہ اولاد کشی جانوروں میں بھی نہیں ہے بلکہ وہ بھی اپنے بچوں سے پیار و محبت اور شفقت کرتے ہیں، چونچ سے چارہ چگاتے ہیں دودھ وغیرہ پلا کر پرورش کرتے ہیں لیکن انسان باوجود اشرف المخلوق ہونے کے جانوروں سے بھی زیادہ بہیمیت اور سبعیت میں آگے بڑھ گیا ہے کبھی دنیاوی شرم و عار کی وجہ سے اولاد کشی کرتا اور کبھی کھلانے اور پالنے پوسنے کے خوف سے مار ڈالتا تھا۔

اسلام نے جہاں دیگر مکارمِ اخلاق کی تعلیم دی ہے ان میں سے اولاد کشی کے انسداد کی بھی سخت بندش کی ہے۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ اس کی تاکید آئی ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ تم اپنے بچوں کو قتل نہ کرو اور نہ زندہ درگور کرو۔ ہم ہی سب کے لئے روزی رساں ہیں۔

جاہلیت کے زمانہ میں اس وحشیانہ حرکت کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے اور جب کسی کے ہاں لڑکی کی پیدائش کی خبر دی جاتی تو اس کو باعث عار و شرم سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی سفاہت و حماقت کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ	اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی پیدائش کی خبر دی
ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ	جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل ہی
يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا	دل میں گھٹنے لگتا ہے اس بری خبر کی وجہ سے جو اس کو
بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ	دی گئی ہے اور لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے سوچتا
فِي التُّرَابِ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ٥	ہے کہ اس ذلت کو لئے ہی رہے یا اس کو مٹی میں دبا دے

Marfat.com

(نحل) خبردار رہو، بہت ہی بُرا فیصلہ کر رہے ہیں۔

بہت سے ایسے دردناک واقعات ہیں کہ ان انسانی قصائیوں کے ہاتھوں سیکڑوں لڑکیاں ذبح کی گئیں اور ہزاروں زندہ درگور کی گئیں۔ آپ نمونے کے طور پر دو ایک واقعات سنئے۔

عرب کا ایک مشہور سردار قیس جس وقت دربار نبوی میں حاضر ہوا تو اپنی زندگی کے نمایاں کارنامے بیان کرتے ہوئے اس نے یہ بھی بیان کیا کہ میرے یہاں ایک بچی جب کہ میں سفر میں تھا، میری بیوی نے خوف کی وجہ سے اپنی بہن کے یہاں پرورش کے لئے بھیج دیا۔ جب میں واپس آیا تو مجھ سے کہہ دیا کہ ایک مرا ہوا بچہ پیدا ہوا تھا۔ زمانہ گذرتا گیا لڑکی پرورش پاتی رہی اور پتہ ہی نہیں چلا۔

ایک دن جب کہ میں گھر سے باہر گیا تھا وہ لڑکی اپنی ماں سے ملنے آئی۔ اتفاقاً اس کی موجودگی میں میں بھی گھر واپس آ گیا جیسے ہی میں نے ایک مہذب لڑکی دیکھی تو اپنی بیوی سے دریافت کیا یہ کس کی بچی ہے؟ میرے اس سوال سے اگرچہ بیوی گھبرا گئی لیکن میری نگاہوں سے خیال کیا کہ خون کے رشتہ نے مجھ پہ اثر کیا اور اس سے محبت کروں گا۔ چنانچہ واقعہ ظاہر کر دیا۔ اس وقت مجھ پر بھی محبت پدری نے ایسا غلبہ کیا کہ اس بچی پہ رحم آ گیا اور بیوی سے کہہ دیا کہ اس کی پرورش کرو۔

ایک دن میری غیرت کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ بنی سجی لڑکی کو دعوت کے بہانے جنگل میں لے گیا اور گڑھا کھودنا شروع کیا۔ جب میں گڑھا کھود رہا تھا تو میرے کپڑوں پہ اچھل کر مٹی پڑتی تو وہ دفورِ محبت میں اس کو برداشت نہ کرتے ہوئے اپنے دونوں ننھے ننھے ہاتھوں سے میرے کپڑوں کو جھاڑتی اور میری قلبی شقاوت کا یہ عالم تھا کہ اس کا مجھ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ گڑھے میں بچی کو کھڑا کر کے اس پر مٹی ڈالنی شروع کر دی۔

لڑکی اپنی پیاری زبان سے لڑکھڑاتے ہوئے الفاظ میں کہہ رہی تھی" اباجان! یہ تم کیا کر رہے ہو! تم پر قسم ہے بتاؤ یہ کیا کر رہے ہو، کیا مجھ کو تنہا چھوڑ کر چلے جاؤ گے"۔ اس کی درد بھری آواز سے زمین شق ہو جاتی، فولاد پانی ہو جاتا۔ پہاڑ پھٹ جاتا۔ انسانی دل کا تو کہنا ہی کیا تھا۔ مگر میں دیوانہ وار اپنے کام میں مشغول تھا۔ اس کو زندہ دبایا اور چلا مگر اس کے بعد معلوم ہوا کہ دل کے اس معصوم ٹکڑے کی فریاد نے ایسا زخم کر دیا تھا جو آج تک نہ بھرا۔ اس کی یاد اب بھی نمک پاشی کرتی رہتی ہے۔

سرور دو عالم، رحمت مجسم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس کی زبانی اس

Marfat.com

کی شقاوت قلبی اور معصوم و مظلوم بچی کی یہ درد بھری کہانی سنی تو دل بھر آیا۔ آنکھیں پرنم ہو گئیں اور زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری ہو گئے۔

وَاللهِ اِنَّ ذٰلِكَ لَقَسْوَةٌ	یہ بڑی سخت دلی ہے۔
مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ لَا يُرْحَمْ	جو رحم نہ کرے اس پر رحم نہ کیا جائے گا۔

(اسلام اور عورت ص۱۱۱)

اسی طرح مسند دارمی میں ایک صاحب کا واقعہ مذکور ہے کہ انہوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بچی کو اپنے ہاتھ کنوئیں میں پھینک دینے کا واقعہ بیان کیا اور وہ اے میرے ابا۔ اے میرے ابا کی صدائیں لگا رہی تھی اور یہ اس کی آوازیں سنتے سنتے وہاں سے رفوچکر ہو گئے۔

البدایہ والنہایہ کی ایک حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک صاحب نے رسول اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی آٹھ لڑکیوں کا زندہ درگور کرنا بیان کیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ (انفطار)	ڈرو اس احکم الحاکمین سے جب قیامت کے دن سوال کرے گا کہ بچیوں کو کس گناہ اور جرم میں قتل کیا تھا۔

بار رقرابت کی اس ردی اور ذلیل جنس کا مذکورہ احکام و فرامین سے تحفظ فرما کر محبت، رواداری، خوش معاملگی، تربیت اور ترحم کا بھی درس دیا اور ترغیب دے کر اس کی عزت کو چار چاند لگا دیئے۔ چنانچہ فرمایا گیا۔

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ (نساء)	اور چاہئے کہ ڈریں وہ لوگ اللہ سے کہ اگر اپنے پیچھے اولاد ضعیف چھوڑ جائیں اور ان کے بارے میں خطرہ رکھتے ہوں کہ ہمارے بعد ان پر کیا گذرے گی۔ اور کہیں بات سیدھی اور مناسب۔

یعنی یہ نہیں کہ صرف اپنی لڑکی کے ساتھ ہی محبت و شفقت کا برتاؤ ہو۔ بلکہ ہر ایک بچے کے ساتھ یہی طریقہ ہونا چاہئے اور خصوصاً ان لوگوں کو اس کا زیادہ اہتمام کرنا چاہئے جن کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں کہ اگر وہ خود مر جائیں تو کل ان کے بچے بچیوں کے ساتھ کیا برتاؤ ہوگا اور کیا گذرے گی۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَکْرَهُوا الْبَنَاتِ فَاِنِّی اَبُو الْبَنَاتِ (شرح شرعۃ الاسلام)

لڑکیوں کو برا نہ سمجھو میں لڑکیوں کا باپ ہوں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَتْ لَہٗ اُنْثٰی فَلَمْ یَئِدْھَا وَلَمْ یُھِنْھَا وَلَمْ یُؤْثِرْ وَلَدَہٗ عَلَیْھَا یَعْنِی الذُّکُوْرَ اَدْخَلَہُ اللّٰہُ الْجَنَّۃَ (ابوداود)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی ایک بیٹی ہو اور اس نے اس کو زندہ درگور نہ کیا اور نہ ذلیل وحقیر بنا رکھا اور نہ اس پر لڑکے کو ترجیح دی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

حضرت انس روایت کرتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ عَالَ جَارِیَتَیْنِ حَتّٰی تَبْلُغَا جَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَنَا وَھُوَ ھٰکَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَہٗ (رواہ مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی پرورش کرے دو بیٹیوں کو یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائیں یا اپنے خاوند کے پاس رخصت ہو جائیں۔ وہ شخص قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ میں اور وہ ایک ساتھ ہوں گے جس طرح یہ دونوں انگلیاں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت میرے پاس آئی اس کے ساتھ اس کی دو لڑکیاں بھی تھیں اس نے مجھ سے سوال کیا اس وقت میرے پاس صرف ایک کھجور تھی میں نے اٹھا کر اسے دے دی اس نے وہ کھجور اپنی دونوں لڑکیوں میں بانٹ دی اور خود نہیں کھائی اور کھڑی ہو کر چلی گئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے یہ واقعہ ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا۔

مَنِ ابْتُلِیَ مِنْ ھٰذِہِ الْبَنَاتِ بِشَیْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَیْھِنَّ کُنَّ لَہٗ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ (بخاری ومسلم)

جو شخص ان لڑکیوں کی پریشانی میں مبتلا ہو جائے، ان کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرے تو یہ لڑکیاں جہنم کے لئے پردہ اور روک بن جائیں گی۔

اور آپ نے دوسرے موقع پر فرمایا۔

لَا تَکْرَھُوا الْبَنَاتِ فَاِنَّھُنَّ الْمُؤْنِسَاتُ الْغَالِیَاتُ (کنز العمال)

لڑکیوں کو برا مت سمجھو کیونکہ یہ مونس اور غم خوار ہیں۔

اور آپ نے فرمایا۔

Marfat.com

مَنْ زَوَّجَ بِنْتَ تَوَّجَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ	جس نے لڑکی کی شادی کر دی قیامت کے دن اللہ
تَاجَ الْمُلْكِ (کنز العمال)	اس کو بادشاہت کا تاج پہنائے گا۔
اَلْبَنَاتُ هُنَّ الْمُشْفِقَاتُ الْمُجَهِّزَاتُ	لڑکیاں شفقت والیاں اور برکت والیاں ہیں۔
الْمُبَارَكَاتُ (کنز العمال)	

کنز العمال اور دیگر کتابوں میں لڑکیوں اور بہنوں کی تعلیم و تربیت وغیرہ کے سلسلے میں بہت سی حدیثیں ہیں۔ ان سب کا خلاصہ یہی ہے کہ لڑکیوں کے پالنے پوسنے والے جنتی ہیں۔ اور یہ لڑکیاں خیر و برکت کا سبب ہیں۔ نسل انسانی کی بقا ان ہی لڑکیوں کی وجہ سے ہے۔ یہ بھی اللہ کی پیدا کی ہوئی بہترین مخلوق ہیں۔

اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے
يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا	ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ہے بیٹیاں دیتا ہے
وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ	اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عنایت فرماتا ہے اور
ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ	جس کو چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے وہ بڑے علم
عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ (الشوریٰ)	اور کامل قدرت والا ہے۔

یعنی لڑکا اور لڑکی دونوں خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے پر ترجیح دینا کچھ اچھی بات نہیں ہے۔ اس آیت کریمہ میں لڑکیوں کا ذکر پہلے آیا ہے جس سے عورتوں کی اہمیت زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔

ایک دوسری آیت میں دونوں کا برابر ذکر آیا ہے کہ سب کو ایک نفس سے پیدا کیا ہے اور اسی نفس سے مردوں اور عورتوں کو پیدا کیا ہے۔ دونوں ایک ماں باپ کی اولاد ہیں اس لئے دونوں کا درجہ اپنی جگہ قائم ہے۔ فائدے میں دونوں برابر ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ	اے لوگو ڈرو اپنے رب سے جس نے تم کو ایک
الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ	جان سے پیدا کیا اس سے اس کا جوڑا بنایا اور ان
وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا	پھیلا دئے بہت سے جوڑے مرد اور عورتیں اور
رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ	ڈرتے رہو اللہ سے جس سے تم مانگتے ہو اور
الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ	رشتہ داریوں کا خیال رکھو بے شک اللہ تعالیٰ

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا ۔ (نساء) تمہاری دیکھ بھال کرنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں مردوں اور عورتوں کے مساویانہ اور برابر حقوق بتائے گئے ہیں۔ اور نفس انسانی کے پیدا کرنے اور پھیلانے میں یکساں ہے۔ البتہ مرد بعض اعتبار سے عورتوں پر فضیلت رکھتا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (سورہ بقرہ)

جس طرح مردوں کا حق عورتوں پر ہے اسی طرح دستور کے مطابق عورتوں کا مردوں پر بھی حق ہے۔ اور مردوں کا مرتبہ عورتوں سے زیادہ ہے۔ اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں اسی طرح حسن سلوک، احسان اور خوبی معاشرت کے حقوق عورتوں کے بھی مردوں پر ہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ عورتوں کے حقوق سلب کر لئے جائیں حقوق دونوں کے برابر ہیں۔ تفاوت صرف کیفیت حقوق میں ہے لیکن اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ اگر عورت اور مرد کے حق مساویانہ ایک دوسرے پر ہیں تو عورتیں مطلق العنان، خود مختار شتر بے مہار ہو جائیں اور ہر وقت شوہر سے اختلاف رائے اور لڑنے جھگڑنے کے لئے تیار رہیں، آزادی کامل یا مظاہرہ بیحیائی کا مطالبہ کریں۔ کیونکہ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ مردوں کو بھی ایک مخصوص فوقیت حاصل ہے۔ اعضا قوی ہیں ہر قسم کی محنت برداشت کر سکتے ہیں۔ عقل میں نقصان نہیں۔ تدبر، مآل اندیشی اور جفاکشی میں ان کو امتیازی درجہ حاصل ہے۔

عورتیں عموماً کوتاہ ہیں، نازک اندام، کم قوت اور ناقص العقل ہوتی ہیں۔ مرد عموماً امور مذکورہ کے اعتبار سے افضل ہیں اب اگر کوئی خاص عورت امور مذکورہ میں مردوں سے زیادہ افضل یا ان کے مساوی ہو جائے تو کلیہ کا حکم نہیں ٹوٹتا۔ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ خدا تعالیٰ غالب ہے اور حکمت والا ہے۔ اس نے اپنی حکمت سے مردوں اور عورتوں میں یہ تفاوت جسمی اور عقلی اور اختلاف فرائض صنفی کے ساتھ پیدا کیا۔ مردوں کے فرائض علیحدہ بنائے اور ان کے اعضا بھی ویسے ہی بنائے عورتوں کے فرائض جدا مقرر کئے اور ویسے ہی خلقت اعضا ان کو عنایت کی، مردوں اور عورتوں کو مساویانہ حقوق دئے۔ پھر اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کے لئے اور نظم عالم برقرار رکھنے کے لئے مرد کو بعض امور میں عورتوں پر فضیلت عطا فرمائی اور درجہ بڑھایا۔ حق تلفی کی اجازت نہیں دی گئی کہ قوی اور مضبوط ہونے کی وجہ سے کمزور کو ستائے یا ان کے حقوق کو غصب کرے

بلکہ عدل وانصاف کرے۔

ہرحال دنیا میں دونوں کا وجود ضروری ہے اور یہی دونوں دنیا کی زیب وزینت ہیں، نہ صرف مردوں ہی سے دنیا باقی رہ سکتی ہے نہ صرف عورتوں ہی سے۔ اگر سب لڑکیوں اور عورتوں کو مار ڈالا جائے تو مردوں کا وجود بھی ختم ہو جائے گا۔ یہ انسانی گاڑی مردوں عورتوں کے دونوں پہیوں سے چلتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۔	اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کے خوف سے نہ مار ڈالو ہم ہی ہیں جو ان کو روزی اور تم کو روزی دیتے ہیں۔ ان کا مار ڈالنا بلاشبہ بڑا گناہ ہے۔

(بنی اسرائیل)

قتل اولاد کے جرم کو اتنی اہمیت دی گئی کہ اس کی ممانعت کو شرک کی ممانعت کے پہلو بہ پہلو جگہ دی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم ہوا ہے کہ ان عربوں کو جنہوں نے اپنی طرف سے بہت سی چیزیں حرام کر لی ہیں بتا دو کہ اصلی چیزیں انسان پر کیا حرام ہیں۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۔	کہہ دیجئے اے پیغمبر! آؤ میں پڑھ کر سناؤں کہ تمہارے پروردگار نے تم پر کیا حرام کیا ہے۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور مفلسی کے ڈر سے اپنے بچوں کو نہ مار ڈالو ہم تم کو اور ان کو دونوں کو روزی دیتے ہیں۔

موجودہ زمانہ میں بھی املاق یعنی محتاجی کے خوف سے برتھ کنٹرول پر زور دیا جا رہا ہے۔ برتھ کنٹرول بھی اولاد کشی میں داخل ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہم ہی سب کو روزی پہنچاتے ہیں تم کو بھی اور تمہاری اولاد کو بھی۔ پھر تم فقر و فاقہ کے ڈر سے کیوں ایسی حرکت کرتے ہو جو شرعی اور اخلاقی حیثیت سے جرم عظیم ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ:

ایک دفعہ ایک صحابی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! سب سے بڑا گناہ کیا ہے آپ نے فرمایا: شرک۔ سوال کیا اس کے بعد؟ فرمایا والدین کی نافرمانی۔ پھر عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا کہ تم اپنی اولاد کو اس ڈر سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی۔

Marfat.com

یہ حقیقت میں آیت بالا کی تفسیر ہے۔ ان ہی تعلیمات نبوت کے اس پر توفیض نے دلوں میں یہ بٹھا دیا کہ رازق خدا ہے۔ اسی کے ہاتھ میں رزق کی کنجی ہے ہر بچہ اپنے رزق کا سامان لے کر آتا ہے۔

اس ایمان ویقین نے اس جرم کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا ہے اور عرب کی سرزمین اس وقت سے ہمیشہ کے لئے پاک ہو گئی۔

برتھ کنٹرول بھی ایک قسم کی اولاد کشی اور زندہ درگور کرنا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَاِذَا الْمَوْءُ وْدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝ — اور جب زندہ درگور سے پوچھا جائے گا کہ کس گناہ کی وجہ سے زندہ درگور کی گئی۔

مسند احمد میں ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل کے بارے میں دریافت کیا یعنی بروقت نطفہ باہر ڈال کر ضائع کر دینا تاکہ حمل نہ ٹھہرے، یہ کیسا ہے تو آپ نے فرمایا یہ وادخفی ہے یعنی پوشیدگی سے اولاد کو مار ڈالنا ہے۔ برتھ کنٹرول میں یہی ہوتا ہے کہ نطفہ کو غیر محل میں پھینک کر ضائع کیا جاتا ہے رحم میں جانے نہیں پاتا۔ برتھ کنٹرول اور عزل کا ایک ہی حکم ہے۔ برتھ کنٹرول اور ضبط ولادت اگر جائز ہوتا تو خصی ہونے کی اجازت دی جاتی حالانکہ انسانوں کو خصی ہونے سے ممانعت آئی ہے اور زیادہ سے زیادہ بچہ پیدا کرنے کی ترغیب آئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ۔ (نسائی۔ ابوداؤد) — تم زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچہ جننے والی عورتوں سے شادی کیا کرو۔ کیونکہ قیامت کے روز میں اپنی امت کی زیادتی ہونے کی وجہ سے دوسروں پر فخر کروں گا۔

برتھ کنٹرول میں یہ مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حکم دیا کہ لوگوں میں اعلان کر دیں کہ بچوں اور بچیوں کو نہ قتل کیا کریں خواہ اس کی کوئی بھی صورت ہو ان کی پرورش کرو صحیح تعلیم وتربیت دو تاکہ وہ تمہاری آنکھوں کے لئے ٹھنڈک اور دلوں کے لئے باعث فرحت بنیں۔ اور یہ دعا کرتے رہو۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا — اے ہمارے پروردگار! ہماری بیویوں اور

وَذُرِّيَّتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ — ہماری اولاد سے ہم کو آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔

اور آخر میں وہ زمانہ آیا کہ بدوی شاعر کو طنزاً کہنا پڑا۔ ع

غَدَا النَّاسُ مُذْ قَامَ النَّبِيُّ الْجَوَارِيَا۔

پیغمبر کی بعثت کے بعد تو یہ کثرت ہے کہ سب لڑکیاں ہی لڑکیاں ہو گئے۔

زناکاری و بدکاری!

اخلاق فاضلہ اور اوصاف حمیدہ میں سے بہت بڑی خصلت اور عادت یہ ہے کہ ہر قسم کے مخرب اخلاق سے پاک وصاف ہو اور اس سے بچے خصوصاً جس کا تعلق صحیح نسل انسانی کے ساتھ وابستہ ہو جیسا کہ زنا و بدکاری وغیرہ اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا ۝ — زنا کے قریب بھی مت جانا چونکہ یہ بڑی بے شرمی اور بری بات ہے۔

شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ یہی ہے۔ ابن ابی الدنیا میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شرک کے بعد کوئی گناہ زنا سے بڑھ کر نہیں ہے کہ آدمی اپنا نطفہ کسی ایسے رحم میں ڈالے جو اس کے لئے حلال نہیں ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں "لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى" کے تحت مسند احمد کے حوالہ سے یہ حدیث ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ایک نوجوان نے زنا کاری کی اجازت آپ سے چاہی۔ لوگ اس پر جھک پڑے کہ چپ رہ کیا کہہ رہا ہے آپ نے اس کو اپنے قریب بلا کر فرمایا بیٹھ جا، جب وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا کیا تو اس کام کو اپنی ماں کے لئے پسند کرتا ہے اس نے تاکید سے انکار کیا، آپ نے فرمایا اسی طرح کوئی دوسرا بھی اپنی ماں کے لئے پسند نہیں کرتا۔ پھر آپ نے پوچھا کیا تو اس کام کو اپنی بیٹی کے لئے پسند کرتا ہے؟ اس نے اسی طرح تاکید کے ساتھ انکار کیا۔ آپ نے فرمایا ٹھیک اسی طرح کوئی بھی اپنی بیٹیوں کے لئے نہیں پسند کرتا۔ اچھا اپنی بہن کے لئے؟ اسی طرح پھر اس نے انکار کیا، آپ نے فرمایا دوسرے لوگ بھی اپنی بہن کے لئے اس کو مکروہ سمجھتے ہیں۔ بتا کیا تو چاہے گا کہ کوئی تیری پھوپھی سے ایسا کرے۔ اس نے سختی سے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اسی طرح کوئی اور بھی اپنی پھوپھی کے ساتھ ایسا نہ چاہے گا۔ اچھا اپنی خالہ کے لئے؟ اس نے کہا ہرگز نہیں فرمایا، اسی طرح سب لوگ بھی۔

پھر آپ نے اپنا ہاتھ اس کے سر پہ رکھ دعا کی کہ الٰہی اس کے گناہ بخش، اس کے دل کو پاک کر اور اس کو عصمت والا بنا۔ پھر تو یہ حالت تھی کہ یہ نوجوان کسی کی طرف نظر بھی نہ اٹھاتا تھا۔ آپ کی حکیمانہ نصیحت ہر ایسے شخص کے لئے مفید ہے۔ جو شخص اپنے لئے یعنی اپنی ماں بہن کے لئے اس

فعل کو پسند نہیں کرتا تو وہ دوسرے کی ماں بہن کے لئے پسند نہیں کرسکتا۔ لامحالہ بدکاری سے باز آئے گا۔

بدکاری کی سزا دنیا میں سنگ ساری اور سو کوڑوں کی مار ہے اور آخرت میں دوزخ کی آگ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تنور جیسا کنواں دیکھا جس کے اوپر کا حصہ تنگ اور نیچے کا حصہ کشادہ تھا۔ اس میں آگ بھڑک رہی ہے اور لوگوں کے شور وغل کی آواز آرہی ہے وہ لوگ آگ کے شعلے کے ساتھ اوپر کو آجاتے ہیں اور جب شعلہ دب جاتا ہے تو نیچے چلے جاتے ہیں۔ یہ زنا کار مرد اور عورتیں ہیں جو اس آگ کے تنور میں جل رہے ہیں۔ (بخاری)

اور آپ نے فرمایا:

اِذَا زَنَی الرَّجُلُ خَرَجَ مِنْہُ الْاِیْمَانُ۔ (ابوداؤد)	جب انسان زنا کرتا ہے تو اس کا ایمان اس سے نکل جاتا ہے۔

اگر اس حالت میں مر گیا تو بے ایمان ہو کر مرے گا اور زنا کاری وبدکاری سے خدا کی طرف سے بلائیں مسلط ہو جاتی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا ظَهَرَ الزِّنٰى فِيْ قَرْيَةٍ فَقَدْ اَحَلُّوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَذَابَ اللّٰهِ (الحاکم)	جس بستی میں زنا کاری وبدکاری کھلم کھلا کرنے لگیں تو اس بستی پر خدا کا عذاب آئے گا۔

زنا صرف شرمگاہ ہی کا نہیں ہے بلکہ ہاتھ پاؤں زبان اور آنکھ کا بھی ہے اور یہ سب اسباب زنا میں سے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْعَيْنَانِ تَزْنِيَانِ وَزِنَاهُمَا النَّظْرُ وَالْيَدَانِ تَزْنِيَانِ وَزِنَاهُمَا الْبَطْشُ وَالرِّجْلَانِ تَزْنِيَانِ وَزِنَاهُمَا الْمَشْيُ وَزِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ وَالنَّفْسُ تَمَنّٰى وَتَشْتَهِيْ وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذٰلِكَ وَيُكَذِّبُهٗ (بخاری ومسلم)	آنکھیں زنا کرتی ہیں ان کا زنا دیکھنا ہے اور ہاتھ زنا کرتے ہیں ان کا زنا دھر پکڑ کرنا ہے اور پاؤں بھی زنا کرتے ہیں ان کا زنا اس راستہ پر چلنا ہے اور زبان کا زنا بات چیت ہے اور دل کا زنا آرزو وخواہش ہے اور شرمگاہ ان کی تصدیق یا تکذیب کر دیتی ہے۔

حدیث شریف کا مطلب بالکل صاف ہے کہ اجنبی عورتوں کے حسن کی دید سے لطف اندوز ہونا مردوں کے لئے اور اجنبی مردوں کو مطمح نظر بنانا عورتوں کے حق میں سم قاتل وموجب فتنہ ہے زنا وفتنہ کی ابتدا یہیں سے ہوتی ہے اور یہی اس کے لئے پیش خیمہ ہے اسی لئے انسداد اور روک تھام کے لئے اسلام نے پردے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب

Marfat.com

کر کے فرماتا ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِى الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۝ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ نور

اے نبیؐ! مومن مردوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزگی ہے، یقیناً اللہ ان کے عملوں سے خوب واقف ہے اور (اے نبی) مومن عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ وہ بھی اپنی نگاہیں پست رکھا کریں اور اپنی زینت (سنگار) کو ظاہر نہ کریں سوائے اس زینت کے حصے کے جو خود بخود عموماً کھلا رہتا ہے اور انہیں چاہئے کہ اپنے گریبانوں (سینوں) پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رکھیں اور اپنی زینت چہرے کو کھلا نہ رکھیں مگر ان لوگوں کے سامنے کھلا رکھیں یعنی شوہر، باپ، خسر، بیٹے سوتیلے بیٹے یا بھائی بھتیجے بھانجے اپنی عورتوں اور اپنی لونڈی غلام خدمتگار مرد جو عورتوں کے مطلب کے نہیں ہے یا نابالغ لڑکے جو ابھی عورتوں کے پردے کی باتوں سے واقف نہیں ہوئے ہیں اور ان عورتوں کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ چلتے وقت اپنے پاؤں کو زمین پر اس طرح نہ مارتی چلیں جس سے پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے اور اے ایمان والو اللہ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے غضِ بصر، حفاظت فروج اور تزکیہ نفوس کا حکم تمام مردوں اور عورتوں کو دیا ہے۔ پہلے جملے میں غضِ بصر کا حکم دیا تو اس کے ساتھ ہی دوسرے فقرے میں اس کی حکمت، حفاظت فروج اور تزکیہ نفوس بنایا اور جس طرح مردوں کو نگاہ نیچی رکھنے کا حکم دیا اسی طرح عورتوں کو بھی غضِ بصر کا حکم دیا۔ اس میں دونوں مساوی و برابر ہیں۔ کیونکہ دونوں کی غضِ بصر کی علت غائی حفاظت و تزکیہ ہے۔

علامہ ابن القیمؒ الجواب الکافی میں یہ فرماتے ہیں۔

تمام آفتیں نظر بازی سے پیدا ہوتی ہیں۔ بڑی آگ چھوٹے چھوٹے شعلوں سے ہوتی ہے۔ بسا اوقات نظر بازی دل میں اس طرح کھب جاتی ہے جس طرح تیر کمان سے نکل کر نشانہ پر پیوست ہو جاتا ہے۔ اس کی آنکھ ایسی چیز سے خوش ہو رہی ہے جو اس کے لئے وبال جان ہے ایسی خوشی میں سراسر نقصان ہے۔

نظر بازی میں سب سے بڑی آفت یہ ہے کہ اس سے حسرت، افسوس، رنج وغم اور دلی شورش پیدا ہوتے ہیں۔ نظر تیر ہے مگر منظور الیہ کو نہیں لگتا بلکہ الٹا ناظر کو ہی لگ کر اس کے قلب کو مجروح کر دیتا ہے۔ اے نظروں سے تیر اندازی میں کوشش کرنے والے تو ہی اپنے تیروں سے مقتول ہوگا۔ اے نظر باز تو جس سے اپنی شفا اور صحت روانی کا متلاشی ہے اپنے قاصد کو روک۔ کہیں یہ تجھ کو ہلاک نہ کر دے۔ یہ نظر بازی دل کو زخمی کر ڈالتی ہے اور اس سے زخم پر زخم لگتے ہیں مگر ناظر کو محسوس نہیں ہوتا بعد میں اس کی تکلیف کو جانتا ہے۔ تم نے نظر بازی اور رونے دھونے سے اپنی آنکھوں کو کھو دیا اور دل کو خوب اچھی طرح سے ذبح کر دیا ہے۔

بہر حال نظر سے فتنے کا کوئی ذی عقل شخص انکار نہیں کر سکتا اسی فتنہ کے سد باب کے لئے شریعت مطہرہ نے غض بصر کا حکم نافذ فرمایا کہ تم اس حصہ کو مت دیکھو جس کے دیکھنے سے زنا یا زنا کے جرم عظیم کے مرتکب ہو۔

شریعت نے مرد و عورت دونوں کے لئے الگ الگ حدیں مقرر کی ہیں کہ اس جگہ سے اس جگہ تک جسم کا ڈھانکنا ضروری ہے جسے ستر کہا جاتا ہے۔ مردوں کے لئے ناف اور گھٹنے کے درمیان کا حصہ ستر قرار دیا ہے اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ اس حصہ کو سوائے اپنی بیوی کے کسی اور کے سامنے نہ کھولیں اور نہ کسی دوسرے شخص کے اس حصے پر نظر ڈالیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو سوائے اپنی بیوی اور باندی کے" اور فرمایا۔ جو گھٹنے کے اوپر ہے وہ چھپانے کے لائق ہے اور جو ناف سے نیچے ہے وہ چھپانے کے لائق ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا "اپنی ران کو کسی کے سامنے مت کھولو اور نہ کسی زندہ مردہ شخص کی ران پر نظر ڈالو۔

اور عورتیں تو عورتیں ہی یعنی وہ سراپا پردہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "عورت کا تمام بدن چھپانے کے قابل ہے کہ وہ سوائے چہرہ، ہاتھ اور پیر کے تمام جسم کو لوگوں سے چھپائیں۔ اس حکم میں بھائی باپ وغیرہ سب برابر ہیں۔ سوائے خاوند کے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

فرماتے ہیں۔

کسی مومنہ عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنا ہاتھ اس سے زیادہ کھولے۔ یہ فرما کر آپ نے اپنی کلائی کے نصف حصہ پر ہاتھ رکھا۔ جب لڑکی بالغہ ہو جائے تو اس کے بدن کا کوئی حصہ دکھائی نہ دے سوائے چہرے اور کلائی کے جوڑ تک کے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

"میں اپنے بھتیجے عبداللہ بن الطفیل کے سامنے آگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند فرمایا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ تو میرا بھتیجہ ہے۔ آنحضرت نے فرمایا جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لئے حلال نہیں ہے کہ اپنے جسم میں سے کسی حصہ کو ظاہر کرے سوائے چہرے کے اور سوائے اس کے، یہ فرما کر آپ نے اپنی کلائی پر اپنا ہاتھ اس طرح رکھا کہ آپ کی گرفت کے مقام اور ہتھیلی کے درمیان صرف ایک مٹھی بھر جگہ باقی تھی۔ (ابن جریر)

حضرت اسماء بنت ابی بکر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ کے سامنے باریک لباس پہن کر حاضر ہوئیں اس حال میں کہ جسم اندر سے جھلک رہا تھا۔ آپ نے فوراً نظر پھیر لی اور فرمایا۔

يَا اَسْمَاءُ اِنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِيْضَ لَمْ يُصْلِحْ اَنْ يُرٰى مِنْهَا اِلَّا هٰذَا وَهٰذَا وَاَشَارَ اِلٰى وَجْهِهٖ وَكَفَّيْهِ (ابو داؤد)

اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو یہ درست نہیں ہے کہ اس کے جسم میں سے کوئی حصہ دیکھا جائے بجز اس کے اور اس کے۔ یہ فرما کر آپ نے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُءُوْسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا وَاِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ

دو قسم کے لوگ دوزخی ہیں۔ جن کو میں نے ابھی نہیں دیکھا۔ ایک وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ گائے کی دم کی طرح کوڑے ہوں گے جس سے لوگوں کو ظلماً ماریں گے یعنی حاکم وغیرہ ظالم ہوں گے چنانچہ اس زمانہ میں وہ لوگ موجود ہیں۔ اور دوسرے وہ عورتیں جو بظاہر کپڑا پہنے ہوں گی اور حقیقت میں وہ ننگی ہوں گی اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی اور فریفتہ کرنے والی ہوں گی اور ان کی طرف خود مائل

... ولا يجدن ريحها ۔ (مسلم) — ہونے والی ہوں گی اور ان کی طرف رغبت کریں گی اور ان کے سر بختی اونٹ کے کوہان کی طرح ایک جانب جھکے ہوں گے ۔ وہ جنت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی ۔ حالانکہ جنت کی خوشبو بہت دور سے پائی جانے گی

یعنی وہ باریک کپڑے پہنے ہوں گی جن سے ان کا بدن جھلکے گا گویا ظاہر میں ملبوس ہیں مگر حقیقت میں عاری ہیں ۔ چنانچہ اس زمانہ میں اس قسم کی عورتیں موجود ہیں ۔ جو چہرے کے علاوہ کچھ بدن ڈھانکتی اور کچھ کھلا رکھتی ہیں ۔ دوپٹہ کو پیٹھ پر ڈال کر سینہ گردن اور ہاتھوں کو مونڈھوں تک اور پیروں کو گھٹنے تک کھلا رکھتی ہیں اور ان اعضاء کو کھول کر لوگوں کو للچاتی اور فریفتہ کرتی ہیں ۔

علامہ نووی شرح صحیح مسلم میں اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں ۔

تَسْتُرُ بَعْضَ بَدَنِهَا وَتَكْشِفُ بَعْضَهَا اِظْهَارًا لِجَمَالِهَا وَاَمَّا مَائِلَاتٌ يَعْنِي يَمْشِيْنَ مِشْيَةَ الْبَغَايَا وَيَمْشِيْنَ مُتَبَخْتِرَةً ۔ — بدن کے کچھ حصہ کو پوشیدہ کریں گی اور کچھ کو ظاہر کریں گی اور رنڈیوں کی چال ، ناز و انداز سے چلیں گی جس سے لوگوں کو فریفتہ کریں گی ۔

مطلب یہ ہے کہ کسی زمانہ میں عورتیں عام صورت بے پردہ ہو کر پھریں گی ۔ حیا و شرم ان سے معدوم ہو جانے گی ۔ جیسے بازاری عورتیں ۔ گویا رنڈیاں اور بے پردہ عورتیں دونوں برابر ہیں ۔

چنانچہ آپ نے فرمایا ہے ۔

اِنَّ الْمَرْأَةَ اِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ زَانِيَةٌ ۔ — جو عورت خوشبو لگا کر زینت کر کے مردوں کے پاس سے گزرے وہ زانیہ ہے ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنی عورتوں کو ایسے کپڑے مت پہناؤ جو جسم پر اس طرح چست ہوں کہ سارے جسم کی ہیئت نمایاں ہو جائے ۔ (المبسوط کتاب الاستحسان)

ان تمام حدیثوں سے آپ بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ مردوں اور عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنی اپنی ستر کو پوشیدہ رکھیں اور ایک دوسرے کی ستر کو نہ دیکھیں ۔ مردوں کے لئے ناف اور گھٹنوں تک کا حصہ ستر ہے ۔ اسی حصہ کو ظاہر کرنا ، کھلا رکھنا اور اس کی طرف دیکھنا حرام ہے ۔ فرمایا ۔

مَلْعُوْنٌ مَنْ نَظَرَ اِلٰى سَوْءَةِ اَخِيْهِ ۔ — وہ ملعون ہے جو اپنے بھائی کی ستر کی طرف دیکھے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

Marfat.com

مَنْ نَظَرَ اِلٰی مَحَاسِنِ اِمْرَءَۃٍ اَجْنَبِیَّۃٍ عَنْ شَھْوَۃٍ صُبَّ فِیْ عَیْنَیْہِ الْاٰنُکُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ (درایہ)

جو شخص کسی اجنبی خوبصورت عورت پر شہوت کی نظر ڈالے گا قیامت کے دن اس کی آنکھوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔

ان حدیثوں سے نگاہ نیچی رکھنے کی اہمیت ثابت ہوتی ہے کیونکہ نگاہ نیچی نہ کرنے کی صورت میں ایک عظیم الشان فتنہ کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اسلام کا مقصد اس سے صرف یہی ہے کہ تم نظر بازی کے فتنے سے بچ جاؤ کیونکہ ابتدا میں آنکھیں بڑے معصومانہ انداز سے دیکھتی ہیں نفس شیطان ان کی تائید و تقویت میں بڑے بڑے پُرفریب دلائل پیش کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ یہ ذوق جمال ہے جو فطرت نے تم میں ودیعت کیا ہے۔ جمال فطرت کے دوسرے مظاہر و تجلیات کو جب تم دیکھتے اور ان سے بہت ہی پاک لطف اٹھاتے ہو تو جمال انسانی کو بھی دیکھو اور ویسا ہی روحانی لطف اٹھاؤ۔ مگر اندر ہی اندر شیطان لطف اندوزی کی مے کو بڑھاتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ وہی ذوق جمال ترقی کر کے شوق وصال بن جاتا ہے۔

"کون ہے جو اس حقیقت سے انکار کی جرأت رکھتا ہے کہ دنیا میں اب تک جس قدر بدکاری ہوتی ہے اور اب ہو رہی ہے اس کا پہلا اور سب سے بڑا محرک یہی آنکھوں کا فتنہ ہے کون یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ اپنی صنف مقابل کے حسین اور جوان فرد کو دیکھ کر اس میں وہی کیفیت پیدا ہوتی جو خوبصورت پھولوں کو دیکھ کر ہوتی ہے۔ اگرچہ دونوں قسم کی کیفیات میں فرق ہے اور ایک کے برخلاف دوسری کیفیت کم و بیش شہوانی کیفیت ہے تو پھر کیسے کہہ سکتے ہو کہ اس ذوق جمال کے لئے بھی وہی آزادی ہونی چاہئے جو دوسرے ذوق جمال کے لئے ہے۔

شارع علیہ السلام تمہارے ذوق جمال کو مٹانا تو نہیں چاہتے وہ کہتے ہیں تم اپنی پسند کے مطابق اپنا جوڑا منتخب کر لو اور جمال کا جتنا ذوق تم میں ہے اس کا مرکز صرف اسی ایک کو بناؤ۔ پھر جتنا چاہو اس سے لطف اٹھاؤ۔ اس مرکز سے ہٹ کر تم دیدہ بازی کرو گے تو فواحش میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ اگر ضبط نفس یا دوسرے موانع کی بنا پر آوارگی عمل میں مبتلا نہ بھی ہوئے تو آوارگی کے خیال سے کبھی نہ بچ سکو گے۔ ناکردہ گناہوں کی حسرت تمہارے دل کو ناپاک کر دے گی۔ بار بار فریب محبت میں مبتلا ہو گے اور بہت سی راتیں بیداری کے خواب دیکھنے میں جاگ جاگ کر ضائع کرو گے۔ بہت سے حسین ناگوں اور ناگنوں سے ڈسے جاؤ گے۔ تمہاری بہت سی قوت حیات دل کی دھڑکن اور خون کے ہیجان میں ضائع ہو جائے گی۔ یہ نقصان کیا کچھ کم ہے اور یہ سب اپنے مرکز دید سے ہٹ کر دیکھنے

Marfat.com

ہی کا نتیجہ ہے لہذا اپنی آنکھوں کو قابو میں رکھو، بغیر ... ت کے دیکھنا اور ایسا دیکھنا جو فتنے کا سبب بن سکتا ہو قابل حذر ہے (پردہ صفحہ ۲۱۸)

بہرحال حقیقی زنا تو ہر صورت میں حرام ہی ہے لیکن اس کے ساتھ دواعی و اسباب زنا بھی نقلاً شرعاً اخلاقاً حرام ہیں۔ جیسے بے پردگی بے نظر بازی ہے اور بوس وکنار ہے وغیرہ وغیرہ۔

اسلام نے زنا پر زانی اور زانیہ کی سخت سزا تجویز کی ہے، دنیا میں اگر صحیح ثبوت مل جائے تو رجم یا سو کوڑے ہیں اور آخرت میں جہنم ہے۔ اس سلسلے کی چند حدیثیں پڑھ کر عبرت حاصل کیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا یَزْنِیْ الزَّانِیْ حِیْنَ یَزْنِیْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ (بخاری مسلم) زانی زنا کے وقت مومن نہیں رہتا ہے۔

خدانخواستہ اگر اسی حالت پر مر گیا تو کفر پر موت ہوگی۔ نعوذ باللہ۔

(۲) ہر شخص کی دعا قبول ہوتی ہے مگر زنا کار مرد و عورت کی دعا قبول نہیں ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تُفْتَحُ اَبْوَابُ السَّمَاءِ نِصْفَ اللَّيْلِ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ هَلْ مِنْ دَاعٍ فَيُسْتَجَابَ لَهُ هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَيُعْطٰى هَلْ مِنْ مَكْرُوْبٍ فَيُفَرَّجَ عَنْهُ فَلَا يَبْقٰى مُسْلِمٌ يَدْعُوْ بِدَعْوَةٍ اِلَّا اسْتَجَابَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَهُ اِلَّا زَانِيَةٌ تَسْعٰى بِفَرْجِهَا اَوْ عَشَّارًا۔ (ترغیب و ترہیب)

روزانہ آدھی رات کو آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اس وقت اللہ کی طرف سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ کیا کوئی دعا کرنے والا ہے جس کی دعا قبول کی جائے۔ کوئی سوال کرنے والا ہے جس کا سوال پورا کیا جائے۔ کوئی بے چین پریشان حال ہے جو اپنی پریشانی دور کرنے کے لئے دعا کرے کہ اس کی پریشانی دور کر دی جائے اسی طرح ہر مسلمان کی دعا نصف شب میں اللہ تعالیٰ قبول فرما لیتا ہے لیکن زانیہ بدکار کی دعا نہیں قبول فرماتا ہے جو اپنی شرمگاہ کو زنا کرنے کے لئے ادھر ادھر دوڑاتی ہے اور ظلماً چنگی لینے والے کی دعا قبول نہیں فرماتا۔

(۳) زانیوں کے چہرے پر آگ بھڑکے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ الزُّنَاةَ تَشْتَعِلُ وُجُوْهُهُمْ نَارًا (طبرانی) حرام کار اور زانیہ کے منہ کو جہنم کی آگ سے بھر دیا جائے گا۔

(۴) زنا سے افلاس و محتاجی پیدا ہوتی ہے۔ زنا کار لوگ کبھی خوشحال نہیں رہنے پاتے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلزِّنَا یُوْرِثُ الْفَقْرَ (بیہقی) — زنا محتاجی پیدا کرتا ہے۔

(۵) معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے سامنے ایک ہانڈی میں صاف ستھرا گوشت ہے اور دوسری میں سڑا ہوا، گندہ اور نہایت بدبودار گوشت ہے یہ اس اچھے گوشت سے روک دیئے گئے ہیں اور اس سڑے ہوئے بدبودار گوشت میں سے کھا رہے ہیں، میں نے سوال کیا۔ یہ کس گناہ کے مرتکب ہیں؟ جواب ملا کہ یہ وہ مرد ہیں جو اپنی حلال بیویوں کو چھوڑ کر حرام عورتوں کے پاس رات گذارتے تھے۔ اور یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے خاوندوں کو چھوڑ کر اوروں کے یہاں رات گذارتی تھیں۔

اور معراج میں یہ بھی آپ نے دیکھا کہ:

"تنور کی طرح ایک کنواں ہے جس کا منہ تنگ ہے اور پیٹ کشادہ ہے، اس میں زنا کار مرد اور زنا کار عورتیں ہیں اس میں چیخ چلا رہے ہیں جب اس میں سے آگ بھڑکتی ہوئی اوپر کو آتی ہے تو وہ لوگ بھی اوپر آجاتے ہیں جب وہ نیچے دب جاتی ہے تو وہ بھی نیچے چلے جاتے ہیں زنا کار مرد اور عورتوں کو جہنم میں یہی عذاب ہوگا"۔ (بخاری)

اور معراج کی ایک روایت میں ہے کہ:

جہنم میں بہت سخت بدبو سنڈاس سے بھی زیادہ آرہی ہے، میں نے دریافت کیا، یہ کون ہے اور یہ کس کی بدبو ہے۔ تو کہا۔ هٰؤُلَاءِ الزَّانُوْنَ۔ یہ زنا کار مرد عورتیں ہیں جن کی شرمگاہوں کی یہ بدبو ہے۔

(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ الْاِیْمَانَ سِرْبَالٌ سَرْبَلَهُ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاءُ فَاِذَا زَنَى الْعَبْدُ نَزَعَ مِنْهُ سِرْبَالَ الْاِیْمَانِ فَاِنْ تَابَ رُدَّ عَلَیْهِ (بیہقی)

ایمان گویا ایک کرتہ ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ایمان کا کرتہ پہنا دیتا ہے۔ جب بندہ زنا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایمانی کرتہ کو چھین لیتا ہے اگر اس نے توبہ کر لی تو واپس کر دیتا ہے۔

(۷) ایک مرتبہ زنا کرنے سے ساٹھ سال کی عبادت برباد ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک درویش آدمی تھا جس نے ساٹھ سال عبادت کی۔ اس نے ایک عورت سے زنا کر لیا پھر وہ مر گیا تو ساٹھ سال کی عبادت کو ایک ترازو پر رکھا گیا اور زنا کا پلہ بھاری ہو گیا یعنی زنا ساٹھ سال کی عبادت پر غالب آگیا (بیہقی)

Marfat.com

(۸) زنا کسی عورت سے بھی کیا جائے بہرحال حرام ہے لیکن یہ زنا اس سے بھی سنگین جرم کی شکل اختیار کر لیتا ہے جب کہ پاس پڑوس کی عورت سے کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے دریافت کیا۔

مَا تَقُوْلُوْنَ فِي الزِّنَا قَالُوْا حَرَامٌ حَرَّمَهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ فَهُوَ حَرَامٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنْ يَزْنِيَ الرَّجُلُ بِعَشْرِ نِسْوَةٍ أَيْسَرُ عَلَيْهِ مِنْ أَنْ يَزْنِيَ بِامْرَأَةِ جَارِهِ۔ (احمد طبرانی)

زنا کے بارے میں تم لوگ کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے کہا حرام ہے جس کو خدا اور رسول نے حرام کیا ہے قیامت تک کے لئے حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس عورتوں سے زنا کرنا آسان ہے بہ نسبت اپنے ہمسایہ کی بیوی کے ساتھ زنا کرنے سے

(یعنی پڑوس اور ہمسائے کی بیوی کے ساتھ زنا کرنے کا گناہ دوسری دس عورتوں کے ساتھ زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے)

یوں تو زنا ہر شخص پر حرام ہے لیکن ادھیڑ اور بوڑھے آدمی سے اس زنا کا صدور سب سے زیادہ برا ہے کہ بوڑھا زانی اور ادھیڑ عمر کا زنا کار نہ جنت میں جائے گا اور نہ غصہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر کرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ شَيْخٌ زَانٍ وَمَلِكٌ كَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَكْبِرٌ۔ (بخاری، مسلم)

یہ تین قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ ان سے کلام کرے گا اور نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا نہ نظر رحمت سے دیکھے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے (۱) بوڑھا زنا کار (۲) بادشاہ دروغ گو (۳) محتاج گھمنڈی۔

اور ایک روایت میں ہے کہ یہ تینوں قسم کے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ (بزار)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

إِنَّ النَّاسَ تُرْسَلُ عَلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رِيْحٌ مُنْتِنَةٌ حَتّٰى يَتَأَذّٰى مِنْهَا كُلُّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ حَتّٰى إِذَا بَلَغَتْ مِنْهُمْ كُلَّ مَبْلَغٍ نَادَاهُمْ مُنَادٍ

قیامت کے دن لوگوں پر ایک بدبودار ہوا چھوڑ دی جائے گی جس سے ہر نیک و بد تکلیف اٹھائے گا اور ہر جگہ وہ بدبودار ہوا پہونچے گی۔ ایک پکارنے والا بلند آواز سے پکار کر اپنی آواز سنائے گا کہ تم لوگ جانتے

يُسْمِعُهُمْ الصَّوْتَ وَ يَقُوْلُ بِهِمْ هَلْ تَدْرُوْنَ مَا هٰذِهِ الرِّيْحُ الَّتِيْ قَدْ اٰذَتْكُمْ فَيَقُوْلُوْنَ لَا نَدْرِيْ وَاللّٰهِ اِلَّا اِنَّهَا قَدْ بَلَغَتْ مِنَّا كُلَّ مَبْلَغٍ فَيُقَالُ اَلَا اِنَّهَا رِيْحُ فُرُوْجِ الزُّنَاةِ الَّذِيْنَ لَقُوا اللّٰهَ بِزِنَاهُمْ وَلَمْ يَتُوْبُوْا مِنْهُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ بِهِمْ وَلَمْ يَذْكُرِ الصَّرْفَ بِهِمْ جَنَّةً وَلَا نَارًا۔

ہو کہ یہ بدبودار ہوا جو تم کو تکلیف پہنچا رہی ہے کس کی ہے؟ تو لوگ جواب دیں گے کہ ہم نہیں جانتے خدا کی قسم البتہ یہ ہوا بدبودار سب کو پہونچ رہی ہے ان سے کہا جائے گا، زنا کار مرد و عورت کی شرمگاہوں کی یہ بدبودار ہوا ہے جو بغیر توبہ کے اللہ سے ملے۔

(ابن ابی الدنیا)

(ترغیب)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

" شرابیوں کو نہر غوطہ سے پلایا جائے گا۔ کہا گیا، نہر غوطہ کیا ہے۔ کہا، ایک نہر ہے جو زنا کار عورتوں کی شرمگاہوں سے بہتی ہے اور ان کی شرمگاہوں کی سخت بدبو جہنمیوں کو ایذا پہونچائے گی۔

(ترغیب و ترہیب)

اور جو مرد زنا کاری کے لئے بن سنور کر جاتے ہیں یا جو عورتیں زنا کاری کے لئے بنتی سنورتی ہیں وہ جہنم میں جلیں گی اور ان کی کھالیں آگ کی قینچی سے کاٹی جائیں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَمَّا عُرِجَ بِيْ مَرَرْتُ بِرِجَالٍ تُقْرَضُ جُلُوْدُهُمْ بِمَقَارِيْضَ مِنْ نَارٍ فَقُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيْلُ قَالَ الَّذِيْنَ يَتَزَيَّنُوْنَ لِلزِّنْيَةِ قَالَ ثُمَّ مَرَرْتُ بِجُبٍّ مُنْتِنِ الرِّيْحِ فَسَمِعْتُ فِيْهِ اَصْوَاتًا شَدِيْدَةً فَقُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيْلُ قَالَ نِسَاءٌ كُنَّ يَتَزَيَّنَّ لِلزِّنْيَةِ وَيَفْعَلْنَ مَا لَا يَحِلُّ لَهُنَّ

(بیہقی)

شب معراج میں میرا گذرا یسے لوگوں پر ہوا جن کی کھالیں آگ کی قینچیوں سے کاٹی جا رہی تھیں میں نے کہا جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو زنا کے لئے زینت اور سنگار کرتے تھے۔ پھر میرا گذر ایک بدبودار ہوا کے ہیلوں سے ہوا۔ تو میں نے اس میں سخت چیخنے چلانے کی آواز سنی تو میں نے کہا اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ جواب دیا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو زنا کے لئے زینت اور بناؤ سنگار کرتی تھیں اور وہ کام کرتی تھیں جو ان کے لئے حلال نہ تھا۔

Marfat.com

اگر حرامی اولاد بھی زنا کار رہے تو اس کا بھی وہی حشر ہوگا اور جس قوم میں زنا کی کثرت ہو جاتی ہے وہ قوم تباہ و برباد ہو جاتی ہے اور اللہ کی طرف سے عذاب مسلط ہو جاتا ہے۔

لَا تَزَالُ اُمَّتِیْ بِخَیْرٍ مَّا لَمْ یَفْشُ فِیْهِمْ وَلَدُ الزِّنَا فَاِذَا فَشَا فِیْهِمْ وَلَدُ الزِّنَا فَاَوْشَکَ اَنْ یَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ (احمد)

میری امت ہمیشہ بھلائیوں میں رہے گی جب تک ان کے حرامی اولاد نہیں ہوگی اور جب زانی اولاد کی کثرت ہو جائے گی تو اللہ سخت عذاب بھیج دے گا

اور یہ حرامی اولاد زنا کی اولاد ہوگی اور یہ زنا عذاب کے باعث ہوتا ہے۔

اور ایک حدیث میں آپ نے فرمایا کہ جب زنا کی بھی کثرت ہو جائے گی تو اللہ سخت عذاب بھیج دے گا (حاکم)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ۙ یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا ۙ (الفرقان)

اور جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو جسے قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے منع کر دیا ہے بجز حق کے قتل نہیں کرتے اور نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ کام کرے وہ اپنے اوپر سخت وبال لانے کا اس کو قیامت کے دن دوہرا عذاب کیا جائے گا اور وہ ذلت و خواری کے ساتھ ہمیشہ اسی میں رہے گا۔

اثام جہنم میں ایک وادی ہے یا ایک کنواں ہے جس میں زنا کاروں کو عذاب دیا جائے گا۔ اور پڑوسیوں کی عورتوں سے زنا کرنا گویا دس عورتوں کے زنا کے برابر ہے اور جن کے خاوند گھر پر موجود نہیں ہیں ان کی عدم موجودگی میں ان کی عورتوں سے زنا کرنے سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اژدہا سانپ اس کی سزا کے لئے مقرر فرما دے گا جو اس کو اپنے دانتوں سے چباتا رہے گا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ قَعَدَ عَلٰی فِرَاشِ مُغِیْبَةٍ قَیَّضَ اللّٰهُ لَهُ ثُعْبَانًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔

جو غیبہ عورت کے بستر پر زنا کے لئے بیٹھے گا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے لئے اژدہا

طبرانی — سانپ مقرر کر دے گا۔

(العیاذ باللہ)

لواطت اور اغلام بازی!!

جو زنا کی سزا ہے وہی بلکہ اس سے بھی زیادہ لوطی کی سزا ہے یہ بھی زنا بالدبر ہے جو زنا فی الفرج سے زیادہ سخت ہے ایسی قوم کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پتھروں سے سنگسار کیا۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

قَالُوْا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰی قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ ۝ لِنُرْسِلَ عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِیْنٍ ۝ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِیْنَ ۝ (ذاریت)

(فرشتوں نے) کہا ہم مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ہم ان پر پتھر کی بارش کریں یہ نشان کر دیا گیا ہے میرے رب کی طرف سے حد سے گزرنے والوں کے لئے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فَاَخَذَتْهُمُ الصَّیْحَةُ مُشْرِقِیْنَ ۝ فَجَعَلْنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ ۝ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ۝

سورج نکلتے نکلتے ایک ہولناک آواز نے انہیں آلیا پھر ہم نے وہ بستی زیر و زبر کر ڈالی۔ پکی ہوئی مٹی کے پتھروں کی ان پر بارش کی۔ بلاشبہ اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے بڑی ہی نشانیاں ہیں جو حقیقت میں پہچان رکھنے والے ہیں۔

یہ عذاب الٰہی قوم لوط پر اس لئے آیا کہ دنیا کی سرکش اور بداخلاق اور بد اطوار قوم کے دوسرے عیوب و فواحش کے علاوہ یہ قوم اسی عمل کی موجب تھی۔ یعنی اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے وہ عورتوں کے بجائے مرد لڑکوں سے اختلاط رکھتے تھے۔ دنیا کی قوموں میں اس عمل کا اس وقت تک قطعاً کوئی رواج نہ تھا یہی بدبخت قوم ہے جس نے اس ناپاک عمل کی ایجاد کی اس عمل کا نام لواطت مشہور ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ شرارت و خباثت اور بے حیائی یہ تھی کہ وہ اپنے اس بدکرداری کو عیب نہیں سمجھتے تھے اور علی الاعلان فخر و مباہات کے ساتھ اس کو کرتے رہتے تھے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

Marfat.com

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِنْ دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُسْرِفُونَ (سورۂ اعراف)

اور لوط کا وہ واقعہ یاد کرو جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تم ایسے فحش کام میں مشغول ہو جس کو دنیا میں تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر اپنی شہوت مردوں سے پوری کرتے ہو یقیناً تم حد سے گذرنے والے ہو۔

تو زنا کی طرح یہ لواطت بھی فحش ہے اس لئے جو سزا فاحشہ کی ہے وہی سزا لوطی کی بھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فاحشہ یعنی لواطت کی سخت مذمت فرمائی ہے اور لوطی پر لعنت بیان کی ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے سات آدمیوں پر لعنت فرمائی ہے۔ ان میں سے تین آدمیوں پر تین تین دفعہ مزید لعنت فرمائی ہے اور ہر لعنت ایسی ہے جو ان کے لئے کافی ہے فرمایا۔ جو قوم لوط کا کام کرے یعنی لواطت تو وہ ملعون اور راندۂ درگاہ ہے۔ خدا کی رحمتوں سے دور ہے اسی طرح سے تین مرتبہ فرمایا۔ اور جو غیر اللہ کے نام پر کوئی جانور ذبح کرے وہ بھی ملعون ہے اور جو کسی جانور کے ساتھ بدفعلی کرے وہ بھی ملعون ہے اور ماں باپ کا نافرمان بھی ملعون ہے اور جو اپنی بیوی اور اس کی لڑکی کو ایک ساتھ جمع کرے وہ بھی ملعون ہے اور جو زمینوں کی حدبندی اور نشانات کو مٹادے وہ بھی ملعون ہے اور جو غلام اپنے غیر آقا کی طرف نسبت کرے وہ بھی ملعون ہے

اس لواطت اور زنا کی کثرت سے طاعون وغیرہ بہت سی مہلک وبائی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

يَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِينَ خَمْسُ خِصَالٍ إِذَا ابْتُلِيتُمْ بِهِنَّ وَأَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ تُدْرِكُوهُنَّ لَمْ تَظْهَرِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ قَطُّ حَتَّى يُعْلِنُوا بِهَا إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الطَّاعُونُ وَالْأَوْجَاعُ الَّتِي لَمْ تَكُنْ مَضَتْ فِي أَسْلَافِهِمُ الَّذِينَ مَضَوْا۔

اے مہاجرین اصحاب! ان پانچ باتوں میں مبتلا ہو جاؤ گے تو تم پر عذاب نازل ہو جائے گا اور میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم ان کو پاؤ۔ اللہ تم کو اس سے بچائے (۱) کہ جس قوم میں کھلم کھلا فاحشہ یعنی زنا اور اغلام بازی ہونے لگے گی تو ان میں طاعون کی بیماری پڑے گی اس کے علاوہ اور بہت سی تکلیف دہ باتیں پیدا ہو جائیں گی جو پہلے لوگوں میں نہیں تھیں۔

زنا اور لواطت کی کثرت سے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا ہاتھ مخلوق سے اٹھا لیتا ہے اور

وہ اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ کس شکل میں ہلاک ہوں گے۔ (ترغیب طبرانی)

اور آپ نے فرمایا۔

جس کو لواطت کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل و مفعول دونوں کو مار ڈالو۔ اور بعض صحابہ کرام نے تو ایسے کو جلایا تھا۔ ان کی شہادت قبول نہیں ہوتی ہے۔ (ترغیب)

اور جو اپنی بیوی کی دُبر میں جماع کرے وہ بھی لواطت کبریٰ ہے اور حرام ہے، حلال سمجھ کر کرنا باعث کفر ہے وہ ملعون ہے اور ایسے شخص کی طرف اللہ رحمت کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔ اور اسی لواطت کے حکم میں مساحقت اور مشت زنی بھی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ شرمگاہ کا گناہ کسی قسم کا ہے۔ زنا، لواطت، مساحقت، علب، شیخوخت اور وطی بالبہائم وغیرہ شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب بری باتوں سے سب انسانوں کو بچائے رکھے۔ آمین۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى إِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا ۝

اور زنا کے قریب مت جاؤ یقیناً وہ انتہائی فحش اور برا راستہ ہے۔

عفت و عصمت

جو لوگ اپنی شرمگاہوں کو حرام کاریوں سے بچائے رکھتے ہیں ان کے لئے دنیا و آخرت میں بڑے بڑے درجے ہیں اور فلاح دارین کے مستحق ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ۝ إِلَّا عَلٰٓى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ ۝

یقیناً ایمان داروں نے نجات حاصل کرلی جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں، جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں جو زکوۃ ادا کرنے والے ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے یقیناً یہ قابل ملامت لوگ نہیں ہیں۔ اس کے سوا جو کوئی اور راستہ ڈھونڈیں وہی حد سے تجاوز کر جانے والے ہیں جو اپنی امانتوں اور وعدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ جو

Marfat.com

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمَانٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (سورہ مومنون)

اپنی نمازوں کی حفاظت کیا کرتے ہیں یہی لوگ فردوس کے وارث ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ان آیتوں میں منجملہ دیگر اوصاف حمیدہ کے ایک وصف مومنین مفلحین کا یہ بھی ہے کہ وہ سوائے اپنی بیویوں اور ملکیت کی لونڈیوں کے اور عورتوں سے اپنے نفس کو دور رکھتے ہیں یعنی حرام کاری سے بچتے ہیں۔ زنا لواطت وغیرہ سے اپنے تئیں بچاتے ہیں۔ ہاں ان کی بیویاں جو خدا نے ان پر حلال کی ہیں اور جہاد میں ملی ہوئی لونڈیاں جو ان پر حلال ہیں ان کے ساتھ میں کوئی ملامت اور حرج نہیں جو شخص ان کے سوا اور طریقوں سے یا اوروں سے خواہش پوری کرے وہ حد سے گذرنے والا ہے۔

حافظ ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے موافقین نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنا خاص پانی نکال ڈالنا حرام ہے کیونکہ یہ بھی ان دونوں حلال صورتوں کے علاوہ ہے اور مشت زنی کرنے والا شخص بھی حد سے آگے گذر جاتا ہے۔

امام حسن بن عرفہ نے اپنے مشہور رجز میں ایک حدیث وارد کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ سات قسم کے لوگ ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرتا ہے انہیں عالموں کے ساتھ جمع نہیں کرے گا اور انہیں سب سے پہلے جہنم میں جانے والوں کے ساتھ جہنم میں داخل کرے گا یہ اور بات ہے کہ وہ توبہ کرلیں۔ توبہ کرنے والوں پر خدا نے تعالیٰ مہربانی سے رجوع فرماتا ہے۔ ایک تو ہاتھ سے نکاح کرنے والا یعنی مشت زنی کرنے والا۔ اغلام بازی کرنے اور کرانے والا۔ نشے باز شراب کا عادی۔ اور اپنے ماں باپ کو مارنے پیٹنے والا۔ یہاں تک کہ وہ چیخ پکار کرنے لگیں اور اپنے پڑوسیوں کو ایذا پہونچانے والا یہاں تک کہ وہ اس پر لعنت بھیجنے لگیں اور اپنی پڑوسن سے بدکاری کرنے والا۔

جو لوگ خدا کے خوف سے اپنی شرمگاہوں کو بدکاریوں سے بچائے رکھتے ہیں وہ جنتی ہیں اور قیامت کے دن میدان حشر میں عرش الہٰی کے سایہ تلے ہوں گے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهٗ اَلْإِمَامُ الْعَادِلُ وَ شَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ رَبِّهٖ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِي الْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللّٰهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ إِخْفَاءً حَتّٰى لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ۔

(بخاری)

سات آدمیوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں رکھے گا۔ جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کہیں سایہ نہ ملے گا۔ ایک تو انصاف کرنے والا حاکم دوسرے وہ جوان جو جوانی کی امنگ سے خدا کی عبادت میں رہا۔ تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں لگا ہے۔ چوتھے وہ آدمی جنہوں نے اللہ کے لئے دوستی رکھی اور زندگی بھر دوست رہے اور دوستی ہی پر مرے پانچویں وہ مرد جس کو مرتبہ والی خوبصورت عورت نے بُرے کام کے لئے بلایا اور اس نے کہا میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ چھٹے وہ مرد جس نے اللہ کی راہ میں اس طرح چھپا کر صدقہ دیا کہ داہنے ہاتھ سے جو دیا بائیں ہاتھ کو اس کی خبر نہیں ہوئی۔ ساتویں وہ مرد جس نے اکیلے میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھیں بہ نکلیں یعنی رو دیا۔

ان خوش نصیب لوگوں میں سے پانچواں وہ شخص ہے جسے حسین و خوبصورت عورت نے ناشائستہ حرکت کے لئے اپنی طرف بلایا۔ اور اس کے جواب میں یہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں میں یہ حرکت نہیں کر سکتا۔ یہ بڑی خوبی کی بات ہے۔

جاہ و جمال ہی کی وجہ سے لوگوں کو صنف نازک کی طرف زیادہ توجہ ہوتی ہے پھر جمال و کمال مال و منال ان سب کا عورت میں جمع ہونا نایاب ہوتا ہے۔ اس پر ستم بالائے ستم یہ کہ خود ہی دوسرے مرد کو ایسی نازیبا حرکت کے لئے بلائے تو ظاہر ہے کہ ایسے تمام مواقع بہم پہونچنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے خوف سے اپنے دامن کو گنہگاری کے دھبہ سے بچا لینا کوئی معمولی کام نہیں۔

خوف الٰہی کی قید اور شرط اس جگہ اس لئے ضروری ہے کہ بہت سے مرد اور عورتیں زناکاری کو شرافت کے خلاف سمجھتے ہیں یا غیر کے مطلع ہونے سے ڈرتے ہیں اور اس لئے حرام کاری کا ارتکاب نہیں کرتے ظاہر ہے کہ ان کا زنا سے باز رہنا خدا کے خوف اور ڈر سے نہیں ہوتا بلکہ صرف اس لئے کہ شرافت پہ دھبہ نہ آنے پائے یا غیر اس پر مطلع نہ ہو جائے۔

Marfat.com

لہذا حدیث میں " فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ " فرمایا ہے۔ یہ سایہ الٰہی اور بہشت اسی خوف کا نتیجہ ہے۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ ۝ (رحمٰن)

جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے اس کے لئے دو باغ ہوں گے۔

اور دوسری جگہ فرمایا۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝ (النازعات)

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرے اور اس نے اپنے نفس کو خواہشات سے روکا بے شک اس کا ٹھکانا جنت ہے۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ " اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ " اس نے زبان سے کہا تاکہ عورت کو اس کا عذر معلوم ہو جائے اور وہ خود بھی خوف الٰہی سے اس برائی کا ارتکاب نہ کرے اور اس کا بھی احتمال ہے کہ مرد اپنے دل ہی دل میں کہے کہ میں تو خدا سے ڈرتا ہوں کہ تقویٰ کا تعلق دل سے ہے۔ بہرحال یہ بات صرف اس طرح حاصل ہو سکتی ہے کہ انسان کا دل اللہ کے خوف سے بھرپور ہو اور خود حیا و تقویٰ سے معمور ہو۔

حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا۔

اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ ذَكَرَنِيْ يَوْمًا اَوْ خَافَنِيْ فِيْ مَقَامٍ۔ (ترمذی، ترغیب)

اس کو دوزخ سے نکال لاؤ جس نے مجھے کسی دن یاد کیا تھا یا کسی دن مجھ سے ڈرا ہو۔

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَعِزَّتِيْ لَا اَجْمَعُ عَلٰى عَبْدِيْ خَوْفَيْنِ وَاَمْنَيْنِ اِذَا خَافَنِيْ فِي الدُّنْيَا اَمَنْتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاِذَا اَمِنَنِيْ فِي الدُّنْيَا اَخَفْتُهٗ فِي الْاٰخِرَةِ۔ (ابن حبان ترغیب)

اپنی عزت کی قسم میں اپنے بندوں پر دو خوف اور دو امن جمع نہیں کروں گا۔ جب دنیا میں مجھ سے ڈرا تو آخرت میں امن دوں گا اور جب دنیا میں نڈر رہا تو آخرت میں ڈراؤں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا اقْشَعَرَّ جِلْدُ الْعَبْدِ مِنْ

جب بندے کا بدن خدا کے خوف سے کانپ جائے۔

Marfat.com

خَشْيَةِ اللّٰهِ تَحَاتَّتْ عَنْهُ ذُنُوْبُهُ كَمَا يَتَحَاتُّ عَنِ الشَّجَرَةِ الْيَابِسَةِ وَرَقُهَا۔

(بیہقی، ترغیب)

یعنی خدا کے خوف سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے سوکھے درخت سے پتے گر جاتے ہیں۔

اس عفت و عصمت کے شہنشاہ اعظم حضرت یوسف علیہ السلام تھے جن کو زلیخا نے ہر طریقے سے اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن معاذ اللہ کہہ کر اپنی عصمت پر باقی رہے۔

سورۂ یوسف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْ اَحْسَنَ مَثْوَايَ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ۔

اور پھسلایا یوسفؑ کو اس عورت نے جس کے گھر میں وہ رہتے تھے اپنے نفس کے معاملے میں اور دروازے بند کر دئے اور بولی، آ میرے پاس۔ یوسف نے کہا خدا کی پناہ۔ وہ میرا مربی ہے جس نے مجھے عزت سے رکھا بلاشبہ بھلائی نہیں پاتے وہ لوگ جو ناانصاف ہیں۔ اور البتہ عورت نے یوسف سے ارادہ بد کیا اور وہ بھی۔ اگر اپنے پروردگار کے برہان کو نہ دیکھ لیتے تو برا ارادہ کر لیتے۔ لیکن خدائی برہان دیکھنے کی وجہ سے بُرا خیال بھی نہیں آیا۔ اسی طرح ہم بتا دیتے ہیں اس سے برائی اور بے حیائی کو بے شک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے تھے۔

زلیخا نے ہر طریقے سے ان سے بدفعلی کرانے کی کوشش کی لیکن یوسف علیہ السلام اس سے بچتے رہے اور گھر سے باہر چلے آئے۔ زلیخا نے قید اور دردناک سزا دینے کی دھمکی دی جس کے جواب میں یوسف علیہ السلام نے کہا۔

رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝

اے رب! مجھ کو قید خانہ زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس بات کے جس کی طرف یہ مجھ کو بلاتی ہیں اور اگر تو نہ دفع کرے گا مجھ سے ان کا فریب تو شاید میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ایک عرصہ دراز تک عفت و عصمت کی حفاظت کی وجہ سے جیل خانے کی مصیبتوں کو برداشت کرتے رہے۔ آخر ایک وقت آیا کہ زلیخا نے

Marfat.com

نے بھی اپنی غلطی کا اقرار کر کے کہا:

اَلْاٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۔ اب سچی بات کھل گئی ہے میں نے یوسفؑ کو اس کے نفس سے پھسلایا تھا اور وہ سچے لوگوں میں سے ہے۔

آخر اسی عصمت اور عفت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو تخت و تاج کا مالک بنایا اور جو کام زلیخا حرام طریقے سے کرانا چاہتی تھی اللہ تعالیٰ نے نکاح کے ذریعہ سے اس کام کو حلال کیا۔ سچ ہے۔

مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ ۔ جو اللہ کا ہوتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔

تو جو شخص بُرے کام کو اللہ کے خوف سے چھوڑے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی آغوش رحمت میں لے لیتا ہے اور قیامت کے دن عرش الٰہی کے سایہ تلے جگہ دے گا۔

حدیث مذکورہ اور آیت مسطورہ میں پیش قدمی عورت کی طرف سے ہے لیکن بعض جگہ اس نازیبا اور ناشائستہ حرکت کی طرف پیش قدمی مردوں کی طرف سے بھی ہوتی ہے۔ لیکن عصمت مآب عورتوں جو خشیت الٰہی کی وجہ سے اس حرکت سے باز رہیں۔ ان کے متعلق حدیث کے دو سچے واقعات عبرت کے لئے سن لیجئے۔

ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

" بنی اسرائیل میں کفل نامی ایک آدمی تھا جو ہمیشہ دن رات برائیوں میں مبتلا رہتا تھا۔ کوئی سیاہ کاری ایسی نہ تھی جو اس سے چھوٹی ہو۔ نفس کی کوئی ایسی بری خواہش نہ تھی جو اس نے پوری نہ کی ہو۔ ایک مرتبہ ایک عورت کو ساٹھ دینار دے کر زنا کاری کے لئے آمادہ کیا جب تنہائی میں اپنے برے کام پر مستعد ہوتا ہے تو وہ نیک بخت عورت بید کی طرح تھرانے لگتی ہے اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتی ہیں۔ چہرے کا رنگ فق ہو جاتا ہے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کلیجہ بانسوں اچھلنے لگتا ہے۔ کفل حیران ہو کر پوچھتا ہے، آخر اس ڈر اور وحشت کی وجہ کیا ہے؟ پاک باطن، شریف النفس اور باعصمت لڑکی اپنی لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیتی ہے۔ مجھے خدا کے عذابوں کا خیال ہے۔ ہمارے پیدا کرنے والے خدا نے ہم پر یہ فعل بد حرام کر دیا ہے جو ہمیں ہمارے مالک ذوالجلال کے سامنے رسوا کرے گا۔ منعم حقیقی محسن قدیم کی یہ

Marfat.com

نمک حرامی ہے۔ واللہ میں نے کبھی بھی خدا کی نافرمانی پر جرأت نہیں کی، ہائے فقر و فاقہ نے کم صبری و بے استقلالی نے آج یہ روز بد دکھایا کہ جس کی لونڈی ہوں اسی کے سامنے اس کے دیکھتے ہوئے اس کی نافرمانی پر آمادہ ہوں۔ اپنی عصمت بیچنے اور اپنے اچھوتے دامن پر دھبہ لگانے کے لئے تیار ہو گئی۔ لیکن اے کفل! بخدا نے لایزال خوف خداوندی مجھے گھلائے جا رہا ہے، اس کے عذابوں کا کھٹکا کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے۔ ہائے آج دو گھڑی کا لطف صدیوں تک خون تھکائے گا اور عذاب الٰہی کا لقمہ بنائے گا۔ اے کفل! خدا کے لئے اس بدکاری سے باز آجا۔ اپنی اور میری جان پر رحم کر۔ آخر خدا کو منہ دکھانا ہے۔

اس نیک نہاد پاک باطن اور عصمت مآب خاتون کی پُر تاثیر تقریر اور بے لوث سچی مخلصانہ خیر خواہی کفل پر اپنا گہرا اثر ڈالتی ہے اور چونکہ دل کی بات ہوتی ہے۔ دل ہی میں اپنا گھر کرتی ہے ندامت اور شرمندگی چاروں طرف سے گھیر لیتی ہے اور عذاب الٰہی کی خوفناک شکلیں در و دیوار سے دکھائی دینے لگتی ہیں۔ اپنے انجام پر غور کر کے اور اپنی سیاہ کاریوں کو یاد کر کے رو دیتا ہے۔ اور کہنے لگتا ہے۔

اے پاک باز عورت! تو محض ایک گناہ اور وہ بھی ناکردہ پر اس قدر کبریائے ذوالجلال سے لرزاں و ترساں ہے۔ ہائے، میری تو ساری عمر اپنی بدکاریوں اور سیاہ اعمالیوں میں بسر ہو گئی۔ میں نے اپنے منہ کی طرح اپنے نامۂ اعمال کو بھی سیاہ کر لیا۔ خوف خدا کو بھی پاس نہ پھٹکنے دیا، عذاب الٰہی کی کبھی بھول کر بھی پرواہ نہ کی۔ ہائے میرا مالک مجھ سے غصہ ہو گا اس کے عذاب کے فرشتے میری تاک میں ہوں گے۔ جہنم کے غیظ و غضب کی قہر آلودہ نگاہیں میری طرف ہوں گی، میری قبر کے سانپ بچھو میرے انتظار میں ہوں گے۔ مجھے تو تیری بہ نسبت بہت زیادہ خدا سے ڈرنا چاہیے، نہ جانے میدان حشر میں میرا کیا حال ہو گا۔ اے بزرگ عورت! گواہ رہنا آج تیرے سامنے سچے دل سے توبہ کرتا ہوں۔ آئندہ رب کی ناراضگی کا کوئی کام نہ کروں گا۔ خدا کی نافرمانیوں کے پاس کبھی نہ پھٹکوں گا۔ میں نے وہ رقم تمہیں للہ دے دی اور اپنے ناپاک ارادے سے ہمیشہ کے لئے باز آیا۔

پھر بصد گریہ و زاری جناب باری تعالیٰ میں توبہ و استغفار کرتا ہے اور رو رو کر اپنے اعمال کی سیاہی دھوتا ہے۔ دامن امید پھیلا کر دستِ دعا دراز کرتا ہے کہ اے خدا! میری سرکشی سے درگذر فرما۔ مجھے دامنِ عفو میں چھپا لے، میرے گناہوں سے چشم پوشی کر، مجھے اپنے عذابوں سے آزاد کر۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

Marfat.com

"اس رات کفل کا انتقال ہوگیا۔ صبح کو لوگ دیکھتے ہیں کہ اس کے دروازے پر تحریر تھا

إِنَّ اللهَ قَدْ غَفَرَ لِلْكِفْلِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے کفل کے گناہ معاف فرما دئے۔

لوگ اس سے تعجب کرتے ہیں۔ (ترمذی)

میری ماؤ اور بہنو! خدا آپ کو بھی نیکیوں کی توفیق دے۔ یہ تو آپ نے سن لیا کہ اس عصمت مآب خاتون جنت نے کس طرح سے اپنے آپ کو ناشائستہ حرکت سے بچا لیا اور کفل کو بھی۔ یہ دونوں خدا کے محبوب بندے جنتی ہوگئے۔

اسی طرح سے ایک دوسرا واقعہ بھی نہایت ہی عبرت خیز اور سبق آموز ہے کہ اس خاتون جنت نے بھی اپنے کو اور دوسرے کو اس فاحشہ اور ناشائستہ حرکت سے بچا لیا۔ بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"پہلے زمانے کے تین آدمی جا رہے تھے۔ رات کا وقت تھا ہوا تیز تھی بارش ہو رہی تھی تو ان تینوں نے بارش سے بچنے کے لئے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی۔ اتفاق اوپر سے پتھر کی ایک چٹان گری جس سے غار کا منہ بند ہوگیا تو ان لوگوں نے کہا۔

لَا يُنْجِيْكُمْ مِنْ هٰذِهِ الصَّخْرَةِ إِلَّا أَنْ تَدْعُوا اللهَ تَعَالٰى بِصَالِحِ أَعْمَالِكُمْ۔ اس بڑی چٹان سے نجات پانے اور بچنے کا سوائے اس کے اور کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ تم اپنے نیک اور خالص عملوں کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔

تو ان میں سے ایک نے کہا۔

"خدایا میرا گذارہ صرف بکریوں پر تھا۔ بکریاں چراتا تھا اور ان ہی کے دودھ سے تمام گھر والوں کی پرورش کرتا تھا۔ چونکہ میرے ماں باپ بہت بوڑھے ہو چکے تھے اس لئے ان سے پہلے کسی کو دودھ نہیں پلاتا تھا بلکہ پہلے ان کو پلاتا پھر بال بچوں کو پلاتا۔ اتفاق سے ایک روز مجھے درختوں کے پتے لینے کے لئے دور جانا پڑا اور اتنی دیر میں واپس آیا کہ والدین سو چکے تھے میں نے حسب معمول دودھ دوہا اور والدین کے حصہ کا دودھ لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ دونوں چونکہ سو چکے تھے ادب کی وجہ سے جگانا مناسب نہ سمجھا اور ان کو پلانے بغیر کسی گھر والے کو پلانا بھی مناسب نہیں سمجھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دودھ کا کٹورا لئے ان کے سرہانے کھڑا ہوگیا کہ جب ان کی آنکھ خود بخود کھلے گی تو دودھ پیش خدمت کردوں گا۔ اسی انتظار میں صبح ہوگئی اور میرے بچے بھوک کی وجہ سے بلبلا رہے تھے مگر ان کی میں نے کچھ پروا نہ کی۔ جب یہ

صبح کو بیدار ہوئے تو دودھ پیا۔

اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِکَ ابْتِغَاءَ وَجْهِکَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِیْهِ۔ اے اللہ! اگر میں نے اس کام کو تیری خوشنودی اور تیری مرضی کے لئے کیا ہو تو اس چٹان کو ہٹا دے۔

چنانچہ اس اخلاص عمل کی برکت سے فوراً وہ چٹان صرف اسی قدر ہٹی کہ وہ باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ اس لئے دوسرے کی باری آئی اور اس نے کہا۔

"اے اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ مجھ کو اپنے چچا کی لڑکی سے بہت محبت تھی اور میں اس سے اپنی خواہش پوری کرنا چاہتا تھا مگر وہ بچتی رہی اور میرے قبضہ میں نہیں آئی یہاں تک کہ ایک سال قحط سالی کے زمانہ میں معاشی حالت خراب ہوگئی بہت مجبور ہو کر وہ میرے پاس آئی اور قرض کی درخواست کی، میں نے اس کو ایک سو بیس دینار اس شرط پر دئے کہ وہ اپنے آپ کو میرے حوالہ کر دے۔ اور میری مراد پوری کر دے، وہ اس کام پر رضامند ہوگئی۔ جب میں اس پر ہر طرح سے قابو پا چکا اور اس بُرے کام کے لئے بالکل آمادہ ہوگیا تو اس نے کہا:

"اِتَّقِ اللّٰهَ۔ خدا سے ڈر جا اور ناحق اس مہر کو مت توڑ۔ یہ تیرے لئے حلال نہیں"۔ میں اس سے ہٹ گیا حالانکہ مجھے اس سے بہت محبت تھی اور ان اشرفیوں کو بھی بلامعاوضہ چھوڑ دیا۔

اَللّٰهُمَّ اِنْ کُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِکَ ابْتِغَاءَ وَجْهِکَ فَافْرُجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِیْهِ۔ الٰہی اگر میں نے اس کام کو محض تیری رضامندی سے کیا ہو تو اس چٹان کو ہم سے ہٹا دے جس میں ہم گھرے ہوئے ہیں۔

چنانچہ وہ چٹان کچھ اور ہٹ گئی لیکن نکلنے کے قابل راستہ نہ ہو سکا۔ اس لئے تیسرے کی باری آئی اور اس نے کہا: "اے اللہ! میں نے ایک مرتبہ مزدوروں سے کچھ کام لیا سوائے ایک کے سب کی مزدوری دے دی وہ اپنی مزدوری کو چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اس کی مزدوری کو تجارت میں لگا دیا اور اس سے بہت ترقی ہوگئی۔ ایک زمانہ کے بعد وہ مزدور آیا اور اپنی مزدوری طلب کی۔ میں نے اس سے کہا یہ سب کچھ اونٹ گائے بیل بکریاں غلام وغیرہ سب تیرے ہیں سب لے جا۔ پہلے اس نے مذاق سمجھا لیکن یقین پر سب لے کر چلا گیا۔ اگر یہ کام تیری رضامندی کے لئے کیا ہو تو اس چٹان کو ہٹا دے۔

چنانچہ چٹان ہٹ گئی اور سب باہر نکل آئے۔ (بخاری)

ناحق نفس کُشی

کسی نفس کو ناحق مار ڈالنا سخت جرم ہے اس کی روک تھام کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ
اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ
جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي
الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۔

اور کسی جان کو جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے ہرگز ناحق قتل نہ کرو اور جو شخص مظلوم ہونے کی صورت میں مار ڈالا جائے ہم نے اس کے وارثوں کو طاقت دے رکھی ہے پس اسے چاہئے کہ مار ڈالنے میں زیادتی نہ کرے بے شک وہ مدد کیا گیا ہے۔

بغیر حق کے کسی کو قتل کرنا حرام ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ:

"جو مسلمان خدا کے واحد ہونے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے کی شہادت دیتا ہو اس کا قتل تین باتوں میں سے کسی ایک کے بغیر حلال نہیں، یا تو اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا شادی شدہ ہو اور پھر زنا کیا ہو۔ یا دین کو چھوڑ کر جماعت کو چھوڑ دیا ہو۔"

سنن میں ہے:

"ساری دنیا کا فنا ہو جانا اللہ کے نزدیک ایک مومن کے قتل سے زیادہ آسان ہے اگر کوئی شخص ناحق دوسرے کے ہاتھوں قتل کیا گیا ہے تو اس کے وارثوں کو اللہ تعالیٰ نے قاتل پر غالب کر دیا ہے اسے قصاص لینے، دیت دینے اور معاف کر دینے میں ایک اختیار ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ
عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا
وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا
اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ
نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا
النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ

آپ کہئے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرما دیا ہے وہ یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کے خوف سے نہ مار ڈالو ہم ان کو اور تم کو رزق دیں گے اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ علانیہ ہو یا پوشیدہ۔ اور جس کا خون

ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝
(الانعام)

کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق پر، اس کام کو تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرما رہا ہے کہ آپ ان مشرکوں سے کہدیجئے کہ تم جو غیر اللہ کی پوجا پاٹ کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے حلال کئے ہوئے کو حرام ٹھہراتے ہو۔ یہ سب شیطانی کام ہیں اور اس کی یہ بتائی باتیں ہیں، آؤ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کیا حرام کیا ہے وہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ۔ اور ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو، اور اپنی اولاد کو محتاجی کے خوف سے مت مارو۔ بچوں کو قتل کرنا حرام ہے ہم تم کو اور ان کو روزی دیں گے۔ اور بے شرمی کی جتنی باتیں ہیں ان کے پاس مت جاؤ۔ خواہ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ یعنی ان باتوں کے پاس جانا حرام ہے اور جس کا مارنا اللہ نے حرام کیا ہے اس کو مت مارو مگر حق پر۔ اسی کا اس نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو بوجھو۔

حدیثوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناحق مارنے کو گناہ کبیرہ بتایا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَبَائِرُ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بڑے گناہ یہ ہیں خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ کسی جان کو ناحق مار ڈالنا، جھوٹی قسم کھانا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

" سات مہلک گناہوں سے بچے رہو۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔ کسی پر جادو کرنا۔ ناحق کسی شخص کو جان سے مار ڈالنا کہ اس کو خدا نے حرام کر رکھا ہے۔ سود کھانا۔ یتیم کا مال ہضم کر جانا۔ لڑائی کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگنا۔ پارسا اور ایماندار عورتوں کو جو بدکاری سے غافل ہیں فحش تہمت لگانا۔

قیامت کے روز سب سے پہلے خون ناحق کا حساب ہوگا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَوَّلُ مَا يُقْضٰى بَيْنَ النَّاسِ

قیامت کے روز سب سے پہلے لوگوں میں خون

Marfat.com

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِى الدِّمَآءِ ۔ (صحيحين) کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا۔

تو بلا خطا قصور کے کسی کو مارنا ظلم و تعدی کرنا عقلاً شرعاً حرام ہے لیکن مدافعانہ طریقے سے اس کا جواب دینا ظلم و تعدی نہیں ہے۔

یعنی اگر کوئی بلا وجہ مارے اور جنگ کرے تو اس کا جواب دیا جا سکتا ہے۔ یہ نہیں کہ دوسرا قتل کرتا جائے اور اپنا ہاتھ روک کر اس کے سامنے گردن جھکا دے اور وہ گردن زدنی کرے بلکہ مظلومانہ طریقے سے ظالم اور قاتل کا جواب دینا نہایت ضروری ہے تاکہ امن و امان قائم رہے ورنہ امن خراب ہو جائے گا اور قتل عام شروع ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے امن قائم کرنے کے لئے ظالم اور قاتل سے انتقام اور بدلہ لینے کی رخصت دی ہے۔

چنانچہ اس نے فرمایا۔

وَقَاتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ	لڑو اللہ کی راہ میں ان سے جو تم سے لڑتے ہیں۔
يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ	اور زیادتی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں
لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَاقْتُلُوْھُمْ	کو پسند نہیں فرماتا۔ انہیں مارو جہاں بھی پاؤ اور انہیں
حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْھُمْ وَاَخْرِجُوْھُمْ	نکالو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا۔ اور سنو فتنہ
مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ	قتل سے زیادہ سخت ہے۔ مسجد حرام کے پاس ان سے
اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقٰتِلُوْھُمْ	لڑائی نہ کرو جب تک کہ یہ خود تم سے وہاں نہ لڑیں
عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ	اگر یہ تم سے لڑیں تو تم بھی انہیں مارو کافروں کا بدلہ
فِيْهِ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْھُمْ	یہی ہے۔ اگر یہ باز آ جائیں تو اللہ تعالیٰ
كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ فَاِنِ	بخشنے والا مہربان ہے۔ ان سے لڑو جب
انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝	تک کہ فتنہ نہ مٹ جائے اور اللہ تعالیٰ
وَقٰتِلُوْھُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ	کا دین غالب نہ آ جائے۔ اگر یہ رک جائیں
يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۝ فَاِنِ انْتَهَوْا	تو تم بھی رک جاؤ۔ زیادتی تو صرف ظالموں
فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۔	پر ہی ہے۔

(سورہ بقرہ)

اس کے بعد اسی کے سلسلے میں فرمایا۔

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ — حرمت والے مہینے حرمت والے مہینوں کے بدلے

وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْہِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ۔

ہیں اور حرمتیں ادلے بدلے کی ہیں جو تم پہ زیادتی کرے تم بھی اس پر اسی کے مثل زیادتی کرو جو تم پر کی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

یعنی مظلوم کو ظالم سے انتقام لینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ عین انصاف ہے اور اسی سے امن پیدا ہو سکتا ہے۔ سورۂ شوریٰ میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَالَّذِیْنَ اِذَاۤ اَصَابَھُمُ الْبَغْیُ ھُمْ یَنْتَصِرُوْنَ ۝ وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِہٖ فَاُولٰٓئِکَ مَا عَلَیْھِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ ۝ اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَیَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ (شوریٰ ع ۴)

اور جب ان پر ظلم و زیادتی ہو تو وہ صرف بدلہ لے لیتے ہیں برائی کا بدلہ اسی جیسی برائی اور جو معاف کر دے اور صلح کرے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ فی الواقع اللہ تعالیٰ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا اور جو شخص اپنے مظلوم ہونے کے بعد برابر کا بدلہ لے تو ایسے لوگوں پر الزام کا کوئی راستہ نہیں بہ راستہ صرف ان لوگوں پر ہے جو خود دوسروں پہ ظلم کریں اور زمین میں ناحق فساد کرتے پھریں یہی لوگ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

یعنی برائی کا بدلہ لینا جائز ہے جیسا کہ اور دوسری آیتوں میں یہی مضمون آیا ہے۔ البتہ معاف اور درگذر کر دینا بڑی خوبی کی بات ہے لیکن امن عالم کے قائم کرنے کے لئے قصاص لینا یا قتل خطا میں اس کا جرمانہ لینا بھی درست ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی ؕ فَمَنْ عُفِیَ لَہٗ مِنْ اَخِیْہِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَیْہِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِکَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ

اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے آزاد آزاد کے بدلے، غلام غلام کے بدلے عورت عورت کے بدلے، جس کسی کو اس کے بھا[ئی] کی طرف سے کچھ معافی دیدی جائے اسے بھلائی کے پیچھے لگنا چاہئے اور آسانی کے ساتھ دیت ادا کرنی چاہئے تمہارے رب کی طرف سے یہ

Marfat.com

رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (بقرہ)

تخفیف اور رحمت ہے اس کے بعد بھی جو سرکشی کرے اسے دردناک عذاب ہوگا۔ عقل مندو! قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے اس باعث تم قتل ناحق سے بچو گے۔

آخری آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ قصاص میں اور بدلہ لینے میں زندگی ہے حقیقت یہی ہے کہ اگر قتل کرنے والا یہ جان جائے کہ اس کے بدلے میں میں بھی مارا جاؤں گا تو اگر وہ عقلمند ہے تو یقیناً قتل کرنے سے باز رہے گا تو خود بھی زندہ رہا اور جس کو مارنا چاہتا تھا وہ بھی زندہ رہا۔ لہذا دونوں آدمیوں کی جان بچ گئی۔

یہ آیت جامع مانع ہے اور نہایت ہی فصیح و بلیغ ہے اسی مفہوم کو لوگ اپنے محاورے میں اس طرح ادا کرتے تھے کہ "اَلْقَتْلُ اَنْفٰى لِلْقَتْلِ" قتل قتل کو روک دیتا ہے یعنی جب قاتل یہ سمجھ جائے گا کہ میں بھی مارا جاؤں گا تو قتل سے رک جائے گا۔ قتل خطا میں جرمانہ ہے۔ وہاں بھی یہی مقصد ہے کہ نہ سوا ونٹ دے سکے گا نہ قتل کرے گا۔ نہ مومن قتیل ہوگا نہ اونٹ راہ ناپے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۚ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ ۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا

کسی مومن کو دوسرے مومن کا قتل کر دینا زیبا نہیں مگر غلطی سے ہو جائے (تو اور بات ہے) جو شخص کسی مسلمان کو بلا قصد مار ڈالے اس پر ایک مسلمان غلام کی گردن کی آزادگی ہے اور مقتول کے عزیزوں کو خون بہا پہنچانا ہے ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ لوگ بطور صدقہ معاف کر دیں اور اگر مقتول تمہاری دشمن قوم کا ہو اور ہو وہ مسلمان، تو صرف ایک مومن غلام کی گردن آزاد کرنا لازم ہے۔ اور اگر مقتول اس قوم سے ہو کہ تم میں اور ان میں عہد و پیمان ہے تو خون بہا لازم ہے جو اس کے کنبے والے کو پہنچایا جائے اور ایک مسلمان غلام کی آزادگی۔ پس جو نہ پائے اس کے ذمہ دو مہینے کے لگاتار روزے ہیں۔

Marfat.com

فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۔

(نساء)

اللہ سے بخشوانے کے لئے اور اللہ بخوبی جاننے والا اور حکمت والا ہے ۔ اور جو کوئی کسی مومن کو قصداً قتل کر ڈالے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا ۔ اس پر اللہ کا غضب ہے اسے اللہ نے لعنت کی ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے ۔

دنیا کے اوباش اور غنڈوں کو حکومت کے نرم نرم قوانین نے جس قدر آزادی اور ڈھیل دے رکھی ہے اس کا نتیجہ ہے کہ دنیا میں جرائم کی رفتار روز افزوں ہے ۔ اسلام نے مجرموں کے لئے مختلف سزائیں مختلف جرموں پر تجویز کی ہیں وہ اس درجہ موثر اور عبرت خیز ہیں کہ پھر کسی شخص کو ان جرائم کے ارتکاب کی ہمت ہی نہیں ہوتی ۔

آج بھی جن اسلامی ممالک میں حدود و قصاص اسلامی احکام کے مطابق جاری ہیں ۔ وہاں جرائم کی تعداد بنسبت دیگر ممالک کے بہت کم ہے ۔ اس جمہوری دور میں جب کہ حکومت پبلک آراکی غلام ہے ۔ پبلک کی فلاح و بہبود اور ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے اسلام کا تعزیری قانون ناگزیر ہے ۔ لہذا امن کے پیدا کرنے کا واحد ذریعہ اسلامی احکامات کی پابندی ہے ۔ اسلام نے ہر ممکن طریقے سے ارتکاب جرائم کے روکنے کی کوشش کی ہے جس کی پوری تفصیل قرآن مجید اور حدیث شریف میں ہے ۔

آج کل ہر جگہ امن و امان کی پکار ہے لیکن امن حاصل کرنے کے وہ ذرائع استعمال نہیں کئے جاتے بلکہ انسان کے لئے اغماض و تسامح ، چشم پوشی اور ناحق حمایت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے شر و فساد ، قتل و قتال ، بغاوت وغیرہ کے عجیب عجیب مناظر سامنے آرہے ہیں ۔ بغاوت سے روکنے کے لئے بھی اسلامی احکامات کی پابندی ضروری ہے ۔ جو لوگ امن کے اصول و ضوابط کی خلاف ورزی کریں اور باوجود افہام و تفہیم اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے بھی ارتکاب جرائم کے مرتکب ہو جائیں تو ان کے لئے وہی سزا تجویز کی جانے جو اس آیت کریمہ میں ہے ۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ

ان کی سزا جو اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑیں اور زمین میں فساد کرتے پھریں یہی ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی پر چڑھا دیئے جائیں یا ان کے

Marfat.com

أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِن قَبْلِ أَن تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ (مائدہ)

ہو یا ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا ہمیشہ جلاوطن کر دیا جائے۔ یہ تو ہوئی ان کی دنیوی ذلت وخواری اور آخرت میں ان کے لئے بہت بھاری عذاب ہے ہاں جو لوگ اس سے پہلے توبہ کرلیں کہ تم ان پر اختیار پاؤ تو یقین مانو اللہ تعالیٰ بہت بڑی رحمت وبخشش والا ہے۔

قبائل عکل وعرینہ کا ایک گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر ایمان لایا اور مدینہ میں قیام کیا۔ یہاں کی آب وہوا موافق نہ ہوئی اس نے آنحضرتؐ سے شکایت کی تو آپ نے ان کو اونٹوں کی چراگاہ میں بھیج دیا کہ صحرا کی تازہ ہوا کھا کر اور اونٹوں کا تازہ دودھ پی کر قوت وتوانائی حاصل کریں لیکن ان لوگوں نے صحیح وتندرست ہونے کے بعد اسلام کو خیرباد کہا اور مرتد ہوگئے اور تمام چرواہوں کو قتل کر ڈالا اور سارے کے سارے اونٹ اپنے ساتھ لے کر فرار ہوگئے۔ آنحضرتؐ کو جب یہ خبر ہوئی تو آپ نے ان کو گرفتار کراکر سزا دی جس سے امن وامان پیدا ہوگیا اور ڈکیتی ختم ہوگئی۔ (بخاری)

اسی طرح ایک یہودی نے چند زیوروں کے لالچ میں ایک لڑکی کا سر پتھروں کے درمیان میں رکھ کر کچل دیا۔ لڑکی کو لوگ آنحضرت کے پاس لائے۔ ابھی تک لڑکی میں اس قدر ہوش باقی تھی کہ آپ نے قاتل کا نام پوچھا تو اس نے سر اٹھا کر اشارے سے بتا دیا۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے قاتل سے اسی قدر قصاص لیا یعنی اس کے سر کو دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچلوا دیا۔ (بخاری)

اسی طرح سے چند مسلمان خیبر کی طرف گئے اور وہاں پہنچ کر اپنی ضرورت کے لئے متفرق ہوگئے جب لوٹے تو ایک شخص کو مقتول پایا۔ انہوں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر اس واقعہ کی خبر دی۔ آپؐ نے قاتل کے متعلق شہادت طلب فرمائی لیکن وہ لوگ کوئی گواہ نہ پیش کرسکے۔ آنحضورؐ نے خیبر کے یہودیوں سے قسم لینی چاہی لیکن ان لوگوں نے ان کی قسموں پر اعتماد ظاہر نہیں کیا۔ مجبوراً خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کے اونٹوں میں سے اس کی دیت دے دی۔ (بخاری)

قبیلہ ہوطے میں ڈاکوؤں کی ایک خاص جماعت قائم ہوگئی تھی جس نے امن کا شیرازہ بالکل درہم برہم کر دیا تھا۔ اسلام جب عرب میں آیا تو عرب کی تمام قوتوں کا رُخ اس کی طرف پھر گیا۔ اس لئے اسلام اور داعی اسلام پر مالی، سیاسی اور اخلاقی مختلف حیثیتوں سے اس نقص امن کا

اثر بھی پڑا۔ چنانچہ ایک مرتبہ مقام ذی قرد میں آنحضرتؐ کے اونٹوں کا جو گلہ چرا کرتا تھا اس پر قبیلہ غطفان نے دفعتہً ڈاکہ مارا اور تمام اونٹوں کو لوٹ لیا۔ (بخاری)

اس کی سرکوبی کی گئی جس سے امن پیدا ہو گیا۔ تو سب کا خلاصہ یہی ہوا کہ امن پیدا کرنے کے لئے باغیوں سے جنگ کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح سے دیگر جرائم کی روک تھام کے لئے مناسب سزا دی جائے۔

موجودہ زمانہ میں زنا اور بدکاری کی عام وبا پھیلی ہوئی ہے عینی شہادتوں کے بعد اسلام نے جو سزا تجویز کی ہے وہ یہ ہے۔

اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَۃٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَۃٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ

جو مرد و عورت زنا کریں ان کو سو سو درے مارو اگر تم خدا اور آخرت پر یقین رکھتے ہو۔ خدا کے اس حکم کی تعمیل میں مجرموں کے حال پر رحم نہ کرو اور یہ ضروری ہے کہ زناکاروں کو جس وقت سزا دی جانے تو اس وقت مسلمانوں کی ایک جماعت ان کی فضیحت و رسوائی کے لئے موجود رہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مفسرین نے لکھا ہے کہ اگر غیر شادی شدہ مرد یا عورت پر چار گواہوں کی شہادت سے یا حمل سے یا اقرار سے زنا کا جرم ثابت ہو جائے تو ان کو سو درے لگائے جائیں۔ اور اگر مرد و عورت شادی شدہ ہیں اور ان کا جرم ثابت ہو جاتا ہے تو انہیں سنگسار کیا جائے۔

اور اگر شادی شدہ عورت بدکاری سے حاملہ ہے تو وضع حمل کے بعد اسے سنگسار کیا جائے۔ اور لونڈی غلاموں کے لئے سنگ ساری کی سزا نہیں ہے بلکہ ان کے لئے صرف پچاس درّے مقرر ہیں۔ اسی طرح سے چوری کی روک تھام کے لئے بھی اسلام نے ایک خاص سزا مقرر کر رکھی ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا جائے۔ تاکہ آئندہ چوری کی جرأت نہ کر سکے۔

قرآن مجید میں ہے۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ

چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ اللہ کی طرف سے ان کے کردار کے عوض بطور سزا کے

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ کاٹ ڈالو اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

سورۃ مائدہ

اسی طرح سے شراب خوری شرعاً اخلاقاً بہت بڑا جرم ہے۔ اس کی بھی روک تھام کے لئے اسی درے مقرر ہیں اور اگر باز نہ آئیں تو قتل بھی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ:

ناحق نفس کشی نہیں کرنی چاہئے لیکن قصاصاً یا سزاءً امن پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے اسی لئے قرآن مجید میں اِلَّا بِالْحَقِّ کی قید لگی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ خون ناحق سے بچاتا رہے (آمین)

ناحق یتیموں کا مال کھانا

اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے ساتھ احسان کرنے اور ہمدردی کرنے کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ اس نے یہ فرمایا۔

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ۔

اور تم ناحق یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ۔ بجز اس طریقہ کے جو بہت ہی بہتر ہے۔

وہ وہی طریقہ ہے جس میں یتیم کی خیر خواہی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے روز ازل ہی میں یتیموں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا قول و قرار اور عہد و میثاق لے لیا تھا جیسا کہ اس نے فرمایا۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْ اِسْرَآئِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ (بقرہ)

اور وہ وقت یاد کرجب ہم نے اگلے بنی اسرائیل یعنی تمہارے بڑوں سے یہ پکا قول لیا کہ خدا کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرنا۔ اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرنا اور نماز پڑھتے رہنا اور زکوٰۃ دیتے رہنا۔ پھر تم میں سے تھوڑے آدمیوں کے سوا باقی سب پھر گئے اور تم لوگ ہو ہی کچھ ایسے ہی کہ نصیحت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ نے یتیموں کی دلجوئی و غمخواری اور ہمدردی کا اتنا خیال رکھا ہے کہ غنیمت اور مال فئے میں سے ان کا خصوصی حق رکھا ہے۔ جیسا کہ اس نے فرمایا۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (انفال)

اور مسلمانو! جان رکھو کہ جو چیز تم لڑائی میں غنیمت حاصل کرو اس کا پانچواں حصہ خدا کا اور رسول کا اور رسول کے قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى

جو مال اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو ان بستیوں کے لوگوں سے بے لڑے مفت دلوا دے تو وہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (حشر)

کا حق ہے اور رسول کا، رسول کے قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور محتاجوں اور راہ بے توشہ مسافروں کا۔ یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ جو لوگ تم میں مالدار ہیں یہ مال انہیں میں چلتا پھرتا نہ رہے اور مسلمانو! پیغمبر تمہیں جس چیز کا حکم دیں اسے بجا لاؤ اور جس سے منع کردیں اس سے باز رہو اور خدا کے غضب سے ڈرتے رہو کیونکہ خدا کی مار بہت سخت ہے۔

ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یتیموں، محتاجوں، مسافروں اور رشتہ داروں کا حق بیان کیا ہے۔ لیکن یتیم خواہ لڑکی ہو یا لڑکا۔ وہ ہماری اعانتوں کا زیادہ محتاج ہے جس کے سر سے بچپن ہی میں ماں باپ کا سایہ اٹھ گیا ہو۔ وہی والی اور وارث نہیں بلکہ ہر بہی خواہ ہمدرد انسان ہی اس کا والی و سرپرست و نگران ہے۔ اسی لئے خدا نے جگہ جگہ خصوصیت سے یتیموں کے ساتھ ہمدردی کرنے کا حکم دیا ہے۔

بعض لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم کتنا خرچ کریں اور کس کس کو دیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ۝ (بقرہ)

اے پیغمبر! لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ خدا کی راہ میں کیا خرچ کریں تو ان کو سمجھا دو کہ خیرات کے طور پر جو بھی مال خرچ کرو تو وہ تمہارے ماں باپ کا حق ہے قریب کے رشتہ داروں، یتیموں، محتاجوں اور مسافروں کا حق ہے اور تم جو بھی بھلائی لوگوں کے ساتھ کروگے تو اللہ اس کو جانتا ہے۔

یتیموں کی مالی خیر خواہی اور اصلاح کے سلسلے میں بھی بعض لوگوں نے دریافت کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ حکم نازل فرمایا۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ

اور اے پیغمبر! لوگ تم سے یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو ان کو سمجھا دو کہ جس میں ان یتیموں کی بہتری ہے وہ بہتر ہے اور ان سے

Marfat.com

مِنَ الْمُصْلِحِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝
(سورۃ بقرہ)

مل جل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ بگاڑ پیدا کرنے والے کو سنوارنے والے سے الگ پہچانتا ہے اور اگر خدا چاہتا تو تم کو مشکل میں ڈال دیتا بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

یتیموں کے کھانے کی امداد کے سلسلے میں فرمایا ہے کہ جو یتیم بچے اور بچیوں کی پرورش کرتے ہیں اور خدا کی خوشنودی کے لئے کھلاتے پلاتے ہیں وہ بڑے اچھے لوگ ہیں۔

سورہ دہر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰي حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَـتِـيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاۗءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝

اور نیکوکار وہ ہیں جو خدا کا حب کر کے محتاج اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلا دیتے ہیں اور ان کو جتا بھی دیتے ہیں کہ ہم تو تم کو صرف خدا کی رضامندی کے لئے کھلاتے ہیں ہم کو تم سے نہ کچھ بدلہ درکار ہے اور نہ شکر گزاری۔

یتیم لڑکیوں کے نکاح اور ان کے ساتھ عدل و انصاف کرنے کو بھی اللہ تعالےٰ نے خصوصی رعایت فرمائی ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝

اور اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف قائم نہ رکھ سکو گے۔ تو اپنی مرضی کے مطابق دو دو تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کر لو۔ لیکن اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ کئی بیویوں میں برابری کے ساتھ برتاؤ نہ کر سکو گے تو اس صورت میں ایک ہی بیوی کرنا یا جو لونڈی تمہارے قبضے میں ہو اسی پر قناعت کرنا۔

غیر منصفانہ برتاؤ سے بچنے کے لئے یہ تدبیر زیادہ قرین مصلحت ہے۔

یعنی یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کرنے کی صورت یہ تھی کہ یتیم لڑکی کسی کی سرپرستی میں ہوتی اور وہ اس کے مال یا جمال کی وجہ سے اس کے ساتھ نکاح تو کر لیتا لیکن نکاح کے بعد اس کے حقوق مہر وغیرہ کی چنداں پرواہ نہ کرتا۔ کیونکہ اس بیچاری کا کوئی ولی۔

Marfat.com

وارث نہ تھا۔ ٹھونک بجا کر اس کے حقوق لیتا۔ اللہ نے فرمایا جب تم انصاف نہیں کر سکتے تو اس سے نکاح ہی مت کرو کسی اور عورت سے کر لو عورتوں کا دنیا میں کال نہیں۔

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ فِي يَتَامَى النِّسَاءِ اللَّاتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَانِ وَأَنْ تَقُومُوا لِلْيَتَامَى بِالْقِسْطِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا ۝ (نساء)

اور اے پیغمبر! تم سے لوگ یتیم عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کا حکم مانگتے ہیں تو تم ان کو سمجھا دو۔ اللہ تم کو ان کے نکاح کے بارے میں اجازت دیتا ہے اور پہلے بھی اجازت ہی تھی اور پہلے قرآن میں جو حکم تم کو سنایا جا چکا ہے سو وہ واقع میں ان یتیم عورتوں کے بارے میں ہے جن کو تم ان کا حق جو ان کے لئے ٹھہرا دیا گیا ہے نہیں دیتے اور باوجود اس کے ان کے ساتھ نکاح کرنے کی طرف راغب ہو اور نیز خدا بے بس بچوں کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ ان کے حقوق کی حفاظت کرو اور خاص کر یہ کہ یتیموں کے حق میں انصاف کو ملحوظ رکھو اور یتیموں کے ساتھ کسی قسم کی بھی نیکی کرو گے تو اللہ اس کو جانتا ہے یعنی تم کو اس کا اجر دے گا۔

یعنی عرب کے لوگوں کے مزاج میں سختی اور درشتی تو تھی ہی اور ابنائے جنس میں سب سے زیادہ کمزور عورتیں اور یتیم ہیں تو ان ہی دو گروہوں پر لوگوں سے طرح طرح کی بے رحمیاں ظاہر ہوتی تھیں۔

اسلام نے ان تمام ظلموں کی رخنہ بندیاں کیں جو احکام عورتوں کے بارے میں نازل ہوئے وہ اس سے پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔

یتیموں کے مال کی حفاظت کے لئے حکم دیا گیا کہ خورد برد نہ کرنا۔ ان کا کھانا پینا ساتھ رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں اس کی احتیاط چاہئے کہ کسی طرح ان کی حق تلفی نہ ہو اسی طرح یتیم لڑکیوں کے بارے میں یہ حکم دیا جا چکا ہے کہ اگر تم سے ان کے حقوق کی رعایت نہ ہو سکے تو بہتر یہ ہے کہ ان کو اپنے نکاح میں نہ لاؤ۔ صلاح کے طور پر ایک بات بتائی گئی تھی لوگوں نے سمجھا کہ یتیم لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا روا نہیں۔

اس غلط فہمی کے آثار مرتب ہونے لگے کہ بعض صورتوں میں جیسا کہ سرپرست یتیم لڑکی کے ساتھ خود نکاح کر لینے میں اس کی پاسداری کرتا دوسرا شوہر نہیں کر سکتا اور خیال یہ تھا کہ نکاح

کرنا بھی منع ہے۔ تو ان آیتوں میں اس غلط فہمی کی اصلاح کر دی گئی۔

یتیموں کے مال و متاع کی نگرانی ضروری ہے اور اس میں ناجائز تصرف کرنا یا اس کو اپنا سمجھ کر جلدی جلدی کھا لینا تاکہ ان کے بالغ ہونے کے بعد ان کو نہ دینا پڑے یا ان کا اچھا مال لے لینا اور اپنا ردی مال دے دینا جائز نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ فرمایا۔

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ○ (نساء)

اور یتیموں کے مال ان کے حوالے کرو اور مال طیب کے بدلے مال حرام نہ لو اور ان کے مال اپنے مالوں میں ملا کر خورد برد نہ کرو۔ کیونکہ یہ بہت ہی بڑا گناہ ہے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاۗءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ○

اور مال جس کو خدا نے تمہارے لئے ایک طرح کا سہارا بنایا ہے ان یتیموں کے حوالے نہ کرو جو کم عقل ہوں ہاں اس میں سے ان کے کھانے پینے میں صرف کرو اور ان کو نرمی سے سمجھا دو اور یتیموں کو دنیا کے کاروبار میں لگائے رہو۔ یہاں تک کہ نکاح کی عمر تک پہنچ جائیں۔ اس وقت اگر ان میں صلاحیت دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو اور ایسا نہ کرنا کہ ان کے بڑے ہونے کے اندیشے میں فضول خرچی کر کے جلدی جلدی ان کا مال کھا پی کر ختم کر دو اور جو ولی سرپرست ہو اور مالدار ہو تو اسے یتیم کا مال اپنے اوپر خرچ کرنے سے بچنا چاہئے۔ اور جو حاجت مند ہو وہ دستور کے مطابق بقدر ضرورت کھائے تو کوئی مضائقہ نہیں اور جب ان کے مال ان کے حوالے کرنے لگو تو لوگوں کو مال لینے کا گواہ بنا لو ورنہ حساب لینے والا تو درحقیقت اللہ کافی ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ

جو لوگ ناحق یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے

Marfat.com

الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا (نساء)

پیٹ میں بس انگارے بھرتے ہیں اور عنقریب (مرنے کے بعد) دوزخ میں پڑیں گے

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝

اور لوگو یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جانا مگر ایسے طور پر کہ اس کے حق میں بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کی عمر تک پہنچے اور انصاف کے ساتھ پوری پوری ناپ کرو اور پوری پوری تول ہم کسی پر اس کی سکت سے بڑھ کر بوجھ نہیں ڈالتے اور گواہی دینی ہو یا فیصلہ کرنا ہو جب بات کہو تو اگرچہ فریق تمہارا اپنا قرابت مند کیوں نہ ہو انصاف کا پاس کرو اور اللہ کے ساتھ جو عہد کر چکے ہو اس کو پورا کرو یہ ہیں وہ باتیں جن کا تم کو خدا نے حکم دیا ہے تاکہ نصیحت پکڑو۔

یتیموں کی خدمت اور مدارات سے اللہ تعالیٰ نے اکرام اور نعمت بخشنے کا وعدہ کیا ہے اور ان سے لاپرواہی سے روزی میں تنگی پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْ اَكْرَمَنِ ۝ وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْ اَهَانَنِ ۝ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝

لیکن انسان کا حال یہ ہے کہ جب اس کا پروردگار اس طرح پر اس کے ایمان کو آزماتا ہے کہ اس کو عزت اور نعمت دیتا ہے تو وہ خوش ہو کر کہتا ہے کہ میرا پروردگار میری تعظیم اور تکریم کرتا ہے اور جب وہ اس کے ایمان کو یوں آزماتا ہے کہ اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ ناخوش ہو کر بڑبڑاتا ہے کہ میرا پروردگار مجھے ذلیل سمجھتا ہے مگر تم لوگوں کا یہ خیال غلط ہے تم خود ایسے بخیل ہو کہ یتیم کی خاطر داری نہیں کرتے اور ایک دوسرے کو محتاج کے کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتے۔

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ (ماعون)

اے پیغمبر بھلا تم نے اس شخص کے حال پر بھی نظر کی جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے اور اسی سبب سے وہ ایسا سنگ دل ہو گیا ہے کہ یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو آپ کھانا کھلانا تو درکنار لوگوں کو بھی اس کے کھلانے کی

Marfat.com

ترغیب نہیں دیتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود یتیم تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ یتیم کی قدر کرو اور عزت کی نگاہ سے دیکھو اس کو نہ جھڑکو۔ جیسا کہ فرمایا۔

وَالضُّحٰى وَاللَّيْلِ إِذَا سَجٰى ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

قسم ہے چاشت کے وقت کی اور رات کی قسم جب چھا جائے نہ تو تمہارے رب نے تم کو چھوڑا اور نہ بیزار ہوا۔ یقیناً تمہارا انجام آغاز سے بہتر ہے۔ تم کو تمہارا رب جلد انعام دے گا اور تم راضی اور خوش ہو جاؤ گے۔ کیا اس نے یتیم پاکر تجھے جگہ نہیں دی اور کیا تمہیں ناواقف پاکر ہدایت نہیں دی اور کیا تمہیں تنگ دست پاکر توانگر نہیں بنا دیا۔ پس یتیم پر تم کبھی سختی نہ کیا کرو اور نہ سوال کرنے والوں کو ڈانٹو اور اپنے رب کے احسان کو بیان کرو۔

بعض دفعہ انسان کو کچھ ایسی ضرورت پیش آجاتی ہے کہ اپنے پاس نہ ہونے کی وجہ سے دوسرے سے سوال کرکے اپنی ضرورت پوری کرتا ہے۔ ایسی ضرورتیں عموماً چھوٹے بڑے سب ہی کو پیش آیا کرتی ہیں۔ اس حیثیت سے انسان ایک دوسرے کا محتاج ہے۔ اس میں قباحت نہیں ہے۔ البتہ بلا ضرورت زیادہ مال حاصل کرنے کے لئے سوال کرنا یا اسی کو پیشہ بنا لینا مذموم ہے۔ اور اسی کو گداگری کا پیشہ کہتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے اور ایسی کمائی حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشہ کی بڑی مذمت فرمائی ہے۔

یتیم کی خدمت کرنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں ہوں گے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا۔

اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَيْنَهُمَا۔

(بخاری)

میں اور یتیم کی پرورش کا ذمہ دار دونوں جنت میں اس طرح ساتھ رہیں گے جس طرح یہ دونوں انگلیاں ہیں یعنی شہادت والی اور درمیان کی انگلی اور ان دونوں کے درمیان فاصلہ رکھا۔

ایک دوسری جگہ آپ نے فرمایا۔

Marfat.com

جو کسی مسلمان یتیم بچے کو اپنے ساتھ کھانے پلانے کا اس کو یقیناً اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ کوئی ایسا گناہ کرے جو معاف ہی نہ ہو۔ جیسے شرک وکفر وغیرہ۔ (ترمذی)

آپ نے یہ بھی فرمایا۔

اِنَّ اَحَبَّ الْبُیُوْتِ اِلَی اللّٰہِ بَیْتٌ فِیْہِ یَتِیْمٌ مُکْرَمٌ۔

اللہ کے نزدیک سب گھروں سے پیارا وہ گھر ہے جس میں یتیم کی عزت اور عزت کی جائے۔

مَنْ مَسَحَ عَلٰی رَأْسِ یَتِیْمٍ لَمْ یَمْسَحْہُ اِلَّا لِلّٰہِ کَانَ لَہٗ فِیْ کُلِّ شَعْرَۃٍ مَرَّتْ عَلَیْہَا یَدُہٗ حَسَنَاتٌ۔ (احمد، ترغیب)

جو اللہ کے لئے کسی یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ پھیرے گا تو اس کے ہاتھ کے نیچے سے جتنے بال گذریں گے ہر بال کے بدلے میں نیکیاں ملیں گی۔

اِنَّ رَجُلًا شَکٰی اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَسْوَۃَ قَلْبِہٖ فَقَالَ اِمْسَحْ رَأْسَ الْیَتِیْمِ وَاَطْعِمِ الْمِسْکِیْنَ (احمد وترغیب)

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی سخت دلی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا تم یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو تمہارا دل نرم ہو جائے گا۔

اور فرمایا۔

وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ لَا یُعَذِّبُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مَنْ رَحِمَ الْیَتِیْمَ وَلَانَ لَہٗ فِی الْکَلَامِ (طبرانی)

اس ذات پاک کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ دنیا میں بھیجا ہے قیامت کے دن خدا اس کو عذاب نہیں کرے گا جو یتیم پر رحم کرے اور نرمی سے گفتگو کرے

ان احادیث سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی خدمت میں کتنا بڑا ثواب ہے اور اگر ان یتیموں کا حق اور دوسرے حق والوں کا حق نہیں دیا گیا تو بہت بڑا گناہ اور عقاب ہے۔

مشرکین عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی مر جاتا تو اس کی بڑی اولاد کو اس کا مال مل جاتا چھوٹی اولاد اور عورتیں بالکل محروم رہتیں۔ اسلام نے حقوق کا حکم نازل فرما کر سب کی مساویانہ حیثیت قائم کر دی۔ وارث تو سب ہوں گے خواہ قرابت حقیقی ہو یا بوجہ عقد زوجیت کے ہو۔

ام کجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتی ہیں کہ حضور! میرے دو لڑکے ہیں ان کے والد فوت ہو گئے اور ان کے پاس کچھ نہیں پس یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَۃَ اُولُو الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنُ فَارْزُقُوْھُمْ مِّنْہُ وَقُوْلُوْا

Marfat.com

بھم نورا معرذ فاد

ابن ابی حاتم میں ہے کہ صحابہ کرام نے حضور سے معراج کی رات کا واقعہ پوچھا جس میں آپ نے فرمایا کہ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ لٹک رہے ہیں اور فرشتے انہیں گھسیٹ کر ان کا منہ کھول دیتے ہیں پھر جہنم کے گرم پتھر ان میں ٹھونس دیتے ہیں جو ان کے پیٹ میں اتر کر پیچھے کے راستے سے نکل جاتے ہیں اور وہ بے طرح چیخ چلا رہے ہیں۔ ہائے وائے مچا رہے ہیں۔ میں نے حضرت جبرئیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ یتیموں کا مال کھا جانے والے ہیں جو اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب جہنم میں جائیں گے۔ حضرت سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

"یتیم کا مال کھا جانے والا قیامت کے روز اپنی قبر سے اس طرح اٹھایا جائے گا کہ اس کے منہ، آنکھوں، نتھنوں اور تمام روئیں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے۔ ہر شخص دیکھتے ہی پہچان لے گا کہ اس نے کسی یتیم کا مال ناحق کھا رکھا ہے۔"

ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ان دونوں ضعیفوں کا مال بچا دو عورتوں کا اور یتیم کا۔ ان کے مال سے بچو۔ اور جب یہ آیت اتری:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا	یعنی جو لوگ ظلم سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب وہ جہنم میں داخل ہوں گے۔

تو یہ سن کر ان لوگوں نے جو یتیموں کے والی تھے، یتیموں کا کھانا، ان کا پانی اپنے گھر کے کھانے پانی سے بالکل جدا کر دیا۔ اب اگر اس کا پکا ہوا کھانا بچ رہا تو اسے یا تو وہی دوسرے وقت کھائے یا خراب ہو جائے۔ تو اس طرح ایک طرف تو ان یتیموں کا نقصان ہونے لگا۔ دوسری طرف والیان یتیم بھی تنگ آ گئے کہ کب تک ایک ہی گھر میں اس طرح رکھ رکھاؤ کیا کریں تو ان لوگوں نے آ کر حضور سے عرض کی جس پر یہ آیت "قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ الآیۃ" نازل ہوئی۔ اور نیک نیتی و دیانت داری کے ساتھ ان کے مال کو اپنے مال میں ملانے کی رخصت دی گئی ابو داؤد و نسائی وغیرہ میں یہ روایتیں موجود ہیں اور سلف خلف کی ایک بہت بڑی جماعت نے اس کا شان نزول یہی بیان فرمایا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔

Marfat.com

یتیم کے ذرا ذرا سے مال کی اس طرح دیکھ بھال سخت مشکل ہے کہ اس کا کھانا پینا الگ ہو اور اصلاح بھی چاہیے تو یہی علیحدگی مراد ہے لیکن پھر وان تخالطوھم فرما کر کھانا پینا ملا جلا رکھنے کی اجازت دی گئی اس لئے وہ بھی دینی بھائی ہیں۔ ہاں نیت نیک ہونی چاہیے۔ قصد اور ارادہ اگر یتیم کی نقصان رسانی کا ہے تو وہ بھی خدا تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں اور اگر مقصود یتیم کی بھلائی اور اس کے مال کی نگہبانی ہے تو اسے بھی علام الغیوب بخوبی جانتا ہے پہلے لوگ ایسا کیا کرتے تھے کہ یتیموں کی بکریوں کے ریوڑ میں سے عمدہ بکری لے لی اور دبلی پتلی بکری دے دی کہ گنتی پوری ہو جائے کھوٹا درہم اس کے مال میں ڈال کر کھرا نکال لیا اور پھر سمجھ لیا کہ ہم نے تو بکری کے بدلے بکری اور درہم کے بدلے درہم لیا ہے۔ ان کے مالوں میں اپنا مال خلط ملط کر کے پھر یہ حیلہ کر کے کہ اب امتیاز کیا ہے؟ ان کے مال تلف نہ کرو یہ بڑا گناہ ہے۔

پھر فرماتا ہے کہ تمہاری پرورش میں کوئی یتیم لڑکی ہو اور تم اس سے نکاح کرنا چاہتے ہو لیکن چونکہ اس کا اور کوئی نہیں اس لئے تم ایسا نہ کرو کہ مہر اور حقوق میں کمی کر کے اسے اپنے گھر ڈال لو۔ اس سے باز رہو اور عورتیں بہت ہیں جن سے چاہو نکاح کر لو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک یتیم لڑکی تھی جس کا وارث تھا اس کے مال کے لالچ میں بغیر اس کا پورا مہر وغیرہ مقرر کرنے کے اس سے نکاح کر لیا۔ جس پر یہ آیت اتری میرا خیال ہے کہ اس کے باغ میں اور مال میں یہ لڑکی حصہ دار تھی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن شہاب نے حضرت عائشہ سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو آپ نے فرمایا، بھانجے! یہ ذکر اس یتیم لڑکی کا ہے جو اپنے ولی کے قبضہ میں ہے اس کے مال میں شریک ہے اور اسے اس کا مال وجمال اچھا لگتا ہے چاہتا ہے کہ اس سے نکاح کرلے۔ اس کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی بابت دریافت کیا اور یہ آیت "وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ" نازل ہوئی۔

اور فرمایا گیا۔ جب یتیم لڑکی کم مال والی اور کم جمال والی ہوتی ہے اس وقت تو اس کے والی اس سے بے رغبتی کرتے ہیں۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ مال وجمال پر مائل ہو کر اس کے پورے حقوق ادا نہ کر کے اس سے اپنا نکاح کر لیں۔ ہاں عدل وانصاف سے پورا مہر وغیرہ مقرر کریں تو کوئی حرج نہیں۔ ورنہ عورتوں کی کمی نہیں اور جس سے چاہیں اپنا نکاح کر لیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

Marfat.com

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُم مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَن يَكْبَرُوا وَمَن كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَن كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيبًا۔

اور یتیموں کو ان کے بالغ ہونے تک سدھارتے رہو اور آزماتے رہا کرو پھر اگر ان میں تم ہوشیاری اور حسن تدبیر پاؤ تو انہیں ان کے مال سونپ دو اور ان کے بڑے ہو جانے کے ڈر سے ان کے مالوں کو جلدی جلدی فضول خرچیوں میں تباہ نہ کرو۔ مالدار کو چاہئے کہ اس مال سے بچتا رہے ہاں اگر مسکین اور محتاج ہو تو وہ بقدر ضرورت استعمال کر سکتا ہے۔ پھر جب انہیں ان کے مال سونپو تو گواہ کر لیا کرو اور اصل حساب لینے والا خدا کافی ہے۔

یعنی یتیموں کی دیکھ بھال رکھو یہاں تک کہ وہ جوانی تک پہنچ جائیں۔ یہاں نکاح سے مراد بلوغت ہے اور بلوغت کی نشانی یہ ہے کہ اسے خاص قسم کے خواب آنے لگیں جس میں خاص پانی اچھل کر نکلتا ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بخوبی یاد ہے کہ "احتلام کے بعد یتیمی نہیں اور نہ چپ رہنا ہے۔"

دوسری حدیث میں ہے کہ:

"تین قسم کے لوگوں سے قلم اٹھا لیا گیا ہے۔ بچے سے جب تک بالغ نہ ہو جائے، سونے والے سے جب تک بیدار نہ ہو جائے اور مجنون سے، جب تک ہوش میں نہ آ جائے"

بلوغ کی دوسری علامت بعض کے نزدیک یہ ہے کہ پندرہ سال کی عمر ہو جائے۔ اس کی دلیل بخاری و مسلم کی حضرت عمرؓ والی حدیث ہے۔ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ اُحد کی لڑائی میں مجھے حضور نے اپنے ساتھ نہیں لیا اس وقت میری عمر چودہ سال کی تھی۔ اور خندق کی لڑائی میں پیش کیا گیا تو آپ نے قبول فرمالیا۔ اس وقت میں پندرہ سال کا تھا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو جب یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا۔ بالغ و نابالغ کی حد یہی ہے۔

بلوغت کی تیسری علامت یہ ہے کہ زیر ناف کے بال نکل آئیں تو اولیاء سے کہا گیا

Marfat.com

ہے کہ بلوغت کے بعد گواہ رکھ کر ان کے مال ان کے سپرد کر دو تاکہ انکار کی نوبت نہ آسکے۔ یوں تو دراصل سچا شاہد اور حقیقی نگران اور ہر ایک کا حساب لینے والا اللہ ہی ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ ولی نے یتیم کے مال میں نیت کیسی رکھی آیا خرد برد اور تباہ و برباد کیا۔ غلط طریقے سے حساب سمجھایا صاف دلی نیک نیتی سے نہایت ہی چوکس اور صفائی سے اس کے مال کا پورا پورا خیال رکھا اور حساب و کتاب صاف رکھا۔

ان سب باتوں کا حقیقی علم تو اسی نگران اور نگہبان کو ہے۔

Marfat.com

ایفائے عہد

جب کسی سے کوئی وعدہ کیا جائے تو اسے پورا کرنے کو "ایفائے عہد" کہتے ہیں۔
وعدہ کا پورا کرنا نہایت ہی ضروری ہے جو لوگ وعدہ کو پورا نہیں کرتے وہ سخت مجرم ہیں۔
سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کا عہد لیا تھا جن لوگوں نے اس وعدے کو پورا کیا وہ فرماں بردار مسلمان کہلاتے ہیں اور جن لوگوں نے وعدہ پورا نہیں کیا وہ نافرمان کافر کہلاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔

اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۔ — وعدے کو پورا کرو اس لئے کہ قیامت کے دن اس کی بازپرس ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص میں تین باتیں ہوں گی وہ پکا منافق ہوگا۔

اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ ۔ (بخاری) — جب بات کرے جھوٹ بولے (۲) جب وعدہ کرے وعدہ خلافی کرے (۳) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

اللہ تعالیٰ نے وعدہ پورا کرنے والوں کی بڑی تعریف فرمائی ہے چنانچہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ایک بہت بڑے نبی گذرے ہیں ان کے متعلق فرمایا۔ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ۔ وعدے کے بڑے سچے تھے۔ جو بھی وعدہ کرتے تھے وہ ضرور پورا کرتے تھے۔ اسی طرح ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعدہ کے بڑے سچے تھے۔
عبداللہ ابن ابی الحمسا فرماتے ہیں کہ آپ کی نبوت سے پہلے میں نے آپ سے کوئی چیز خریدی تھی اس میں کچھ میرے ذمہ آپ کا حق رہ گیا تھا۔ میں نے عرض کیا، آپ فلاں جگہ تشریف رکھیں۔ میں ابھی آکر آپ کا حق ادا کردوں گا۔ میں جاکر بھول گیا اور تین دن کے بعد مجھے یاد آیا تو اس جگہ حاضر ہوکر کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں تشریف فرما ہیں۔ مجھے دیکھ کر آپ نے صرف اتنا فرمایا کہ تین روز سے تمہارے انتظار میں یہاں ٹھہرا ہوا ہوں (ابوداؤد)

Marfat.com

آپ کے اس ایفائے عہد کو دشمن بھی تسلیم کرتے تھے۔ چنانچہ قیصر روم نے اپنے دربار میں آپ کے متعلق حضرت ابوسفیان سے جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ بہت سی باتیں دریافت کی تھیں۔ ان میں سے ایک بات یہ تھی۔ فَهَلْ يَغْدِرُ۔ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم عہد شکنی کرتے ہیں تو ابوسفیان نے یہ جواب دیا۔ لا۔ وہ عہد شکنی نہیں کرتے۔

قیصر روم نے کہا۔

وَكَذَٰلِكَ الرُّسُلُ لَا تَغْدِرُ۔ — ان کے رسول بدعہدی نہیں کیا کرتے۔

(بخاری)

وعدے کو پورا کرنا عین ایمان ہے جو لوگ وعدہ کر کے پورا نہیں کرتے وہ بڑے مجرم اور بے دین ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا أَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ (احمد۔ ترغیب)

جو امانت دار نہ ہو وہ مومن نہیں۔ جو بدعہد ہے وہ وہ بے دین ہے۔

اور فرمایا۔

مَا نَقَضَ قَوْمٌ الْعَهْدَ إِلَّا كَانَ الْقَتْلُ بَيْنَهُمْ وَلَا ظَهَرَتِ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ إِلَّا سَلَّطَ عَلَيْهِمُ الْمَوْتَ وَلَا مَنَعَ قَوْمٌ الزَّكٰوةَ إِلَّا حُبِسَ عَنْهُمُ الْقَطْرُ (حاکم، ترغیب)

عہد شکن قوم میں جدال ہوتا ہے۔ زنا کار قوم میں موت زیادہ ہوتی ہے۔ زکوٰۃ نہ دینے والے قحط و کال میں مبتلا ہوتے ہیں۔

اور ایک روایت میں ہے۔

فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَدْلًا وَّلَا صَرْفًا (مسلم)

جو شخص کسی مسلمان سے عہد و وعدہ کر کے توڑ دے تو اس کے اوپر اللہ کی اور تمام فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت پڑتی ہے اور اس کی کوئی نفل اور فرض عبادت مقبول نہیں ہوتی۔

ایفائے عہد کی تاکید اور نقض عہد کی مذمت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔

وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللهِ إِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا

اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب کہ تم آپس میں قول و قرار کرو اور قسموں کو ان کی پختگی کے بعد توڑ

Marfat.com

وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا
اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ وَلَا
تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْ
بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ۭ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ
دَخَلًا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ
اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ۭ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ
وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ
فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ (نحل)

نہ کرو باوجودیکہ تم خدا کو اپنا ضامن بنا چکے ہو جو کچھ تم کر رہے ہو یقیناً خدا اس کو جانتا ہے اور تم اس عورت کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت مضبوط کاتنے کے بعد ٹکڑے ٹکڑے کر کے توڑ ڈالا ہو کہ ٹھہرا دو تم اپنی قسموں کو آپس کے مکر کا باعث۔ اس لئے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے بڑھ جائے۔ بات صرف یہی ہے کہ اس زیادتی سے خدا تمہیں آزما رہا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر اس بات کو کھول کھول کر بیان کر دے گا جس کے بارے میں تم اختلاف کر رہے ہو۔

یعنی ایفائے عہد کی تاکید اور عذر و بدعہدی سے ممانعت کہ یہ چیز علاوہ فی نفسہٖ مہتم بالشان ہونے کے اس وقت مخاطبین کے بہت زیادہ مناسب حال تھی۔ جس کا مسلم قوم کے عروج و ترقی اور مستقبل کی کامیابی پر بے انتہا اثر پڑنے والا تھا۔ اسی لئے حکم دیا جب خدا کا نام لے کر اور قسمیں کھا کر معاہدے کرتے ہو تو خدا کے پاک نام کی حرمت بھی قائم رکھو۔ کسی قوم سے یا کسی شخص سے معاہدہ ہو (بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہو) تو مسلمان کا فرض ہے کہ اسے پورا کرے خواہ اس میں کتنی ہی مشکلات اور صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑے۔

"قول مرداں جان دارد"

خصوصاً جب خدا کا نام لے کر اور حلف کے ساتھ کوئی معاہدہ کیا ہے تو سمجھنا چاہئے کہ قسم کھا کر گویا خدا کو اس معاملہ کا گواہ یا ضامن بناتا ہے وہ جانتا ہے جب تم اسے گواہ بنا رہے ہو۔ اور یہ بھی جانتا ہے کہ کہاں تک اس گواہی کا لحاظ رکھتے ہو۔ اگر تم نے خیانت اور بدعہدی کی تو وہ اپنے علم محیط کے موافق پوری سزا دے گا۔ کیونکہ تمہاری کسی قسم کی کھلی چھپی دغا بازی اس سے مخفی نہیں رہ سکتی۔

عہد باندھ کر توڑ ڈالنا ایسی حماقت ہے جیسے کوئی عورت دن بھر سوت کاتے پھر اسے شام کو توڑ کر پارہ پارہ کر دے چنانچہ مکہ میں ایک دیوانی عورت اسی طرح کیا کرتی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ معاہدات کو محض کچے دھاگے کی طرح سمجھ لینا کہ جب چاہا کاتا اور جب

Marfat.com

چاہا انگلیوں کے اشارہ سے بے تکلف توڑ ڈالا۔ سخت ناعاقبت اندیشی اور دیوانگی ہے بات کا اعتبار نہ رہے تو دنیا کا نظام مختل ہو جائے۔ قول و قرار کی پابندی سے ہی عدل کی ترازو سیدھی رہ سکتی ہے۔ جو قومیں قانون و انصاف سے ہٹ کر محض اغراض و خواہشات کی پوجا کرنے لگتی ہیں۔ ان کے یہاں معاہدات صرف توڑنے کے لئے رہ جاتے ہیں۔ جہاں معاہد قوم کو اپنے سے کمزور دیکھا سارے معاہدات ردی کی ٹوکری میں پھینک دئے۔

معاہدوں اور قسموں کو فریب و دغا بازی، مکاری و حیلہ سازی کا آلہ مت بناؤ۔ جس طرح اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ ایک جماعت کو اپنے سے طاقت ور دیکھ کر معاہدہ کر لیا پھر جس وقت کوئی جماعت اس سے معزز اور طاقت ور سامنے آئی پہلی جماعت سے معاہدہ توڑ کر نئی جماعت سے گانٹھ لیا۔ پھر چند روز بعد ان حلفا کو کمزور بنانے اور اپنے کو بڑھانے کا موقع پا کر فوراً معاہدات توڑ ڈالے۔ جس طرح آج کل کا معمول بن گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا۔

وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ (بقرہ)	اس سے وہ انہیں گمراہ کرتا ہے جو حکم نہیں مانتے جو خدا کا عہد باندھ کر توڑتے ہیں اور خدا نے جسے جوڑنے کو کہا اسے توڑتے ہیں۔

یعنی عہد شکنی کرنے والے صریح گمراہ اور فاسق ہیں اور فاسقوں کی بری درگت ہے اور مومنوں کی شان میں وہ صفتیں بیان کی گئی ہیں جو آخرت میں کام آنے والی اور نجات اخروی کا ذریعہ بننے والی ہیں۔

نیکی و بھلائی کا انحصار صرف نماز روزہ ہی میں نہیں ہے بلکہ ان کے علاوہ بہت سی چیزوں میں ہے۔ جن میں سے ایک چیز ایفائے عہد بھی ہے۔ مندرجہ ذیل آیتوں کو پڑھنے اور سمجھنے کہ عہد پورا کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى	نیکی یہی نہیں کہ اپنا منہ مشرق یا مغرب کی طرف کر لو بلکہ نیکی کی بات تو یہ ہے کہ اللہ اور آخرت اور فرشتوں اور آسمانی کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور مال اللہ کی محبت پر رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں

حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِیْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔

مسافروں اور مانگنے والوں کو دے اور غلامی وغیرہ کی قید سے لوگوں کی گردنوں کو چھڑائے نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے اور جب کسی بات کا اقرار کرے تو اس کو پورا کرے تنگی اور تکلیف اور جل چل کے وقت میں ثابت قدم رہے یہی لوگ ہیں جو سچے نکلے اور یہی لوگ پرہیزگار و متقی ہیں۔

ان آیتوں میں اعمال بر میں سے یہ بھی شمار کیا ہے کہ جب لوگوں سے قول و قرار اور عہد و اقرار کرتے ہیں تو اس کو پورا کرتے ہیں۔

سورۂ معارج میں بھی یہی فرمایا۔

وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ۔

جنت ان ہی لوگوں کو ملے گی جو اپنی امانتوں اور قول و قرار کی نگرانی کرنے والے ہیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عٰهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا۔

(احزاب)

ایمان والوں میں سے بعض وہ مرد ہیں جنہوں نے جو وعدہ کیا وہ پورا کر دکھایا۔ تو ان میں تو کوئی اپنا کام پورا کر چکا اور کوئی وقت کا انتظار کر رہا ہے اور ان میں ذرا بھی تبدیلی نہیں آئی۔

یعنی بعض لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد و میثاق کیا تھا اس کو کما حقہٗ پورا کر دیا اور بعض اسکے منتظر ہیں۔ یہ ان منافقین کی طرح نہیں ہیں جو عہد و اقرار کرنے کے باوجود پھر گئے جیسا کہ اس سورہ کے پہلے رکوع میں آیا ہے۔

وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا۔ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ یٰٓاَهْلَ یَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا وَیَسْتَاْذِنُ

اس وقت منافق اور کمزور دل والے کہنے لگے خدا اور اس کے رسول نے ہم سے محض دھوکہ فریب کے ہی وعدے کئے تھے۔ ان ہی کی ایک جماعت نے ہانک لگائی کہ اے مدینے والو! تمہارے ٹھہرنے کا یہ موقع نہیں، چلو،

فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ہ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَا اِلَّا يَسِيْرًا ہ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ہ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ہ۔

لوٹ چلو۔ ان کی ایک اور جماعت یہ کہہ کر نبی سے اجازت مانگنے لگی کہ ہمارے گھر خالی اور غیر محفوظ ہیں، حالانکہ وہ کھلے ہوئے اور غیر محفوظ نہ تھے بلکہ ان کا تو پختہ ارادہ بھاگ کھڑے ہو جانے کا ہو چکا تھا۔ اگر مدینہ کی طرف سے ان پر لشکر داخل کئے جائیں پھر ان سے فتنہ طلب کیا جائے تو یہ ضرور اسے برپا کر دیں گے اور کچھ ڈھیل بھی کریں گے تو یوں ہی سہی۔ اس سے پہلے تو انہوں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ پیٹھ نہ پھیریں گے۔ اللہ سے لئے ہوئے عہدوں کی بازپرس ضرور ہے کہہ دے کہ گو تم موت سے یا قتل سے بھاگو تو یہ بھاگنا تمہیں کچھ بھی کام نہ آئے گا اور اس وقت تم بہت ہی کم فائدہ مند کئے جاؤ گے

آیتِ کریمہ کا مفہوم ترجمہ سے واضح ہو گیا اس میں بھی یہی ہے وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ہ اور اللہ سے کئے ہوئے عہد کی بازپرس ہوگی کہ تم نے کیوں عہد و اقرار اور وعدے کو پورا نہیں کیا عہد کو توڑنا گویا ایمان کو توڑنا ہے۔

جو شخص عہد و اقرار کو پورا کرتا ہے وہ دین دار ہے اور جو نہیں پورا کرتا ہے وہ بے دین ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهٗ۔

(ترغیب)

خیانت کرنے والا اور امانت نہ واپس کرنے والا ایماندار نہیں ہو سکتا اور نہ عہد توڑنے والا دیندار ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو امانت دار اور دین دار بنائے اور اسی پر سب کا خاتمہ کرے۔

آمین

ناپ تول میں کمی بیشی

ناپ تول میں کمی بیشی کرنا درحقیقت دوسرے کے حق پر ہاتھ ڈالنا ہے۔ جو کوئی لینے میں تول کر بڑھاتا ہے اور دینے میں گھٹاتا ہے وہ دوسرے کی چیز پر بے ایمانی سے قبضہ کرتا ہے اور یہ بھی چوری ہی ہے اس لئے قرآن مجید میں اس سے بچنے کی خاص طور سے تاکیدیں آئی ہیں۔

حضرت شعیبؑ کی قوم سوداگری کرتی تھی اس لئے ان کی دعوت میں ناپ تول میں ایمانداری کی تاکید بار بار کی گئی ہے۔ حضرت شعیبؑ سمجھاتے رہے۔

اَوْفُوا الْکَیْلَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ ۝ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ۝ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَھُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ۝	اور ناپ تول میں پورا کر کے دو۔ کم کرنے والے نہ ہو اور سیدھی ترازو سے تولو اور مت گھٹاؤ لوگوں کی چیزوں کو اور ملک بھر میں فساد مت پھیلاؤ۔

اھود

یہی حضرت شعیبؑ مدین والوں کو سمجھایا کرتے تھے جو مشرق و مغرب کے تجارتی قافلوں کے راہگذار میں آباد تھے۔

وَلَا تَنْقُصُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْ اَرٰکُمْ بِخَیْرٍ وَّاِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ۝ وَیٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَھُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ۝	اور ناپ تول میں کمی نہ کرو، میں تم کو آسودگی میں دیکھتا ہوں اور ایک گھیر لینے والے دن کی آفت سے تم پر ڈرتا ہوں اور اے لوگو! ناپ اور تول کو انصاف سے پورا کرو اور لوگوں کی چیزوں کو گھٹا کر مت دو اور ملک میں فساد مت پھیلاتے پھرو۔

یہ آیت بتاتی ہے کہ ناپ تول کی بے ایمانی سے خیر و برکت جاتی رہتی ہے یا ظاہری نظر سے دیکھئے تو یوں کہئے کہ جو لوگ ناپ تول میں کمی بیشی کرتے ہیں بالآخر ان کے بیوپار کی تباہی کا باعث بن جاتی ہے۔ یہ چاہتے تو یہ ہیں کہ اس بے ایمانی سے کچھ اپنا سرمایہ اور نفع

کمائیں گے مگر ہوتا یہ ہے کہ ان کی اخلاقی برائی ان کی معاشی اقتصادی بربادی کا باعث بن جاتی ہے
حضرت شعیب ہی کی نصیحت یہ سورہ اعراف میں بیان کی گئی ہے۔

فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝

تم ناپ اور تول پورا کرو اور مت گھٹاؤ لوگوں کو ان کی چیزیں اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد خرابی نہ ڈالو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم کو یقین ہو

اس حکم صریح کی نافرمانی و سرکشی کی پاداش میں قوم شعیب کو دو قسم کے عذاب نے آگھیرا، ایک تو زلزلہ کا عذاب اور دوسرے آگ کی بارش کا عذاب۔ یعنی جب وہ اپنے گھروں میں آرام کر رہے تھے تو اچانک ایک ہولناک زلزلہ آیا اور ابھی یہ ہولناکی ختم نہیں ہوئی تھی کہ اوپر سے آگ برسنے لگی اور نتیجہ یہ نکلا کہ صبح دیکھنے والوں نے دیکھا کہ کل کے کل سرکش اور مغرور آج گھٹنوں کے بل اوندھے جھلسے ہوئے پڑے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ۝

پھر آ پکڑا ان کو زلزلہ نے پس صبح کو رہ گئے اپنے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے۔

سورہ حجر میں اللہ تعالیٰ نے پھر فرمایا

فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ

پھر انہوں نے شعیب کو جھٹلایا پس پکڑا ان کو بادل والے عذاب نے جس میں آگ تھی بیشک وہ بڑے ہولناک دن کا عذاب تھا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حضرت شعیب کی یہ پرانی تعلیم پھر زندہ ہوئی۔ اسلام میں جن چیزوں کو حرام ٹھہرایا گیا ہے ان میں ناپ تول کی کمی بیشی بھی شامل ہے۔
چنانچہ فرمایا۔

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ (انعام)

اور ناپ تول کو پورا کرو

سورہ بنی اسرائیل میں جو اخلاقی نصیحتیں فرمائی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝

اور جب تم ناپ دو تو ناپ پورا بھر دو اور سیدھی ترازو سے تولو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے۔

Marfat.com

آیت کا آخری ٹکڑا بتاتا ہے کہ بے ایمانی کی ناپ تول گو شروع میں کتنا ہی نفع پہنچاتی ہے مگر آخر اس بیوپار کی تباہی ہو کر رہتی ہے۔ خوب غور کر کے دیکھنے تو معلوم ہوگا کہ اس کی بداخلاقی کے پیدا ہونے کا اصلی سبب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے دلوں سے یہ یقین گم ہو جاتا ہے کہ ان کے اس چھپے ہوئے کرتوتوں کی دیکھنے والی آنکھیں ہر وقت کھلی ہیں اور ایک دن آئے گا۔ جب ان کو خدا کے سامنے حاضر ہو کر اپنے ہر کام کا حساب دینا ہوگا۔

سورہ مطففین میں جہاں اس بداخلاقی کی ممانعت کی گئی ہے اس بیماری کا علاج بھی بتایا گیا ہے۔

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

خرابی ہے گھٹا کر دینے والوں کی جو اوروں سے جب ناپ کریں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں کیا ان کو یہ خیال نہیں کہ اس بڑے بھاری دن کے لئے ان کو اٹھایا جائے گا جس دن سب لوگ دنیا کے مالک کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کریمہ کے تحت میں لکھا ہے۔ نسائی و ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اس وقت مدینہ والے ناپ تول کے اعتبار سے بہت بُرے تھے۔ جب یہ آیت کریمہ اتری پھر انہوں نے ناپ تول بہت درست کر لی۔

ابن ابی حاتم میں ہے، حضرت بلال بن طلق نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مکہ مدینہ والے ناپ تول بہت ہی عمدہ رکھتے ہیں آپ نے فرمایا، کیوں نہ رکھتے جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ الخ پس تطفیف سے مراد ناپ تول کی کمی ہے اس طرح کہ اوروں سے لیتے وقت زیادہ لے لیا اور دیتے وقت کم دیا۔ اسی لئے انہیں دھمکایا کہ یہ نقصان اٹھانے والے اور ہلاک ہونے والے ہیں کہ جب اپنا حق تو پورا لیں بلکہ زیادہ لے لیں، اور دوسروں کو دینے بیٹھیں تو کم دیں۔

قرآن کریم نے ناپ تول درست کرنے کا حکم اس آیت میں بھی دیا ہے۔

اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا — یعنی جب ناپو تو ناپ پورا کرو اور وزن بھی سیدھی

ترازو سے تول کر دیا کرو

بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کو ان کی بدمعاملات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہلاکت [illegible] کر دیا یہاں بھی اللہ تعالیٰ ڈرا رہا ہے کہ لوگوں کے حق مارنے والے کیا قیامت کے دن [illegible] جس دن یہ اس ذات پاک کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے جس سے کوئی بات پوشیدہ نہیں اس دن ناپ تول میں کم کرنے والے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے وہ دن بہت [illegible] اور پریشانی والا دن ہوگا۔

اور حدیث میں ہے کہ

ستر سال تک بغیر بولے چالے کھڑے رہیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چالیس ہزار سال تک کھڑے رہیں گے اور دس ہزار سال میں فیصلہ کیا جائے گا۔

صحیح مسلم میں ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے اس دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہوگی۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ چالیس سال تک لوگ اونچا سر کئے کھڑے رہیں گے کوئی بولے گا نہیں۔ ابو داؤد، نسائی و ابن ماجہ میں ہے کہ حضورؐ جب رات کو تہجد کی نماز شروع کرتے تو دس مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَر کہتے اور دس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہتے اور دس مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کہتے اور دس مرتبہ اَسْتَغْفِرُاللّٰہ کہتے۔ پھر یہ کہتے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَعَافِنِیْ۔ خدایا مجھے بخش دے، مجھے ہدایت دے، مجھے روزی دے اور عافیت عنایت فرما۔ اور اللہ سے قیامت کے دن کی تنگی سے پناہ مانگتے۔

Marfat.com

بے پتے بات کے پیچھے مت پڑو

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ
اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ
كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا

جس بات کی تجھے خبر نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑو ہونا، کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک بات کے بارے میں پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔

یعنی بے تحقیق بات زبان سے مت نکالو اور نہ اس کی اندھا دھند پیروی کرو، آدمی کو چاہئے کہ کان، آنکھ اور دل و دماغ سے کام لے کر بقدر کفایت تحقیق کر کے کوئی بات منہ سے نکالے یا عمل میں لائے۔ اس طرح جھوٹی شہادت دینا، تہمت لگانا کسی بات کو بغیر تحقیق کئے ہوئے بغض وعناد کا سبب بنا لینا باپ دادا کی تقلید، رسم و رواج کی پابندی، خلاف شرع اور ناحق باتوں کی حمایت کرنا اور غیر معلوم اشیاء کی نسبت دعوی کرنا کہ میں جانتا ہوں یہ سب صورتیں اس آیت کے تحت میں داخل ہیں۔

یاد رکھنا چاہئے کہ قیامت کے دن تمام قوی اور تمام اعضا کی نسبت سوال ہوگا کہ ان کو کہاں کہاں استعمال کیا تھا۔ کان آنکھ اور دل اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہیں ان کو موقع محل سے استعمال کرنا چاہئے اور غلط مواقع پر استعمال کرنے سے احتراز کرنا چاہئے۔

کان کے متعلق اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ ناجائز باتیں کیوں سنیں اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور صلحائے امت کے بھی کان میں اگر اتفاقاً کوئی ناجائز بات پڑ جاتی تو کان کو بند کر لیتے تاکہ قیامت کے روز اس سوال سے بچ جائیں۔

اسی طرح آنکھ کا معاملہ ہے۔ اگر اس سے جائز اور مباح باتیں دیکھی گئیں تو ٹھیک ہے ورنہ خیر نہیں۔ اس طرح آنکھ کی حفاظت کی بڑی تاکید کی گئی ہے جسے "غض بصر" کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ
وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ

اے نبی! مومن مردوں سے فرما دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں

Marfat.com

إِنَّ اللهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۔ وَقُل [illegible]

لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ [illegible]

وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ ۔ [illegible]

قیامت کے دن آنکھوں سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ان چیزوں کی طرف دیکھنے [illegible]

اسی طرح سے دل کا محاسبہ ہوگا اور پوچھا جائے گا کہ تم نے کس قسم کی بدگمانیوں [illegible]

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ [illegible]

بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۔ [illegible]

اور حدیث بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

بہرحال ہر عضو سے جو جو کام صادر ہوتا ہے قیامت کے دن اس سے [illegible]

ہوگی تو زندگی ہی میں ایسا کام کرنا [illegible] جس سے سخت بازپرس اور عذاب [illegible]

خلاصہ یہ ہے کہ بغیر تحقیق کے کوئی بات زبان سے نہیں نکالنی چاہئے [illegible]

بات ہوتی ہے اور اس سے ندامت و شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔ قرآن [illegible]

نے فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ [illegible]

فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا [illegible]

بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ [illegible]

نَادِمِينَ ۔ (حجرات) [illegible]

اکثر نزاعات اور مناقشات کی ابتدا جھوٹی خبروں سے ہوتی ہے اس لئے سب سے پہلے

اختلاف و تفریق کے اس سرچشمہ کو بند کرنے کی تعلیم دی۔

فرض کیجئے کہ ایک بے راہرو اور ضعیف [illegible] آدمی نے اپنے کسی [illegible]

کسی قوم کی شکایت کی اور تم محض اس کے بیان پر اعتماد کرکے اس قوم پر چڑھ دوڑے [illegible]

ہوا کہ اس شخص کا بیان غلط تھا تو خیال کرو اس وقت کس قدر [illegible]

کتنی ندامت ہوگی اور اس کا نتیجہ قوم کے حق میں کیسا خراب ہوگا۔

تفسیر ابن کثیر اور مسند احمد میں ہے۔

حضرت حارث بن ضرار خزاعیؓ جو اُم المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے والد ہیں، کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی۔ میں مسلمان ہوگیا۔ پھر آپ نے زکوٰۃ کی فرضیت سنائی میں نے اس کا بھی اقرار کیا۔ اور کہا کہ میں واپس اپنی قوم کے پاس جاتا ہوں۔ اور جو ان میں ایمان لائیں اور زکوٰۃ ادا کریں میں ان کی زکوٰۃ جمع کرتا ہوں اتنے اتنے دنوں کے بعد آپ میری طرف کسی کو بھیج دیجئے گا۔ میں اس کے ہاتھ جمع شدہ مال زکوٰۃ آپ کی خدمت میں بھجوا دوں گا۔ حضرت حارث نے واپس آکر مال زکوٰۃ جمع کیا۔ جب وقت مقررہ گذر چکا اور حضور کی طرف سے کوئی قاصد نہیں آیا تو آپ نے اپنی قوم کے سرداروں کو جمع کیا اور ان سے کہا۔

" یہ تو ناممکن ہے کہ اللہ کے رسول اپنے وعدہ کے مطابق اپنا کوئی آدمی نہ بھیجیں، مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں کسی وجہ سے آپ ہم سے ناراض نہ ہوگئے ہوں اور اس بنا پر اپنا کوئی قاصد مال زکوٰۃ لے جانے کے لئے نہ بھیجا۔ تو اگر آپ لوگ متفق ہوں تو ہم خود اس مال کو لے کر مدینہ شریف جائیں۔ اور حضورؐ کی خدمت میں پیش کردیں۔

یہ تجویز طے ہوئی اور یہ حضرات اپنا مال زکوٰۃ لے کر چل کھڑے ہوئے۔ ادھر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولید بن عتبہ کو اپنا قاصد بنا کر بھیج چکے تھے لیکن یہ راستے ہی میں ڈر کے مارے لوٹ آئے اور یہاں آکر کہہ دیا کہ حارث نے زکوٰۃ بھی روک لی اور میرے قتل کے درپے ہوگیا۔

اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور کچھ آدمی حارث کی تنبیہ کے لئے روانہ فرما دیئے۔ مدینہ کے قریب راستہ ہی میں اس مختصر سے لشکر نے حضرت حارث کو پالیا۔

حضرت حارث نے پوچھا۔ آخر کیا بات ہے تم کہاں اور کس کے پاس جارہے ہو؟ انھوں نے کہا ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں۔ انھوں نے پوچھا، کیوں، کیا بات ہے، جواب دیا کہ تم نے حضورؐ کے قاصد ولید کو زکوٰۃ نہ دی اور انہیں قتل کرنا چاہا۔ حضرت حارث نے کہا، قسم ہے اس خدا کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے، نہ میں نے اسے دیکھا نہ وہ میرے پاس آیا۔ چلو میں خود حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں، وہاں پہنچنے پر حضورؐ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم نے زکوٰۃ بھی روک لی اور میرے آدمی کو قتل کرنا چاہا۔

اس نے جواب دیا ہرگز نہیں یا رسول اللہ! قسم ہے خدا کی جس نے آپ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے نہ میں نے انہیں دیکھا ہے نہ وہ میرے پاس آئے۔ بلکہ قاصد کے نہ پہنچنے پر میں خود اس

خوف سے حاضر ہوا ہوں کہ کہیں اللہ اور رسول ناراض نہ ہو گئے ہوں اور اسی لئے قاصد کو نہ بھیجا ہو۔ اس پر یہ آیت حکیمٌ تک نازل ہوئی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثوں میں بھی اسی طرح فرمایا ہے کہ بغیر تحقیق کے کوئی کام کرنا اور جلد بازی کر جانا شیطانی فعل ہے اور تحقیق و تلاش جستجو و دوربینی اللہ کی جانب سے ہے۔

اور فرمایا:

كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُحَدِّثَ	آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ جو
بِكُلِّ مَا سَمِعَهٗ	سنی سنائی بات بلا تحقیق کے کہہ دے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمانا یہ ہے۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ	جس بات کی تجھے خبر نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ
اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ	کیونکہ کان، آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے
اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا	پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔

وہم و گمان کے طور پر بھی کچھ کہنا منع ہے۔ جیسے کہ فرمایا گیا۔

اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ	زیادہ گمان سے بچو۔

حدیث میں ہے۔ گمان سے بچو کیونکہ یہ بدترین جھوٹی بات ہے۔ اور بدترین بہتان یہ ہے کہ انسان جھوٹ موٹ کوئی خواب گھڑ لے۔ صحیح حدیث میں ہے۔ جو شخص کوئی خواب از خود گھڑ لے، قیامت کے دن یہ تکلیف دی جائے گی کہ وہ دو جَو کے درمیان گرہ لگائے اور یہ اس سے ہرگز نہ ہوگا۔

قیامت کے دن آنکھ، کان اور دل سب سے باز پرس ہوگی سب کو جواب دہی کرنی ہوگی۔

تکبّر

تکبر و کبر بڑائی کو کہتے ہیں یعنی وہ وصف و کمال جس کے پانے جانے سے اپنے کو بڑا سمجھے اور جس میں یہ کمال نہیں پایا جاتا اس کو حقیر و ذلیل جاننا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

وَلٰكِنَّ الْكِبْرَ مَنْ بَطَرَ الْحَقَّ وَغَمَطَ النَّاسَ (مسلم) — تکبر کرنے والا وہ ہے جو حق کو قبول نہ کرے بلکہ اس کو پس پشت ڈال دے اور لوگوں کو حقیر جانے۔

سب سے پہلا تکبر کرنے والا شیطان ہے جس نے حضرت آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں اپنے کو بالاتر سمجھا اور کہا میں آدم سے بہتر ہوں۔ وہ مٹی سے بنا ہے اور میں آگ سے بنا ہوں اور جنت سے نکال دیا گیا اور ہمیشہ کا دوزخی ٹھہرایا گیا۔

کتاب و سنت میں غرور و تکبر کی بڑی مذمت آئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا — زمین میں اکڑ کر نہ چلا کرو نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ اونچائی میں پہاڑ کو پہنچ سکتا ہے ان سب کاموں کی بڑائی تیرے رب کے نزدیک سخت ناپسند ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص چار جوڑے میں تبختر کرتا ہوا چلا جا رہا تھا جو وہیں زمین میں دھنسا دیا گیا جو آج تک دھنسا ہوا چلا جا رہا ہے۔

قرآن میں قارون کا قصہ مشہور ہے۔ کہ یہ مع اپنے محلات کے زمین دوز کر دیا گیا۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے جو اپنے بیٹے کو نصیحت اور وصیت کی تھی اس میں اس بات کی بھی نصیحت فرمائی تھی۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللّٰهَ لَا — لوگوں کے سامنے اپنے رخسار نہ پھلا اور زمین میں اترا کر اکڑ کر نہ چل، کسی تکبر کرنے والے

بھی ... پسند نہیں کرتا
یحب کل مختال فخور۔

یعنی اپنا منہ لوگوں سے نہ موڑ (انہیں حقیر سمجھ کر) اپنے آپ کو بڑا سمجھ کر لوگوں سے [illegible] بلکہ نرمی برت، خوش خلقی سے پیش آ، کشادہ پیشانی سے بات کر۔

حدیث شریف میں ہے کہ مسلمان بھائی سے کشادہ پیشانی اور ہنس مکھ بن کر ملنا یہ بھی تیری بڑی نیکی ہے۔ تہمد اور پاجامے کو ٹخنے سے نیچے نہ کر، یہ کبر و غرور ہے جو خدا کو ناپسند ہے۔

صعر: ایک بیماری ہے جو اونٹوں کی گردن میں ظاہر ہوتی ہے یا سر میں، اور اس سے گردن ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ پس متکبر شخص کو اسی ٹیڑھے شخص سے ملا دیا گیا۔ عرب عموماً تکبر کے موقع پر صعر کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور یہ استعمال ان کے شعروں میں بھی موجود ہے۔ زمین میں اکڑ کر [illegible] سے نہ چلو، یہ چال خدا کو ناپسند ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مرتبہ تکبر کا ذکر کیا تو آپ نے اس کی بڑی مذمت فرمائی اور فرمایا کہ ایسے خود پسند مغرور لوگوں سے خدا غصہ ہوتا ہے۔ اس پر ایک صحابی نے کہا: یا رسول اللہ! جب میں کپڑے دھوتا ہوں اور خوب سفید ہو جاتے ہیں تو مجھے بہت اچھے لگتے ہیں اسی طرح جوتے میں اچھا تسمہ بھلا لگتا ہے، کوڑے کا خوبصورت غلاف بھی معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ تکبر نہیں ہے، تکبر اس کا نام ہے کہ حق کو حقیر سمجھے اور لوگوں کو ذلیل خیال کرے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا — اللہ تعالیٰ مغرور [illegible] کو پسند نہیں کرتا

اس لیے ایسے لوگوں کی سزا دوزخ ہے۔

أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْمُتَكَبِّرِينَ — کیا متکبروں کا ٹھکانا دوزخ نہیں ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ — جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا

(مسلم)

ایک دوسری جگہ آپ نے فرمایا:

يُحْشَرُ الْمُتَكَبِّرُونَ أَمْثَالَ الذَّرِّ يَوْمَ — قیامت کے دن متکبر لوگ چیونٹیوں کی طرح

الْقِيَامَةِ فِي صُوَرِ الرِّجَالِ يَغْشَاهُمُ الذُّلُّ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ يُسَاقُوْنَ إِلَى سِجْنٍ فِي جَهَنَّمَ يُسَمَّى بُولَسَ تَعْلُوْهُمْ نَارُ الْأَنْيَارِ يُسْقَوْنَ مِنْ عُصَارَةِ أَهْلِ النَّارِ طِيْنَةِ الْخَبَالِ۔

(ترمذی)

سے لایا جائے گا جیسے چھوٹی چیونٹیاں ہوتی ہیں۔ آدمیوں کی صورت میں۔ اور ہر طرف سے ان پر ذلت چھا رہی ہوگی اور دوزخ کے جیل خانہ "بولس" میں ہانک کر ڈالے جائیں گے۔ ان پر زبردست جہنم کی آگ غالب ہوگی۔ ان متکبروں کو دوزخیوں کا دھوون پیپ اور لہو وغیرہ پینے کو دیا جائے گا۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہ

تکبر کرنے سے دنیا میں بھی سزا ملتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ جَرَّ ثَوْبَهُ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ إِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(ابو داؤد)

جو شخص تکبر کرتے ہوئے اپنے کپڑے کو زمین پر گھسیٹے گا تو اللہ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔

انسان ایک حقیر پانی سے پیدا ہوا ہے جو پیشاب کی جگہ سے پیشاب کی جگہ میں داخل ہوا اور پھر پیشاب کی جگہ سے واپس آیا اس کے لئے بڑائی اور تکبر لائق نہیں ہے۔ تکبر اور بڑائی خدا کی شان ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اور اس میں کسی قسم کا عیب و نقصان نہیں ہے۔ ؎

مرا در ارسد کبریا و منی ‏ ‏ کہ ملکش قدیم است و ذاتش غنی۔

تکبر و غرور سے ہمیشہ نقصان ہوتا ہے۔ مغرور آدمی اپنے آپ کو لوگوں سے بڑا سمجھتا ہے مگر حقیقت منکشف ہونے کے بعد بہت جلد ذلیل ہوتا ہے لوگ اسے دشمن سمجھنے لگتے ہیں اس لئے آپ اپنی عزت چاہتے ہو تو ہمیشہ تواضع کرو اور کسی کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھو۔

؎ اے ذوق کسی کو چشم حقارت سے نہ دیکھ
سب ہم سے زیادہ ہیں کوئی ہم سے کم نہیں

عام طور پر تکبر کرنے والے حسب و نسب، حسن و جمال اور مال و دولت پر تکبر کرتے ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک زوال پذیر ہے اور ذاتی خوبی کسی میں نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ

لوگو! ہم نے تم کو ایک آدمی آدم اور ایک عورت "حوا" سے پیدا کیا ہے اور تمہاری ذاتیں اور برادریاں ٹھہرائیں تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو ورنہ

Marfat.com

عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۔ اللہ کے نزدیک تم میں بڑا شریف وہی ہے جو پرہیز گار ہو۔

سورہ حجرات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

" جو لوگ اپنے مرے ہوئے باپ دادا پر فخر کرتے ہیں انہیں اس سے باز رہنا چاہئے وہ تو دوزخ میں جل بھن کر سیاہ ہو گئے تو ان پر فخر کرنا حماقت ہے۔ اگر لوگ باز نہ آئیں گے تو اللہ کے نزدیک اس گبریلے کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہونگے جو اپنی ناک سے پاخانہ گھسیٹتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کی نخوت اور اجداد کے ساتھ فخر کرنے کو دور کر دیا ہے۔ آدمی دو حال سے خالی نہیں۔ مومن پرہیزگار یا بدکار و بدبخت۔ سب کے سب ایک آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے ہیں اور مٹی میں تو اضع و خاکساری ہے تکبر و غرور نہیں ہے۔ (ابوداود و ترمذی)

تکبر مکن زینہار اے پسر کہ روزے زدستش در آئی بسر

اے نوجوان دے آ تکبر ہرگز مت کرو کیونکہ کسی روز اس کے ہاتھوں سر کے بل گرو گے۔

ہوشیار عقلمند کے لئے تکبر زیب نہیں دیتا۔ عقلمندوں نے اس نکتہ کو نادر نکتہ سمجھا ہے۔

تکبر بود عادت جاہلاں تکبر نیاید ز صاحب دلاں

تکبر اور غرور نادانوں کی عادت ہے عقلمند آدمیوں کو تکبر زیب نہیں دیتا۔

تکبر نے شیطان کو خوار کر دیا۔ لعنت کے پھندے میں گرفتار کر دیا۔

کسے را کہ خصلت تکبر بود سرش پر غرور از تصور بود

جس آدمی کی تکبر کی عادت ہوتی ہے اس کا سر غرور کے خیال سے بھر جاتا ہے۔

تکبر بود مایۂ مسر بری تکبر بود اصل بدگوہری

تکبر غرور اور بدبختی کی پونجی ہے اور یہ تکبر بدذاتی کی جڑ ہے۔

چو دانی تکبر حرامی کنی خطا میکنی و خطا میکنی

جب تو جانتا ہے کہ تکبر بری چیز ہے تو پھر کیوں تکبر کرتا ہے تو خطا کرتا ہے اور یقیناً خطا کرتا ہے۔

یہ تکبر اور غرور تعلی و ترفع اور تفضل و خود پسندی وغیرہ سب چیزیں قریب قریب ایک ہی تھیلے کے چٹے بٹے ہیں۔ یہ تمام چیزیں معیوب اور نازیبا ہیں۔

انسان اپنی حقیقت کو سوچے تو وہ خود ہی سمجھ سکتا ہے کہ میں کیا تھا۔ کیا ہو گیا اور کیا ہو جاؤں گا۔

Marfat.com

اسی کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں رہنمائی فرمائی ہے غور سے پڑھئے، سمجھئے اور عمل کیجئے۔

بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَخَيَّلَ وَاخْتَالَ وَنَسِيَ الْكَبِيرَ الْمُتَعَالِ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ تَجَبَّرَ وَاعْتَدَى وَنَسِيَ الْجَبَّارَ الْأَعْلَى بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ سَهَى وَلَهَى وَنَسِيَ الْمَقَابِرَ وَالْبِلَى بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ عَتَى وَطَغَى وَنَسِيَ الْمُبْتَدَأَ وَالْمُنْتَهَى بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ يَخْتِلُ الدُّنْيَا بِالدِّينِ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ يَخْتِلُ الدِّينَ بِالشُّبُهَاتِ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ طَمَعٌ يَقُودُهُ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ هَوًى يُضِلُّهُ بِئْسَ الْعَبْدُ عَبْدٌ رَغَبٌ يُذِلُّهُ۔

(ترمذی)

وہ بندہ بہت ہی برا بندہ ہے جس نے اپنے آپ کو بہت ہی نیک خیال کیا اور تکبر کیا اور خدائے بزرگ و بلند قدر کو بھول گیا۔ وہ بندہ بہت ہی برا بندہ ہے جس نے لوگوں پر جبر و ظلم کیا اور ظلم و فساد میں حد سے گذر گیا اور خداوند جبار بلند تر کو بھول گیا وہ بندہ بہت ہی برا بندہ ہے جو اپنے دینی کاموں کو بھول کر لایعنی باتوں میں مشغول ہو گیا اور مقبروں اور بدن کی بوسیدگی کو فراموش کر دیا۔ وہ بندہ بہت ہی برا بندہ ہے جو حد سے تجاوز کر گیا اور سرکش ہوا اور اپنی ابتدائی حالت اور انجام کار کو فراموش کر بیٹھا وہ بندہ بہت ہی برا بندہ ہے جو دنیا کو دین کے دھوکے سے حاصل کرتا ہے یعنی دنیا حاصل کرنے کی غرض سے ریا کاری کرتا ہے اور مکر و فریب سے دنیا کماتا ہے۔ وہ بندہ بہت ہی برا بندہ ہے جو دین کو شبہات میں پڑ کر فریب دیتا ہے یعنی صریح حرام کا مرتکب نہیں ہوتا بلکہ شبہ سے مرتکب حرام ہوتا ہے اور اس کی تاویل کرتا ہے کہ اس حیلے سے اپنے تئیں بندہ ثابت کرے۔ وہ بندہ بہت ہی برا بندہ ہے جسے حرص و طمع ارباب دنیا کے دروازے پر کھینچ لے جائے۔ وہ بندہ بہت ہی برا بندہ ہے جسے اس کی خواہش نفسانی گمراہ کر دے۔ وہ بندہ بہت ہی برا بندہ ہے جسے دنیا کی رغبت ذلیل و خوار کر دے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تکبر اور غرور و گھمنڈ سے بچائے رکھے اور تواضع و خاکساری اور دیگر مکارم اخلاق کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

Marfat.com

شرک کی مذمت

اللہ ایک ہے اس کے ساتھ کوئی دوسرا شریک و سہیم نہیں ہے نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ کوئی اور جوڑا۔ ہر اعتبار سے وہ یکتا لاشریک ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اکیلا جاننے کو توحید کہتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ذات و صفات میں دوسرے کو شریک کرنے کو شرک کہتے ہیں۔

شرک کی بہت سی قسمیں ہیں۔ ایک شرک فی الذات ہے جیسے کوئی دو تین خدا مانے یا اس سے بھی زیادہ خدا مانے۔ اور شرک فی الصفات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتوں کی طرح کسی مخلوق کے لئے کوئی صفت مانے۔ جیسے اللہ روزی دیتا ہے تو یہ سمجھے کہ دوسرا بھی روزی دیتا ہے۔ اللہ مارتا جلاتا ہے تو یہ سمجھے کہ دوسرا بھی مارتا جلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام عبادتوں کا مستحق ہے تو کوئی یہ سمجھے کہ دوسرا بھی عبادت کے لائق ہے۔ اللہ تعالیٰ غیب جانتا ہے اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ اگر اللہ کے سوا کوئی اور دوسرے کو بھی ایسا جانے مانے تو یہ بھی شرک ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔

ولا تجعل مع اللہ الٰھا اخر	خدا کے ساتھ کسی کو معبود نہ بنانا کہ ملامت زدہ
فتلقیٰ فی جھنم ملوما مدحورا ٭	اور راندۂ درگاہ ہو کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا
افاصفٰکم ربکم بالبنین واتخذ من	بیٹوں کے لئے تو تمہیں چن لیا اور خود
الملٰئکۃ اناثا انکم لتقولون قولا	اپنے لئے فرشتوں کو بیٹیاں بنا لیا بیشک تم
عظیما ٭	بڑی بات بول رہے ہو

سورۂ البقرہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

یایھا الناس اعبدوا ربکم	اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور
الذی خلقکم والذین من قبلکم	تم سے پہلے کے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم بچو۔
لعلکم تتقون ٭ الذی جعل لکم	جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا اور آسمان
الارض فراشا والسماء بناء وانزل	کو چھت اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل
من السماء ماء فاخرج بہ من	پیدا کیا اور تمہیں روزی دی۔ خبردار جاننے
الثمرات رزقا لکم فلا تجعلوا	کے باوجود اس کے ساتھ کسی کو شریک

Marfat.com

لِلّٰہِ اَنۡدَادًا وَّ اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ؕ مقرر نہ کرو۔

دوسری آیت میں آیا ہے۔

وَجَعَلۡنَا السَّمَآءَ سَقۡفًا مَّحۡفُوۡظًا ۚۖ یعنی آسمان کو مضبوط چھت بنایا۔

اس کے باوجود وہ نشانیوں سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

صحیحین میں حدیث ہے۔ ابن مسعودؓ پوچھتے ہیں کہ حضورؐ! سب سے بڑا گناہ کون سا ہے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا:

حضرت معاذؓ والی حدیث میں ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ خدا کا حق بندوں پر کیا ہے۔ یہ کہ اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کی عبادت میں شریک نہ کریں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ جو خدا چاہے اور فلاں چاہے بلکہ یوں کہے کہ جو کچھ اللہ اکیلا چاہے!

طفیل بن سنجرہ حضرت عائشہ کے سوتیلے بھائی فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں چند یہودیوں کو دیکھا تو ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم یہود ہیں۔ میں نے کہا افسوس تم میں بڑی خرابی ہے کہ تم حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا مانتے ہو انہوں نے کہا تم بھی اچھے لوگ ہو لیکن افسوس تم کہتے ہو جو خدا چاہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں۔

پھر میں نصرانیوں کی جماعت کے پاس گیا اور ان سے بھی اسی طرح پوچھا۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ میں نے ان سے کہا کہ افسوس تم بھی مسیح کو خدا کا بیٹا مانتے ہو۔ انہوں نے بھی وہی جواب دیا۔

میں نے صبح اٹھ کر اپنے اس خواب کا ذکر کچھ لوگوں سے کیا پھر دربار نبوی میں حاضر ہو کر آپ سے بھی واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے کسی اور سے بھی اس کا ذکر کیا ہے؟ میں نے کہا، ہاں۔ اب آپ کھڑے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا۔

"طفیل نے ایک خواب دیکھا اور تم میں سے بعض سے بیان بھی کیا میں چاہتا تھا کہ تمہیں یہ کلمہ کہنے سے روک دوں لیکن فلاں فلاں کاموں کی وجہ سے میں اب تک نہ کہہ سکا۔ یاد رکھو! اب ہرگز ہرگز "خدا چاہے اور اس کا رسول" نہ کہنا بلکہ یوں کہو کہ صرف اللہ تعالیٰ اکیلا جو چاہے (ابن مردویہ)

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تو مجھے اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے صرف اتنا کہو کہ جو اللہ تعالیٰ اکیلا چاہے (ابن مردویہ)

یہ تمام کلمات توحید کے سراسر خلاف ہیں۔ تمام کفار اور منافقوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ جو نہ نفع دے

سکے نہ نقصان پہنچا سکے۔

انسان کا یہ کہنا کہ قسم ہے اللہ کی اور قسم ہے آپ کی حیات کی یہ بھی شرک ہے۔ انسان کا یہ کہنا کہ اگر یہ کتیا نہ ہوتی تو چور ہمارے گھر میں گھس آتے، یہ بھی شرک ہے۔ کسی کا یہ قول کہ جو اللہ چاہے اور آپ یہ بھی شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر قسم کے شرک سے بہت بیزار اور ناراض ہے خاص کر اولاد ٹھہرانے سے سخت ناراض ہے اس لئے اپنی خفگی کا اظہار قرآن مجید کی ان آیتوں سے کیا ہے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ۝ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ۝ إِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝ لَقَدْ أَحْصٰهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ۝ وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ۝

ان کا قول تو یہ ہے کہ خدائے رحمان نے بھی اولاد اختیار کی ہے یقیناً تم بہت بڑی اور بری چیز لائے ہو قریب ہے کہ اس قول کی وجہ سے آسمان پھٹ جائے زمین شق ہو جائے اور پہاڑوں کے ریزے ریزے ہو جائیں کہ تم خدائے رحمان کی اولاد ثابت کرنے بیٹھے ہو شان رحمان کے لائق نہیں کہ وہ اولاد رکھے آسمان و زمین جو کچھ بھی ہے سب کے سب خدا کے غلام بن کر ہی آنے والے ہیں۔ ان سب کو گھیر رکھا ہے اور سب کو پوری طرح گن رکھا ہے یہ سارے کے سارے قیامت کے دن اکیلے اکیلے اس کے پاس حاضر ہونے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ مریم کے شروع میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر خیر فرمایا اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کا بھی جب عیسیٰ علیہ السلام بچے تھے اور ماں کی گود میں تھے اس وقت بات چیت نہیں کر سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی قدرت کاملہ سے "صبی" کی حالت میں قوت گویائی عطا فرمائی اور اپنی عبودیت اور غلامیت کا اقرار ان لفظوں سے کیا۔

إِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ آتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۝ وَجَعَلَنِي مُبٰرَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصٰنِي بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۝ وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ۝

بچہ بول اٹھا میں خدا کا بندہ ہوں اور اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھے اپنا پیغمبر بنایا اور اس نے مجھے بابرکت کیا ہے جہاں بھی میں رہوں گا اور اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب

Marfat.com

وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ۝

تک بھی میں زندہ رہوں اور اس نے مجھے میری والدہ کا خدمت گذار بنایا ہے اور مجھے سرکش اور بدبخت نہیں کیا اور میری پیدائش کے دن اور میری موت کے دن اور جس دن دوبارہ زندہ کھڑا کیا جاؤں گا، سلام ہی سلام ہے۔

اس آیت سے خود ہی معلوم ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے اور جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ خدا نہیں بن سکتی اور نہ خدا کا بیٹا ہو سکتی ہے۔ لیکن بعض نادانوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا یا خدا کا بیٹا سمجھ رکھا ہے۔ اسی کی تردید میں اوپر آیت وَتَکَادُ السَّمٰوٰتُ نازل ہوئی ہے کہ یہ اتنی بری بات ہے کہ آسمان تھرتھرا کر ٹوٹ پڑے اور زمین جھنسلے لے کر پھٹ جائے اس لئے کہ زمین و آسمان خدائے تعالیٰ کی عزت و عظمت جانتے ہیں تمام مخلوق اس کی وحدانیت کی شاہد ہے کائنات کا ایک ایک ذرہ اس کی توحید پر دلالت کرتا ہے۔

خدا کے ساتھ کسی کو شریک کرنے سے ساری دنیا کانپ اٹھتی ہے، قریب ہوتا ہے کہ کائنات درہم برہم ہو جائے، شرک کے ساتھ کوئی نیکی کارآمد نہیں ہوتی کیا عجب کہ اس کے برعکس توحید کے ساتھ کل کے کل گناہ معاف فرما دے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

"اپنے مرنے والوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ موت کے وقت جس نے اسے کہہ لیا، اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ صحابہ نے کہا اور جس نے زندگی میں کہہ لیا۔ آپ نے فرمایا اس کیلئے اور زیادہ واجب ہوگئی۔ قسم خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ زمین و آسمان اور جو چیزیں ان کے درمیان ہیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دوسرے پلڑے میں۔ تو وہ وزن میں ان سب سے بڑھ جائے۔

اس کی مزید دلیل وہ حدیث ہے جس میں توحید کے ایک چھوٹے سے پرچے کا گناہوں کے بڑے بڑے دفتروں سے بڑھ جانا آیا ہے۔

پس ان کا یہ مقولہ اتنا برا ہے کہ آسمان اللہ تعالیٰ کی عظمت کی وجہ سے کانپ اٹھیں اور زمین پھٹ جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ مسند احمد میں فرمان رسول ہے کہ ایذا دہندہ پر خدا سے زیادہ صابر کوئی نہیں۔ لوگ اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ اس کی اولادیں مقرر کرتے ہیں اور وہ انہیں عافیت دے رہا ہے، روزیاں دے رہا ہے۔ برائیاں ان سے ٹالتا رہتا ہے، اس کی شان

بہت نرالی اور بے مثل ہے۔ اس نے خود ہی اپنی شان یہ بتلائی ہے کہ۔

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۚ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۝ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

پوچھو تو سہی کہ زمین اور اس کی سب چیزیں کس کی ہیں۔ بتلاؤ اگر جانتے ہو۔ وہ فوراً جواب دیں گے کہ اللہ کی۔ کہہ دیجئے تو پھر تم نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے۔ دریافت کیجئے کہ ساتوں آسمانوں اور بہت باعظمت عرش کا رب کون ہے؟ وہ لوگ جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے کہہ دیجئے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے۔ پوچھئے کہ تمام چیزوں کا اختیار کس کے ہاتھ میں ہے، جو پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی پناہ نہیں دیا جاتا۔ اگر تم جانتے ہو تو بتلا دو۔ وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ ہی ہے کہہ دیجئے پھر تم کدھر سے جادو کر دیئے جاتے ہو۔ حق یہ ہے کہ ہم نے انہیں حق پہنچا دیا ہے اور یہ بالکل جھوٹے ہیں۔ نہ تو اللہ نے کسی کو بیٹا بنایا اور نہ اس کے علاوہ کوئی اور معبود ہے۔ ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو لئے لئے پھرتا اور ہر ایک دوسرے پر بلند ہونا چاہتا۔ جو اوصاف یہ بتلاتے ہیں ان سے اللہ بہت نرالا ہے۔ وہ غائب و حاضر کا جاننے والا ہے اور جو شرک یہ کرتے ہیں اس سے بالاتر ہے۔

یعنی اللہ جل وعلا اپنی وحدانیت، خالقیت، تصرف اور ملکیت کا ثبوت دیتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ معبود برحق صرف وہی ہے۔ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہیں کرنی چاہئے وہ واحد ہے اور لاشریک ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ کی شان بہت بڑی ہے اس کا عرش آسمانوں پر اس طرح ہے اور آپ نے اپنا ہاتھ قبے کی طرح بنا کر بتلایا۔ (ابوداؤد)

اور حدیث میں ہے کہ ساتوں آسمان وزمین اور کل مخلوق کرسی کے مقابلہ میں ایسے ہی ہے جیسے کسی چٹیل میدان میں کوئی حلقہ پڑا ہو۔ اور یہ کرسی تمام چیزوں سمیت عرش کے مقابلے میں ایسے

Marfat.com

ہی ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ تمہارے رب کے پاس رات دن کچھ نہیں اس کے عرش کا نور اس کے چہرے کے نور سے ہے۔ الغرض اس سوال کا جواب بھی وہی دیں گے کہ آسمان اور عرش کا رب اللہ ہے۔ تو تم کہو کہ پھر اس کے عذابوں اور اس کی سزاؤں سے کیوں نہیں ڈرتے؟ کہ اس کے ساتھ دوسروں کی عبادتیں کر رہے ہو۔

کتاب التفکر والاعتبار میں امام ابوبکر بن ابی الدنیا ایک حدیث لائے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً اس حدیث کو بیان فرمایا کرتے تھے کہ:

زمانہ جاہلیت میں ایک عورت پہاڑ کی چوٹی پر اپنی بکریاں چرایا کرتی تھی اس کے ساتھ اس کا لڑکا بھی ... ایک مرتبہ اس نے اپنی ماں سے دریافت کیا کہ اے اماں جان! تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ نے۔ کہا میرے والد کو کس نے پیدا کیا ہے کہا اللہ نے، پوچھا مجھے کس نے پیدا کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ نے، بچہ نے پوچھا۔ ان آسمانوں کو؟ اس نے جواب دیا۔ اللہ نے، پوچھا، اور زمین کو؟ اس نے کہا اللہ نے۔ پوچھا، اور ان پہاڑوں کو اماں کس نے بنایا ہے؟ ماں نے جواب دیا۔ ان کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ بچے نے پھر سوال کیا، اور ہماری ان بکریوں کا خالق کون ہے؟ کہا اللہ ہی ہے۔ اس نے کہا سبحان اللہ! خدا کی اتنی بڑی شان ہے پس اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اس قدر سما گئی کہ وہ تھر تھر کانپنے لگا اور پہاڑ سے گر پڑا اور خدا کو پیارا ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ یکتا ہے نہ اس کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کا شریک ہے۔ اگر مان لیا جائے کہ کئی خدا ہیں تو ہر ایک کو اپنی مخلوق کا مستقل مالک ہونا چاہیئے تو موجودات میں نظام قائم نہیں رہ سکتا حالانکہ کائنات کا انتظام مکمل ہے، عالم علیا اور عالم سفلی۔ آسمان و زمین وغیرہ کمال ربط کے ساتھ اپنے مقررہ کام میں مشغول ہیں، دستور سے ایک بچ ادھر ادھر نہیں ہوتے۔

پس معلوم ہوا کہ ان سب کا خالق و مالک خدا ایک ہی ہے نہ کہ متفرق کئی ایک۔ بہت سے خدا مان لینے کی صورت میں یہ بھی ظاہر ہے کہ ایک دوسرے کو پست و مغلوب کرنا اور خود غالب ہونا چاہے گا اگر غالب آ گیا تو مغلوب خدا نہ رہا اگر غالب نہ آیا تو وہ خدا نہیں یہ دونوں دلیلیں بتلا رہی ہیں کہ خدا ایک ہی ہے۔

متکلمین کے یہاں اس دلیل کو دلیل تمانع کہتے ہیں ان کی تقریر یہ ہے کہ اگر دو خدا مانے

Marfat.com

جائیں یا اس سے زیادہ پھر ہر ایک دوسرے کے مخالف کام کا ارادہ کرے اب اگر دونوں کی مراد حاصل نہ ہو تو دونوں ہی عاجز ٹھہرے اور جب عاجز ٹھہرے تو خدا نہیں ہو سکتے کیونکہ واجب عاجز نہیں ہوتا اور یہ بھی ناممکن ہے کہ دونوں کی مراد پوری ہو کیونکہ ایک کے خلاف دوسرے کی چاہت ہے تو دونوں کی مراد کا حاصل ہونا محال ہے۔ اور یہ محال اس لئے لازم ہوا کہ دو یا دو سے زیادہ خدا فرض کئے گئے تھے۔ پس تعدد باطل ہو گیا۔

اب رہی تیسری صورت۔ یعنی یہ کہ ایک کی چاہت پوری ہو اور دوسرے کی نہ ہو۔ تو جس کی پوری ہوئی وہ غالب و واجب رہا اور جس کی پوری نہ ہوئی وہ مغلوب اور ممکن ہوا۔ کیونکہ واجب مغلوب نہیں ہوسکتا۔ تو اس صورت میں خداؤں کی زیادتی تعداد باطل ہوگئی۔

پس ثابت ہوا کہ خدا ایک ہے۔ وہ ظالم سرکش۔ حد سے گذر جانے والے مشرک جو خدا کے اولاد ٹھہراتے ہیں وہ اس کے شریک بتلاتے ہیں۔ ان کے ان بیان کردہ اوصاف سے ذات خدا بلند و بالا اور برتر و منزہ ہے۔ وہ تمام شک سے پاک ہے جسے مشرکین شریک خدا بتلاتے ہیں (ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت وصمدیت کو سورۂ اخلاص میں نہایت جامع و مانع اور مختصر لفظوں میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ گویا سمندر کو ایک کوزہ میں بند کر دیا ہے اسی لئے اس کو ثلث القرآن کہا گیا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اوصاف اور شجرۂ نسب بیان کیجئے۔ تو ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝	کہہ دو وہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے
لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ	نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا
لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝	اور نہ کوئی اس کا ہم جنس ہے۔

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ یہود کہتے تھے کہ ہم حضرت عزیر کو پوجتے ہیں جو اللہ کے بیٹے ہیں۔ اور نصرانی کہتے تھے کہ ہم حضرت مسیح کو پوجتے ہیں جو خدا کے بیٹے ہیں اور مجوسی کہتے تھے کہ ہم سورج چاند کی پرستش کرتے ہیں اور مشرک کہتے تھے ہم بت پرست ہیں تو اللہ نے یہ سورت اتاری۔

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

Marfat.com

بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۭ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ

یعنی وہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے. اسے اولاد کیسے ہوئی اس کی بیوی نہیں ہر چیز کو اس نے پیدا کیا ہے۔

وہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے پھر اس کی مخلوق اور ملکیت میں اس کی برابری اور ہمسری کرنے والا کون ہوگا وہ ان تمام عیوب و نقائص سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کو نہ بیوی کی ضرورت ہے نہ اولاد کی حاجت ہے۔ خواہ بیٹا ہو یا بیٹی۔ لیکن یہ مشرکین کی انتہا درجہ کی حماقت ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سر لڑکیاں تھوپ دیں۔ اور اپنے لئے لڑکوں کو منتخب کرتے ہیں۔ ان کی حماقت کو اللہ تعالیٰ نے سورۂ نحل میں اس طرح بیان فرمایا ہے جس میں شرک و اولاد کی مکمل نفی کی گئی ہے۔

وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ۔ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۔ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْۗءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ۭ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰي هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے لڑکیاں مقرر کرتے ہیں اور اپنے لئے وہ جو اپنی خواہش کے مطابق ہے ان میں سے کسی کو جب لڑکی ہونے کی خبر دی جائے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹنے لگتا ہے اس بری خبر کی وجہ سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرتا ہے سوچتا ہے کہ کیا اس ذلت کو لئے ہوئے ہی رہے یا اسے مٹی میں دبا دے۔ آہ کیا ہی برے فیصلے کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے کافروں کی یہ سفاہت و حماقت بیان فرمائی ہے کہ خدا کے مقرب فرشتے ان کے نزدیک بیٹیاں ہیں۔ یہ خطا کرکے ان کی عبادت کرتے ہیں، جو خطا پر خطا ہے۔ یہاں تین جرم ان سے سرزد ہوئے اولاً تو خدا کے لئے اولاد ٹھہرانا جو اس سے یکسر پاک ہے پھر اولاد میں سے بھی وہ قسم اسے دینا جو خود اپنے لئے پسند نہیں کرتے، یعنی لڑکیاں۔ کیا ہی الٹی بات ہے کہ اپنے لئے تو لڑکے اور خدا کے لئے لڑکیاں، پھر ان کی عبادت کرنا مزید غلطی ہے۔

یہ ان کا سراسر بہتان ہے جھوٹ ہے، کیسے ممکن ہے کہ خدا کے لئے اولاد ہو، پھر اولاد بھی وہ جو ان کے نزدیک نہایت ردی اور ذلیل چیز ہے۔

سورہ نجم میں بھی ان کی اس ناانصافی کو اس طرح سے بیان فرمایا ہے۔

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ

کیا تم نے لات اور عزیٰ کو دیکھا اور منات تیسرے

Marfat.com

الثالثة الاخرى ۝ الكم الذكر وله الانثى ۝ تلك اذا قسمة ضيزى ۝ ان هي الا اسماء سميتموها انتم واباؤكم ما انزل الله بها من سلطن ۝ ان يتبعون الا الظن وما تهوى الانفس ولقد جاءهم من ربهم الهدى ۝

پیچھے کو کیا تمہارے لئے بیٹے اور اللہ کے لئے بیٹیاں یہ تو بڑی بے انصافی کی تقسیم ہے درصل یہ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں اللہ نے ان کی کوئی سند نہیں اتاری یہ لوگ تو صرف ظن کے اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہیں یقیناً ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس ہدایت آچکی ہے

مشرکین عرب نے اپنی حاجت روائی کے لئے من گھڑت بتوں اور دیوی دیوتاؤں کو بنا رکھا تھا ان میں سے تین بت بہت مشہور تھے لات منات اور عزیٰ اور اس کے ساتھ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اولاً تو اللہ کو نہ لڑکوں کی ضرورت ہے اور نہ لڑکیوں کی حاجت ہے تم اس پر بے انصافی کرتے ہو تو لڑکیوں کو خدا کے حوالے کرتے ہو جو تمہیں ناپسند ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ ان سب باتوں سے پاک وصاف ہے۔ سورہ مریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔

ذلك عيسى ابن مريم قول الحق الذي فيه يمترون ۝ ما كان لله ان يتخذ من ولد سبحنه اذا قضى امرا فانما يقول له كن فيكون ۝ وان الله ربي وربكم فاعبدوه هذا صراط مستقيم ۝ فاختلف الاحزاب من بينهم فويل للذين كفروا من مشهد يوم عظيم ۝

یہ ہے واقعہ عیسیٰ بن مریم کا یہی ہے وہ حق بات جس میں لوگ شک وشبہ میں مبتلا ہیں اولاد خدا کے لائق ہی نہیں وہ تو بالکل پاک ذات ہے وہ تو جب کسی کام کے سرانجام دینے کا ارادہ کرتا ہے تو اسے کہہ دیتا ہے کہ ہوجا وہ اسی وقت ہوجاتا ہے میرا اور تم سب کا پروردگار صرف اللہ تعالیٰ ہے تم سب اسی کی عبادت کرو یہی سیدھی راہ ہے پھر یہ آپس میں اختلاف کرنے لگے پس کافروں کے لئے ویل ہے اس بڑے دن کے آجانے سے۔

ایک دوسری جگہ فرمان خداوندی ہے۔

ان مثل عيسى عند الله كمثل ادم خلقه من تراب ثم قال له كن فيكون ۝

حضرت عیسیٰ کی مثال خدا کے نزدیک مثل آدم کے ہے کہ اسے مٹی سے بنا کر فرمایا ہوجا بس اسی وقت وہ ہوگیا۔

حضرت عیسیٰ نے اپنی قوم سے یہ بھی فرمایا کہ میرا اور تم سب کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے تم سب اسی کی عبادت

Marfat.com

کرتے رہو نا

حضرت عیسیٰ کے اپنے بیان اور حکم کے خلاف بعد والوں نے لب کشائی کی اور ان کے بارے میں مختلف پارٹیوں کی شکل میں یہ لوگ بٹ گئے۔ چنانچہ یہود نے کہا کہ حضرت عیسیٰ نعوذ باللہ ولدالزنا ہیں۔ خدا کی لعنتیں ان پر ہوں کہ انہوں نے خدا کے ایک بہترین رسول پر بدترین تہمت باندھی اور کہا کہ ان کا یہ کلام وغیرہ سب جادو کے کرشمے تھے۔ اسی طرح نصاریٰ بہک گئے اور کہنے لگے کہ یہ تو خود خدا ہے۔ یہ کلام تو اللہ ہی کا ہے۔ کسی نے کہا یہ خدا کا لڑکا ہے کسی نے کہا تین خداؤں میں سے ایک ہے۔

ہاں ایک جماعت نے واقعہ کے مطابق کہا کہ آپ خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ یہی قول صحیح ہے اور اہل اسلام کا عقیدہ حضرت عیسیٰ کی نسبت یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ زخرف میں یہ فرمایا ہے۔

قُلْ اِنْ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ ۝ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝

کہہ دیجئے کہ اگر بالفرض رحمان کے اولاد ہو تو میں سب سے پہلے عبادت گذار ہوتا۔ آسمان و زمین اور عرش کا رب ہے جو کچھ یہ بیان کرتے ہیں ان سے وہ پاک ہے۔

یعنی خدا کی ذات ایسی نہیں جس کا کوئی ہمسر اور جس کا کوئی کفو ہو۔

یاد رہے کہ بطور شرط کے جو کلام وارد کیا جائے اس کا وقوع ضروری نہیں بلکہ امکان بھی ضروری نہیں جیسے کہ فرمان باری ہے۔

لَوْ اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰی مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ الخ۔

یعنی اگر اللہ تعالیٰ اولاد کی خواہش کرتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا لیکن وہ اس سے پاک ہے۔

پس آیت مذکورہ مثلو میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے۔

اَفَاَصْفٰکُمْ رَبُّکُمْ بِالْبَنِیْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ اِنَاثًا اِنَّکُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِیْمًا ۝

کیا لڑکوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے چھانٹ دیا ہے اور اپنے لئے فرشتوں کو لڑکیاں بنالی ہیں۔ تم بہت ہی بڑی بات زبان سے نکالتے ہو۔

اس غلط عقیدے سے باز آجاؤ اور ایک واحد اللہ کو مان لو جو سب عیبوں سے پاک ہے۔

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

Marfat.com

فضائل آیۃ الکرسی

اور نورِ الٰہی

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝ لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ۙ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ۚ فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْلِیٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

اللہ ہی معبود برحق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے۔ جسے نہ اونگھ آئے اور نہ نیند۔ اسی کی ملکیت ہیں زمین و آسمان کی تمام چیزیں ہیں۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے وہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے وہ اس کی مشیت کے بغیر کسی چیز کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ اس کی کرسی کی وسعت نے زمین و آسمان کو گھیر رکھا ہے وہ خدا ان کی حفاظت سے نہ تھکتا نہ گھبراتا ہے وہ تو بہت بڑا اور بلند ہے۔ دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں۔ ہدایت گمراہی سے ممتاز اور روشن ہو چکی جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں سے انکار کرے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا جو کبھی نہ ٹوٹے گا اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔ ایمان والوں کا کارساز اللہ تعالیٰ خود ہے وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور کافروں کے اولیاء شیاطین ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں یہ لوگ جہنمی ہیں جو ہمیشہ اسی میں پڑے رہیں گے۔

Marfat.com

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ سے اَلْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ، تک آیت آیت الکرسی کے نام سے مشہور ہے جس کی حدیثوں میں بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ جس گھر میں اور جس جگہ یہ آیت پڑھی جاتی ہے وہاں شیطان نہیں آسکتا۔ اس کے پڑھنے سے شیطان کے شر و مکر سے حفاظت ہوتی ہے۔

مسلم شریف میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ فرمایا۔

"اے ابو المنذر! کتاب اللہ میں سب سے زیادہ عظمت والی آیت کون سی ہے؟ آپ جواب دیتے ہیں۔ خدا اور اس کے رسول ہی کو اس کا سب سے زیادہ علم ہے، آپ پھر یہی سوال کرتے ہیں۔ بار بار کے سوال پر جواب دیتے ہیں کہ آیت الکرسی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ابو المنذر، خدا تجھے تیرا علم مبارک کرے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب سے بڑی آیت یہی آیت الکرسی ہے اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ قیامت کے دن اس آیت کی زبان ہوگی اور ہونٹ ہوں گے اور خدا کی تسبیح بیان کرے گی اور عرش الٰہی کے پائے سے لگی ہوگی۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے گھر میں ایک کوٹھری تھی جس میں بورے میں بھری کھجوریں تھیں۔ میں نے دیکھا کہ روزانہ اس میں سے کھجوریں گھٹ رہی ہیں۔ ایک رات میں جاگتا رہا اور اس کی نگرانی کرتا رہا تو میں نے دیکھا کہ ایک جانور جوان لڑکے کی طرح آیا۔ میں نے اس سے سلام کیا اس نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو انسان ہے یا جن۔ اس نے کہا میں جن ہوں۔ میں نے کہا ذرا اپنا ہاتھ تو دے اس نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔ میں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا تو کتے جیسا ہاتھ تھا اور اس پر کتے جیسے بال بھی تھے۔ اس نے کہا کہ ہاں تمام جنوں کی پیدائش اسی طرح ہے اور یہ بھی کہا کہ تمام جنوں کو معلوم ہے کہ میں تمام جنوں سے زیادہ طاقتور ہوں۔ میں نے اس سے کہا بھلا تو میری کھجوریں کیوں چرا چرا کرلے جاتا ہے؟ اور تجھے اس بات پر کس نے آمادہ کیا۔ اس نے کہا۔

بَلَغَنِیْ اَنَّکَ تُحِبُّ الصَّدَقَۃَ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُصِیْبَ مِنْ طَعَامِکَ۔

مجھے خبر پہونچی ہے کہ تم صدقہ کو پسند کرتے ہو تو میں نے اپنے جی میں کہا میں اس سے کیوں محروم رہوں اور میں تمہارے صدقہ خوروں میں سے ہو جاؤں۔

میں نے اس سے پوچھا کہ تمہاری برائی سے کون سی چیز بچانے والی ہے۔ اس نے کہا۔ جو

وشیطان سے بچانے والی یہی آیت الکرسی ہے۔ میں نے اسے چھوڑ دیا اور صبح کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر رات کا سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے سن کر فرمایا۔ اس خبیث نے یہ بات تو سچی کہی ہے۔ اسی قسم کا واقعہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ:۔

"میرے گھر میں سے جن چرا چرا کر لے جایا کرتے تھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی آپ نے فرمایا۔ اب تم جاؤ اور جب اس کو دیکھو تو کہو کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے قسم کھائی کہ آئندہ نہیں آئے گا۔ میں نے چھوڑ دیا۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم نے رات کے قیدی کو کیا کیا۔ کہا کہ اس نے قسم کھائی کہ نہیں آئے گا اس لئے میں نے اسے چھوڑ دیا آپ نے فرمایا کہ وہ جھوٹا ہے جھوٹ بولنے کا عادی ہے وہ پھر ضرور آئے گا چنانچہ دوسری رات کو پھر آیا۔ میں نے پکڑ لیا اس نے قسم کھائی تو میں نے چھوڑ دیا۔ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا۔ تمہارے رات کے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے پورا واقعہ بیان کیا۔

اس طرح سے تین دن تک اس نے ایسا ہی کیا۔ تیسرے دن میں نے پکڑ کر کہا کہ اب میں تجھے نہیں چھوڑ سکتا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ضرور لے چلوں گا۔ اس نے کہا تم مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایک دعا بتا دیتا ہوں جب تم اس کو پڑھ لیا کرو گے تو تمہارے گھر میں کوئی شیطان نہیں آیا کرے گا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کون سی دعا ہے؟ کہا کہ وہ آیت الکرسی ہے۔ میں نے اسے چھوڑ دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا تمہارے قیدی نے کیا کیا؟ میں نے سارا واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا۔ اس نے سچ کہا۔ اگرچہ وہ جھوٹا ہے۔ (ترمذی۔ ترغیب وترہیب)

اسی قسم کا واقعہ حضرت ابو ہریرہؓ کا ہے جو بخاری شریف میں ہے فرماتے ہیں کہ میں رمضان کے صدقۃ الفطر پر پہرہ دے رہا تھا۔ شیطان آیا اور میٹ کر اپنی چادر میں جمع کرنے لگا۔ تیسری مرتبہ اس نے بتایا کہ اگر تو رات کو بستر پر جا کر یہ آیت الکرسی کو پڑھے گا تو خدا کی طرف سے تجھ پر نگراں مقرر ہوگا اور صبح تک شیطان تیرے قریب نہ آسکے گا۔

اس آیت میں اسم اعظم (الحی القیوم) ہے اور پچاس کلمے ہیں اور ہر کلمہ میں پچاس برکتیں ہیں اس کے پڑھنے سے رنج وغم دور ہو جاتا ہے روزی میں کشادگی ہو جاتی ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ اس مبارک آیت الکرسی میں دس مستقل جملے ہیں۔ پہلے جملے میں اللہ کے

ی واحدانیت کا بیان ہے کہ تمام مخلوق کا وہی ایک اللہ ہے۔ دوسرے جملے میں ہے کہ وہ زندہ ہے جس کو کبھی موت نہیں آئے گی وہ دوسروں کو قائم رکھنے والا ہے۔

پس تمام موجودات اس کی محتاج ہے اور وہ سب سے بے نیاز ہے۔ پھر فرمایا، نہ تو اس پر کوئی نقصان آئے نہ کبھی وہ اپنی مخلوق سے غافل اور بے خبر ہو بلکہ ہر شخص کے اعمال پر وہ حاضر، ہر شخص کے احوال پر وہ ناظر اور دل کے ہر خطرے سے وہ واقف ہے۔ کائنات کا کوئی بھی ذرہ اس کی حفاظت اور علم سے کبھی باہر نہیں، نیند غفلت اور بے خبری سے اس کی ذات پاک ہے۔

آسمان و زمین کی تمام چیزیں اس کی ماتحتی اور اس کی سلطنت میں ہیں جیسے کہ فرمایا۔

ان کل من فی السموات والارض الخ یعنی زمین و آسمان کی تمام چیزیں رحمان کی غلامی میں حاضر ہونے والی ہیں کوئی نہیں جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے سفارش کر سکے جیسے ارشاد ہے۔

ولا یشفعون الا لمن ارتضی۔ کسی کی وہ شفاعت نہیں کرتے مگر اس کی جس سے خدا خوش ہو۔

یہاں بھی اللہ تعالیٰ کی عظمت، اس کا جلال اور اس کی کبریائی بیان ہو رہی ہے کہ بغیر اس کی اجازت اور رضامندی کے کسی کی جرأت نہیں کہ اس کے سامنے کسی کی سفارش کے لئے زبان کھولے۔

حدیث شفاعت میں بھی ہے کہ میں خدا کے عرش کے نیچے جاؤں گا اور سجدے میں گر پڑوں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے سجدے میں ہی چھوڑ دے گا جب تک چاہیگا پھر کہا جائیگا اپنا سر اٹھاؤ۔ کہو سنا جائے گا۔ شفاعت کرو منظور کی جائے گی۔

آپ فرماتے ہیں پھر میرے لئے حد مقرر کر دی جائے گی اور میں انہیں جنت میں لے جاؤں گا کرسی سے مراد حضرت عبداللہ بن عباس رض سے علم منقول ہے دوسرے بزرگوں سے دونوں پاؤں رکھنے کی جگہ منقول ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی مروی ہے اور یہ بھی ہے کہ اس کا اندازہ بجز ذات باری تعالیٰ کے اور کسی کو معلوم نہیں خود ابن عباس رض سے بھی مروی ہے۔ حضرت ابوہریرہ سے بھی مرفوعاً یہی مروی ہے لیکن رفع ثابت نہیں۔

ابو مالک فرماتے ہیں۔ کرسی عرش کے نیچے ہے، سدی کہتے ہیں کہ آسمان و زمین کرسی کے جوف میں ہیں اور عرش کے سامنے کرسی ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں۔ ساتوں زمینیں اور ساتوں آسمان اگر پھیلا دئے جائیں اور سب کو ملا کر بسیط کر دیا جائے تو کرسی کے مقابلے میں ایسے ہوں گے

Marfat.com

جیسے انگوٹھی کا ایک حلقہ چٹیل میدان میں۔

ابوذر غفاری نے ایک مرتبہ کرسی کے بارے میں سوال کیا تو حضور نے قسم کھا کر یہی فرمایا اور مزید ارشاد فرمایا کہ یہی عرش کی فضیلت کرسی پر بھی ایسی ہی ہے۔

مسلمانوں میں ہیئت دان متکلمین کہتے ہیں کہ کرسی آٹھواں آسمان ہے جسے فلک ثوابت کہتے ہیں اور جس پر نواں آسمان اور ہے جسے فلک اثیر کہتے ہیں لیکن دوسرے لوگوں نے اس کی تردید کی ہے۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ کرسی ہی عرش ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ کرسی اور ہے اور عرش اور ہے جو اس سے بھی بڑا ہے جیسے کہ آثار و احادیث میں وارد ہوا ہے۔

پھر فرمایا کہ خدا پر ان کی حفاظت بوجھل اور گراں نہیں بلکہ سہل اور آسان ہے تمام مخلوق اس کے سامنے حقیر، متواضع پست، محتاج اور فقیر ہے۔ وہ ہر چیز پر غالب اور ہر چیز کا مالک و نگران ہے۔ وہ رفعت و بلندی والا اور عظمت و کبریائی والا ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اسی لئے فرمایا۔ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ۔

یہ آیتیں اور ان جیسی دوسری آیتیں اور صحیح حدیثیں جتنی کچھ ذات صفات باری میں وارد ہوئی ہیں ان سب پر ایمان لانا بغیر کیفیت معلوم کئے اور بغیر تشبیہ دئے جن الفاظ میں وہ وارد ہوئی ہیں ضروری ہے۔ یہی طریقہ ہمارے سلف صالحین رضی اللہ عنہم اجمعین کا تھا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ۔ دین کے بارے میں زبردستی نہیں ہے کہ کسی کو جبراً اسلام میں داخل کرو۔ اسلام کی حقانیت واضح ہو چکی اس کے دلائل و براہین بیان ہو چکے پھر کسی پر جبر و زبردستی کرنے کی کیا ضرورت۔ جسے خدا ہدایت دے گا جس کا سینہ کھلا ہو، دل روشن اور آنکھیں بینا ہوں گی وہ خود اس کا دلدادہ اور شیدا ہو جائے گا۔

اس آیت کی شان نزول یہ ہے کہ مدینہ کی مشرکہ عورتیں جب انہیں اولاد نہیں ہوتی تھی تو نذر مانتی تھیں کہ اگر ہمارے یہاں اولاد ہوئی تو ہم اسے یہودی بنا دیں گے اور یہودیوں کے سپرد کر دیں گے۔ اس طرح ان کے بہت سے بچے یہودیوں کے پاس تھے۔ جب یہ لوگ مسلمان ہوئے اور ادھر یہودیوں سے جنگ ہوئی اور آخر ان کی اندرونی سازشوں اور فریب کاریوں سے نجات پانے کے لئے سرور رسل علیہ السلام نے حکم جاری فرمایا کہ ان بنی نضیر کے یہودیوں

Marfat.com

کو جلا وطن کر دیا جائے۔

اس وقت انصاریوں نے اپنے بچے جو اُن کے پاس تھے ان سے طلب کئے تاکہ انہیں اپنے اثر سے مسلمان بنالیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ انصار کے قبیلے بنوسالم بن عوف کا ایک شخص تھا جس کے دو لڑکے نصرانی تھے اور خود مسلمان تھا۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں ان لڑکوں کو جبراً مسلمان بنالوں ویسے تو وہ عیسائیت سے ہٹتے نہیں۔ اس پر یہ آیت اتری اور ممانعت کردی۔

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا۔

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

دین کے بارے میں کوئی زبردستی۔ سیدھی راہ ٹیڑھی راہ سے ممتاز اور روشن ہو چکی۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں سے انکار کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا جو کبھی نہ ٹوٹے گا اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

سورۂ کہف میں فرمایا:

وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ۔

آپ اعلان کر دیجئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

یہ دونوں چیزیں اس کے اختیار میں دے دی گئی ہیں اسلام میں نہ اجبار ہے اور نہ اکراہ ہدایت وضلالت کے دونوں راستے کھلے ہوئے ہیں جس راستہ سے چاہے چلے۔ جیسا کہ سورۂ دہر میں فرمایا۔

إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ۝

(اعلان کر دیجئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے) ہم نے اسے راہ دکھادی ہے اب وہ خواہ شکر گذار بنے یا ناشکر!

یعنی ہم نے ایمان اور کفر کی دونوں حالتوں اور دونوں راستوں کو دکھا دیا ہے اگر صحیح راستہ

Marfat.com

اختیار کرے تو اس کے حق میں بھلائی ہے اور اگر صحیح راستہ نہ اختیار کرے تو اس کے حق میں برائی ہے۔ جیسے کہ فرمایا۔

وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ	یعنی قوم ثمود کو ہم نے ہدایت کی لیکن انہوں نے اندھا پے کو ہدایت پر ترجیح دی۔

اور دوسری جگہ ہے۔

وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ۔	ہم نے انسان کو دونوں راہیں دکھا دی ہیں

یعنی بھلائی کی اور برائی کی۔

اگر آپ اسلامی تاریخ کا گہری نظر سے مطالعہ کریں گے تو آپ یقیناً جان لیں گے کہ دین اسلام میں اکراہ اور زبردستی نہیں ہے اس کی بیشمار نظیریں ہیں کہ ابتدائے اسلام کے وقت حضرت ابوبکر خوشی سے اسلام لائے انہیں اسلام لانے پر کسی نے مجبور نہیں کیا بلکہ اسلام کے چھوڑنے اور چھوڑانے پر مجبور کیا جاتا تھا لیکن وہ یار غار مرتے دم تک اسلام ہی پر قائم رہا۔

حضرت بلال وعمار و صہیب وغیرہ اپنی خوشی سے بلا جبرو اکراہ کے مسلمان ہونے اور اسلام لانے پر انہیں بہت ستایا گیا لیکن ہمیشہ اسی پر قائم رہے۔ نجاشی بادشاہ نے خوشی اسلام لایا۔ اس پر جبر نہیں کیا گیا۔

علامہ قاضی محمد سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز تصنیف رحمۃ للعالمین جلد اول کے مقدمہ میں یہ لکھا ہے۔

وہ عمرو بن عاص جو حبش میں نجاشی کے پاس قریش کا سفیر بن کر گیا تھا کہ مسلمانوں کا بطور اکسٹرا ڈیشن مجرموں کے حاصل کرے چند سال بعد وہی عمان کے پاس داعی اسلام بن کر جاتا ہے اور ہزاروں اشخاص کے مسلمان ہو جانے کی بشارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتا ہے۔

وہی خالد بن ولید جو جنگ احد میں بت پرستوں کے رسالہ کی کمانڈری کرتا ہوا مسلمانوں کو تباہ کرنا اپنی زندگی کا اصل مقصد سمجھتا تھا کچھ عرصہ بعد حاضر ہوتا ہے۔ لات وعزیٰ کے مندروں کو اپنے ہاتھوں سے گراتا اور اسلامی فتوحات میں گرمجوش جنرل کا درجہ پاتا ہے۔

وہی عروہ بن مسعود جو حدیبیہ میں آنحضرت کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے قریش کا سفیر بن کر آیا تھا خود بخود مدینہ میں حاضر ہوتا اور اپنی قوم میں دعوت اسلام کی اجازت حاصل کر کے اسی خدمت میں اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔

Marfat.com

وہی سہیل بن عمرو جو معاہدہ حدیبیہ میں بت پرستوں کی جانب سے کمشنر معاہدہ تھا اور جس نے عہدنامہ میں اسم پاک محمدؐ کے ساتھ لفظ رسول اللہ لکھے جانے پر انکار کیا تھا۔ وفات نبوی کے بعد بیت اللہ میں کھڑے ہو کر اسلام کی صداقت اور دین الٰہی کی تائید میں ایسی زبردست تقریر کرتا ہے جو سیکڑوں میں سکینہ اور ایمان بھر دیتی ہے۔

وہی عمرؓ جو تلوار لے کر گھر سے آنحضرتؐ کا سر قلم کرنے کے لئے نکلا تھا وفات نبوی کے دن شمشیر برہنہ لے کر کہہ رہا ہے کہ جو کوئی کہے گا کہ آنحضرت نے وفات پائی اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔ وہی وحشی جس نے امیر حمزہؓ کو مارا۔ کلیجہ نکالا۔ اعضاء کاٹے اور جنازہ بے حرمت کیا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد مسلمان ہو جاتا ہے شرم و خجالت سے منہ سامنے نہیں کرتا اور بالآخر مسیلمہ جیسے کذاب کے قتل کو اپنی حرکت سابقہ کی تلافی سمجھتا ہے۔

وہی ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب، جو حقیقی چچا کا بیٹا ہو کر بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں متواترا شعار کہا کرتا تھا جذبہ توفیق سے خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور جنگ حنین کے میدان میں وہی اکیلا رکاب نبوی تھامے نظر آتا ہے۔

وہی ابوسفیان بن حرب۔ جو سات برس تک برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں فوجیں لاتا رہا اور مسلمانوں کے خلاف سارے ملک میں آتش فساد بھڑکاتا رہا۔ اسلام لاتا ہے اور نجران کے عیسائی علاقہ پر اسلامی حاکم بنا کر بھیجا جاتا ہے۔

وہ طفیل دوسی جو مکہ میں روئی کی ڈاٹ کانوں میں لگا کر پھرتا تھا کہ محمدؐ کی آواز کان میں نہ پہونچے بالآخر اپنے وطن میں گھر گھر پھرتا اور محمدؐ کی آواز کو پہنچاتا تھا۔

وہ عبدیالیل ثقفی جس نے طائف میں غلاموں، بچوں کو چھراؤ کرنے کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا دیا تھا آخر مدینہ حاضر ہوا اور اپنی قوم کے پاس جواہر ایمان و ایقان لایا تھا الغرض ایسی مثالوں کے لئے ایک دفتر درکار ہے: (انتہی)

اگر آپ نبوت کے بعد مکی زندگی کے تیرہ سال کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو آپ پر حقیقت منکشف ہو جائے گی۔ نبوت کے تیرہ سال مکے میں سیکڑوں طالبان حق بلا جبر و اکراہ اپنی خوشی سے اسلام لانے اور ان کے اسلام لانے پر مشرکین مکہ نے بہت ستایا، مارا پیٹا، قید و بند کی صعوبتیں دیں۔ حتی کہ وہ دین و ایمان بچانے کے لئے دوسرے ملکوں میں منتقل ہو گئے اور باقی ماندہ جو مسلمان مکے میں رہ گئے تھے وہ مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی

Marfat.com

ہجرت کر گئے۔

دین میں جبر و اکراہ نہیں ہے بلکہ ہر طرح مذہبی آزادی اور خود مختاری ہر ایک انسان کو حاصل ہے۔ قادر مطلق خالق کائنات اگر چاہتا تو ساری مخلوق کو اس دین فطرت کے ماننے اور تسلیم کرنے پر مجبور کر دیتا اور کسی شخص کو بھی اس سے سرتابی کی مجال اور طاقت نہ ہوتی جیسا کہ ہر ایک شخص اس کے قانون قدرت کے سامنے بے بس اور لاچار ہے۔ مگر اس نے اپنی حکمت کے ماتحت انسان کو دین فطرت کے ماننے پر مجبور نہیں کیا تاکہ انسان کا مقصد پیدائش فوت نہ ہو اور انسانی ترقی کی غیر متناہی راہ محدود مو کر نہ رہ جائے۔ پس انسان کی سچی آزادی اور خود مختاری کو برقرار رکھتے ہوئے مذہب کے بارے میں جبر و اکراہ سے کام نہیں لیا گیا۔ بلکہ انسان کو بے پناہ عقل و فہم اور علم و شعور کا سرمایہ عطا کیا گیا اور حق و باطل کے راستوں کو واضح کیا گیا اور انسان سے کہا گیا کہ سوچ سمجھ کر اپنے لئے زندگی گذارنے کا راستہ متعین کر کے اس پر گامزن ہو۔

اب یہ انسان کا اپنا کام ہے کہ اپنے نفع و نقصان پر غور کرے اور سوچا ہے وہ دین و مذہب اختیار کرے۔ چاہے دین حق اور قانون فطرت کی حقانیت اور صداقت پر ایمان لائے اور دارین کی نعمتوں سے سرفراز ہو اور چاہے دین حق کا انکار کر کے تباہ و برباد ہو۔ لیکن اس حقیقت کو ذہن نشین کرے کہ دین حق کے انکار کا انجام دائمی عذاب ہے۔ دوزخ کی آگ ان ہی لوگوں کے لئے بھڑکائی اور سلگائی جا رہی ہے جو دین حق کے منکر اور اپنے دشمن جانی ہیں۔

غرض دین و مذہب کے بارے میں کوئی انسان مجبور نہیں۔ اور نہ کسی شخص کو کسی حال میں کسی بھی دین و مذہب کے اختیار کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔

انسان کی نارسا عقل خداوند عالم کے ہر حکم کی حقیقت اور اصلی حکمت تک نہ پہونچی ہے اور نہ پہونچ سکتی ہے۔ پس سمجھ میں آئے یا نہ آئے ہر حکم خداوندی عین مطابق اصل ہے۔ اور سراسر حکمت و ہدایت ہے اور انسان کے عقل و فہم اور علم و شعور کی درستی اور راستی کا صحیح معیار یہی ہے کہ وہ حکم الٰہی کے موافق اور مطابق ہو اور جو اس کے خلاف ہو وہ عقل نہیں بے عقلی ہے۔ علم نہیں نادانی ہے۔ شعور نہیں بے شعوری ہے۔

دین اسلام میں بظاہر جو پابندیاں نظر آتی ہیں وہ انسان کی روحانی اور انسانی پرواز کے لئے ناگزیر ہیں اور آئندہ کی لا محدود ترقی ان پر موقوف ہے جس کے مقابلے میں یہ پابندی کوئی پابندی نہیں اور اس معمولی سختی اور دشواری کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

آیت مذکورہ بالا میں رشد اور گمراہی کے ظاہر کر دینے کے بعد اور پوری آزادی دے دینے کے بعد ایک صحیح مشورہ بھی دیا ہے۔

فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ

جو شخص اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں سے انکار کر کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط کڑے کو تھام لیا جو کبھی نہ ٹوٹے گا اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جبت سے مراد جادو ہے اور طاغوت سے مراد شیطان ہے۔

انسان کا حقیقی کرم اس کا دین ہے۔ انسان کا سچا نسب حسن خلق ہے۔ عروۃ الوثقیٰ سے مراد ایمان، اسلام، توحید باری، قرآن اور خدا کی راہ کی محبت اور اسی کے لئے دشمنی کرنا ہے۔

مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت قیس بن عبادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں مسجد نبوی میں تھا ایک شخص آیا جس کا چہرہ ترس نفا دو ہلکی رکعتیں اس نے ادا کیں لوگ انہیں دیکھ کر کہنے لگے یہ جنتی ہیں جب وہ باہر نکلے تو میں بھی ان کے پیچھے گیا۔ باتیں کرنے لگے جب وہ متوجہ ہوئے تو میں نے کہا۔ جب آپ تشریف لائے تھے تو لوگوں نے آپ کی نسبت یوں کہا تھا۔ کہا۔ سبحان اللہ! کسی کو وہ نہ کہنا چاہئے جس کا اسے علم نہ ہو۔ ہاں البتہ اتنی بات تو ہے کہ میں نے حضور کی موجودگی میں ایک خواب دیکھا تھا۔ گویا میں ایک لہلہاتے ہوئے گلشن میں ہوں اس کے درمیان ایک لوہے کا ستون ہے جو زمین سے آسمان تک چلا گیا ہے اس کی چوٹی پر ایک کڑا ہے۔ مجھ سے کہا گیا کہ اس پر چڑھ جاؤ۔ میں نے کہا میں نہیں چڑھ سکتا بالآخر ایک شخص نے مجھے تھاما اور میں آسانی سے چڑھ گیا۔ اور اس کڑے کو تھام لیا۔ اس نے کہا دیکھو اسے مضبوط پکڑے رہنا۔

بس اس حالت میں میری آنکھ کھل گئی کہ وہ کڑا میرے ہاتھ میں تھا میں نے حضورؐ سے اپنا یہ خواب بیان کیا تو آپ نے فرمایا، گلشن باغ اسلام ہے اور ستون، ستون دین ہے اور کڑا عروۃ وثقیٰ ہے۔ تو مرتے دم تک اسلام پر قائم رہے گا۔ یہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ ہیں۔

یہ حدیث بخاری اور مسلم دونوں میں مروی ہے، مسند کی حدیث میں ہے اس وقت آپ بوڑھے تھے اور لکڑی پر ٹیک لگائے ہوئے مسجد میں آتے تھے اور ایک ستون کے پیچھے

Marfat.com

نماز پڑھی تھی اور سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ جنت اللہ کی چیز ہے جسے چاہے اس میں لے جائے۔
خواب کے ذکر میں فرمایا کہ ایک شخص آیا اور مجھے لے چلا ایک لمبے چوڑے صاف شفاف میدان میں ہم پہنچے میں نے وہاں بائیں طرف جانا چاہا تو اس نے کہا۔ تو ایسا نہیں ہیں دائیں جانب چلنے لگا تو اچانک ایک پھسلنا پہاڑ نظر آیا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اوپر چڑھایا اور میں اس کی چوٹی تک پہونچ گیا۔ وہاں میں نے لوہے کا ایک اونچا ستون دیکھا جس کے سرے پہ ایک سونے کا کڑا تھا مجھے اس نے اس ستون پر چڑھا دیا یہاں تک کہ میں نے اس کڑے کو تھام لیا اس نے پوچھا خوب مضبوط تھام لیا ہے ؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے ستون پر زور سے اپنا پاؤں مارا وہ نکل گیا اور کڑا میرے ہاتھ میں رہ گیا۔
جب یہ خواب میں نے حضور کو سنایا تو آپ نے فرمایا بہت نیک خواب ہے۔ میدان میدان محشر ہے۔ بائیں طرف کا راستہ جہنم کا راستہ ہے تو ان لوگوں میں سے نہیں، دائیں جانب کا راستہ جنتیوں کا راستہ ہے۔ پھسلنا پہاڑ شہداء کی منزل ہے۔ کڑا۔ اسلام کا کڑا ہے۔ ۔ تے دم تک اسے مضبوط تھام رکھو۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ نے فرمایا۔ امید تو یہی ہے کہ خدا مجھے جنت میں لے جائے گا (رضی اللہ عنہ)
اس کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۔ — ایمان والوں کا کارساز اللہ تعالی خود ہے۔ وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے

جو اللہ تعالی کی رضامندی کے کام کرتا ہے اللہ اس کو سلامتی کا راستہ دکھا دیتا ہے اور شرک وکفر اور شک وشبہ کے اندھیریوں سے نکال کر حق کی روشنی میں لے آتا ہے۔
نور کو واحد لایا گیا اور ظلمات کو جمع۔ اس لئے کہ حق اور ایمان کا سچا راستہ ایک ہی ہے اور کفر کی بہت سی قسمیں ہیں جو سب باطل اور ناحق ہیں۔
اللہ تعالی نے نور کو بھی پیدا کیا ہے اور تاریکیوں کو بھی ایمان کو بھی اور کفر کو بھی۔ سمجھدار لوگ نور اور روشنی کے راستہ کو اختیار کرتے ہیں اس میں ان کے لئے کامیابی ہے۔
یوں تو اللہ تعالی نور کا سرچشمہ اور منبع ہے اس سے ساری روشنیاں نکلی ہیں۔ زمین میں بھی اور آسمان میں بھی۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے خود ہی فرمایا۔

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ — اللہ نور ہے آسمان اور زمین کا۔ اس کے نور کی

مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ
اَلْمِصْبَاحُ فِىْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ
كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ يُّوْقَدُ مِنْ
شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ
وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِىْٓءُ وَ
لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ
يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ
يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَ
اللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ۙ فِىْ بُيُوْتٍ
اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا
اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۙ
رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ
عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ
وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا
تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۙ
لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا
وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ
يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

مثال ایک طاق کی ہے جس میں چراغ ہو اور چراغ شیشہ کی قندیل میں ہو اور شیشہ مثل چمکتے ہوئے روشن ستارے کے ہو۔ وہ چراغ ایک بابرکت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہو۔ جو درخت نہ مشرقی ہے نہ مغربی۔ خود وہ تیل قریب ہے کہ آپ ہی آپ روشنی دینے لگے گو اسے مطلقاً آگ لگی بھی نہ ہو۔ نور پر نور ہے، اللہ اپنے نور کی طرف اس کی رہنمائی کرتا ہے جسے چاہے لوگوں کے سمجھانے کو اللہ یہ مثالیں بیان فرما رہا ہے۔ اللہ ہر چیز کے حال سے بخوبی واقف ہے۔ ان گھروں میں جن کے ادب و احترام کا اور نام خدا لئے جانے کا حکم ہے وہاں صبح و شام اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت ذکر خدا سے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں۔ جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔ اس ارادہ سے کہ اللہ انہیں ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دے بلکہ اپنے فضل سے اور زیادتی بھی فرمائے اور اللہ جسے چاہے بے شمار روزیاں دیتا ہے۔

یعنی سب مخلوق کو نور اسی سے ملا ہے، چاند، سورج ستارے فرشتے اور انبیاء و اولیاء میں جو ظاہری یا باطنی روشنی ہے اسی منبع نور سے مستفاد ہے۔ ہدایت و معرفت کا جو چمتکار کسی کو پہنچتا ہے اسی بارگاہ رفیع سے پہونچتا ہے جس جمال یا خوبی و کمال کی کوئی چمک اگر کہیں نظر آتی ہے وہ اسی کی وجہ منور اور ذات مبارک کے جمال و کمال کا ایک پرتو ہے۔

فتح الباری کی ایک حدیث میں ہے۔

إِنَّ اللهَ خَلَقَ خَلْقَهٗ فِي ظُلْمَةٍ ثُمَّ اَلْقٰى عَلَيْهِمْ مِنْ نُّوْرِهٖ فَمَنْ اَصَابَهٗ مِنْ نُّوْرِهٖ يَوْمَئِذٍ اِهْتَدٰى وَمَنْ اَخْطَاهُ ضَلَّ۔

اللہ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کیا پھر اس پر اپنا نور ڈالا تو جس کو اس وقت اللہ کے نور (توفیق) سے حصہ ملا وہ ہدایت پر آیا اور جو اس سے چوک گیا وہ گمراہ رہا۔

واضح رہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات مثلاً سمع، بصر وغیرہ کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی ایسے ہی صفت نور بھی ہے۔ اسے ممکنات کے نور پر قیاس نہ کیا جائے۔

یوں تو اللہ تعالیٰ کے نور سے تمام موجودات کی نمود ہے لیکن مومنین مہتدین کو نور الٰہی سے ہدایت و عرفان کا جو خصوصی حصہ ملتا ہے اس کی مثال اس طرح سمجھو گویا مومن کا جسم ایک طاق کی طرح ہے جس کے اندر ایک ستارہ کی طرح چمکدار شیشہ رکھا ہو یہ شیشہ اس کا قلب ہوا جس کا تعلق عالم بالا سے ہے۔ اس شیشہ میں معرفت و ہدایت کا چراغ روشن ہے۔ یہ روشنی ایسے صاف شفاف اور لطیف تیل سے حاصل ہو رہی ہے جو ایک نہایت ہی مبارک درخت زیتون سے نکل کر آیا ہے اور زیتون بھی وہ جو کسی حجاب سے نہ مشرق میں ہو نہ مغرب میں جس پر صبح و شام دونوں وقت دھوپ پڑتی ہے۔

تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ ایسے زیتون کا تیل اور بھی زیادہ لطیف و صاف ہوتا ہے۔ یہ تیل اسی حسن و استعداد اور نور توفیق کا ہوا جو نور مبارک کے القاء سے بدء فطرت میں مومن کو حاصل ہوا تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ مومن کا شیشۂ دل نہایت صاف ہوتا ہے اور خدا کی توفیق سے اس میں قبول حق کی ایسی زبردست استعداد پائی جاتی ہے کہ بدون دیا سلائی دکھانے ہی جل اٹھنے کو تیار رہتا ہے اب جہاں ذرا آگ دکھائی یعنی وحی و قرآن کی تیز روشنی نے اس کو مس کیا تو فوراً اس کی فطری روشنی بھڑک اٹھی۔ اسی کو نور علیٰ نور فرمایا۔

ان عجیب و غریب مثالوں کا بیان فرمانا بھی اسی غرض سے ہے کہ استعداد رکھنے والوں کو بصیرت کی ایک روشنی حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ تمثیل کے مناسب موقع و محل کو پوری طرح جانتا ہے کسی دوسرے کو قدرت کہاں کہ ایسی جامع اور موزون مثال پیش کر سکے۔

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ تمہارے رب کے یہاں رات اور دن نہیں۔ اس کے چہرے کے نور سے اس کے عرش کا نور ہے۔

نورہ کی ضمیر کا مرجع بعض کے نزدیک تو لفظ اللہ ہی ہے یعنی اللہ کی ہدایت جو مومن کے دل میں ہے اور بعض کے نزدیک مومن ہے جس پر سیاق کلام کی دلالت ہے۔ یعنی مومن کے دل کے نور کی مثال مثل طاق کے ہے۔

پس مومن کے دل کی صفائی کو بلور کے فانوس سے تشبیہ دی اور پھر قرآن و شریعت سے جو مدد اسے ملتی رہتی ہے اس کی تشبیہ دی زیتون کے تیل سے جو خود صاف شفاف چمکیلا اور روشن ہے۔ پس طاق اور طاق میں چراغ اور وہ بھی روشن چراغ کہا گیا۔

یہودیوں نے اعتراضاً کہا تھا کہ خدا کا نور آسمانوں کے پار کیسے ہوتا ہے؟ تو مثال دے کر سمجھایا گیا کہ جیسے فانوس کے شیشے سے روشنی۔ یہ مثال اللہ نے اپنی فرمانبرداری کی دی ہے اور اطاعت کو نور فرمایا ہے۔ پھر اس کے اور بھی بہت سے نام ہیں۔

عکرمہ فرماتے ہیں کہ صبح سے شام تک کھلی ہوا اور صاف دھوپ اسے پہنچتی رہتی ہے کیونکہ وہ کھلے میدان میں درمیان کی جگہ ہے۔ اس وجہ سے اس کا تیل بہت پاک صاف اور چمکدار ہوتا ہے اور اسے نہ شرقی کہہ سکتے ہیں نہ غربی۔ ایسا درخت بہت سرسبز اور کھلا ہوتا ہے۔

پس جس طرح یہ درخت آفتوں سے بچا ہوا ہوتا ہے اسی طرح مومن فتنوں سے محفوظ ہوتا ہے۔ اگر کسی فتنہ کی آزمائش میں پڑتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ثابت قدم رکھتا ہے پس یہ چار صفتیں قدرت اسے دیتی ہے۔ بات میں سچائی، حکم میں عدل، بلا پر صبر اور نعمت پر شکر۔ پھر وہ اور تمام انسانوں میں ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی زندہ مردوں میں ہو۔

حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ یہ درخت دنیا میں زمین پہ ہوتا تو ضروری تھا کہ مشرقی ہو یا مغربی لیکن یہ تو نور خدا کی مثال ہے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ مثال ہے نیک آدمی کی جو نہ یہودی ہے نہ نصرانی۔

ان سب اقوال میں سے پہلا قول بہترین قول ہے کہ وہ درمیانہ زمین میں ہے کہ صبح سے شام تک اسے دھوپ اور ہوا پہنچتی ہے کیونکہ چوطرف سے کوئی آڑ نہیں تو لامحالہ ایسے درخت کا تیل بہت زیادہ صاف ہوگا اور لطیف و چمکدار ہوگا۔ اسی لئے فرمایا کہ خود وہ تیل اتنا لطیف ہے کہ گویا بغیر جلائے روشنی دے۔ نور پہ نور ہے۔ یعنی ایمان کا نور اور پھر اس پہ نیک اعمال کا نور خود زیتون کا تیل روشن پھر وہ جل رہا ہے اور روشنی دے رہا ہے۔

پس اسے پانچ نور حاصل ہوتے ہیں اس کا کلام نور ہے اس کا عمل نور ہے اس کا آنا نور

Marfat.com

ہے۔ اس کا جانا نور ہے اور اس کا آخری ٹھکانا نور ہے یعنی جنت۔

کعب سے مروی ہے کہ یہ مثال ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ آپ کی نبوت اس قدر ظاہر ہے کہ گو آپ زبانی نہ بھی فرمائیں تاہم لوگوں پر ظاہر ہو جائے جیسے یہ زیتون ۔ بغیر روشن کئے روشن ہے۔ تو دو نور یہاں جمع ہیں۔ ایک زیتون کا ایک آگ کا۔ ان کے مجموعے سے روشنی حاصل ہوئی۔ اسی طرح نورِ قرآن اور نورِ ایمان جمع ہو جاتے ہیں اور مومن کا دل روشن ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ جسے پسند فرمائے اسے اپنی ہدایت کی راہ لگا دیتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ایک اندھیرے میں پیدا کیا پھر اس دن ان پر اپنا نور ڈالا جسے وہ نور پہنچا اس نے راہ پائی اور جو محروم رہا وہ گمراہ ہوا۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ قلم خدا کے حکم کے مطابق چل کر خشک ہو گیا (مسند وغیرہ)

اللہ تعالیٰ نے مومن کے دل کی ہدایت کی مثال نور سے دے کر پھر فرمایا کہ اللہ یہ مثالیں لوگوں کے سمجھنے کے لئے بیان فرما رہا ہے اس کے علم میں بھی کوئی اس جیسا نہیں۔ وہ ہدایت اور ضلالت کے ہر مستحق کو بخوبی جانتا ہے۔

مسند کی ایک حدیث میں ہے کہ دلوں کی چار قسمیں ہیں ایک تو صاف اور روشن ایک غلاف دار اور بندھا ہوا، ایک الٹا اور اوندھا۔ ایک پھرا ہوا الٹا سیدھا۔ پہلا دل تو مومن کا ہے جو نورانی ہوتا ہے۔ دوسرا دل کافروں کا ہے اور تیسرا دل منافق کا دل ہے کہ اس نے جانا اور پھر انجان ہو گیا۔ پہچان لیا پھر منکر ہو گیا۔ چوتھا دل وہ دل ہے جس میں ایمان بھی ہے نفاق بھی ہے ایمان کی مثال تو اس میں مثل ترکاری کے درخت کے ہے کہ اچھا پانی اسے بڑھا دیتا ہے اور نفاق کی مثال اس میں مثل پھوڑے کے ہے کہ خون پیپ اسے ابھار دیتا ہے۔ اب جو غالب آگیا اس پر چھا جاتا ہے۔

یہ خدا کا نور کیسے حاصل ہوگا اور کہاں ملے گا آگے اللہ تعالیٰ نے اس کا پتہ دیا ہے کہ

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللّٰهُ أَنْ تُرْفَعَ	ان گھروں میں جن کے ادب و احترام اور نام خدا
وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا	کا وہاں لئے جانے کا حکم ہوا ہے وہاں صبح و شام
بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ۝	اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔

یعنی ان مسجدوں میں جو سب سے زیادہ بہترین اور خدا کے نزدیک پسندیدہ ہیں جہاں اس کی عبادت کی جاتی ہے اس کی توحید کی خوبی بیان ہوتی ہے جن کی نگہبانی کا اور جن کے پاک وصاف

Marfat.com

رکھنے کا اور بیہودہ اقوال وافعال سے بچانے کا حکمِ خدا ہے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اَنْ تُرْفَعَ کے معنیٰ اس میں بیہودگی نہ کرنے کے ہیں۔ قتادہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہی مسجدیں ہیں جن کے بنانے کا آباد کرنے کا اور ادب وپاکیزگی کا حکمِ خدا ہے کعب کہا کرتے تھے کہ توریت میں لکھا ہوا ہے کہ زمین میں میرے گھر مسجدیں ہیں جو بھی باوضو میرے گھر میری ملاقات کے لئے آئے گا میں اس کی عزت کروں گا۔ ہر اس شخص پر جس سے ملنے کے لئے کوئی اس کے گھر آئے حق ہے کہ وہ اس کی تکریم کرے (تفسیر ابن ابی حاتم)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰۗـــُٔــھُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَـھُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

ایمان والوں کا کارساز اللہ تعالیٰ خود ہی ہے انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور کافروں کے اولیا شیاطین ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہ لوگ جہنمی ہیں ہمیشہ اسی میں پڑے رہیں گے۔

یعنی کافروں کے اولیا شیاطین ہیں جو جہالت وضلالت کو اور کفر وشرک کو مزین کر کے انہیں ایمان اور توحید سے روکتے ہیں۔ اور نورِ حق سے ہٹا کر اندھیریوں کے کوئیں میں جھونکتے ہیں یہی لوگ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

سورہ بقرہ میں منافقین کے اوصاف ذمیمہ کی یہ مثال دی ہے۔

مَثَلُھُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَاۗءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَھَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِھِمْ وَتَرَكَھُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ۝ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَھُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝ اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاۗءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَھُمْ فِىْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۭ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ

ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی پس آس پاس کی چیزیں روشنی میں آئی ہی تھیں کہ اللہ ان کے نور کو لے گیا اور انہیں اندھیروں میں چھوڑ دیا جو نہیں دیکھتے، بہرے، گونگے اور اندھے ہیں۔ پس وہ نہیں لوٹتے، یا آسمانی برسات کی طرح جس میں اندھیریاں اور گرج بجلی ہو، موت سے ڈر کر کڑاکے کی وجہ سے اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرنے والا ہے قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھیں اُچک لے جائے۔ جب

Marfat.com

اَبْصَارَهُمْ كُلَّمَا اَضَاءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ وَاِذَا اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

ان کے لئے روشنی ہوتی ہے تو اس میں چلتے پھرتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا کرتی ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں اگر اللہ چاہے تو ان کے کانوں اور آنکھوں کو بیکار کر دے یقینا اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے

ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ منافق جو گمراہی کو ہدایت کے بدلے اور اندھے پن کو بینائی کے بدلے مول لیتے ہیں۔ ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جو اندھیرے میں آگ جلائے اس سے دائیں بائیں کی چیزیں اسے نظر آنے لگیں، پریشانی دور ہوئی اور فائدے کی امید پر ہے کہ دفعتہً آگ بجھ جائے اور سخت اندھیرا چھا جائے۔ نہ تو نگاہ کام کرے نہ راستہ معلوم ہو سکے اور باوجود اس کے وہ شخص خود بہرا ہو کسی کی بات نہ سن سکتا ہو، گونگا ہو کسی سے دریافت نہ کر سکتا ہو۔ اندھا ہو جو روشنی سے کام نہ چلا سکتا ہو۔ اب بھلا یہ راہ کیسے پا سکے گا۔

ٹھیک اسی طرح یہ منافق بھی ہیں کہ ہدایت کو چھوڑ کر بے راہ گم کر بیٹھے۔ اور بھلائی کو چھوڑ کر برائی کو چاہنے لگے۔ اس مثال سے پتہ چلتا ہے کہ ان لوگوں نے ایمان قبول کر کے کفر کیا تھا جیسے قرآن کریم میں کئی جگہ یہ صراحت موجود ہے (واللہ اعلم)

ان منافقین کے ظلمات میں رہنے کی مزید توضیح کے لئے اللہ نے اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ سے دوسری مثال بیان فرمائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دو قسم کے منافقین ہیں ایک قسم کے منافقین کی مثال پہلی اور دوسری قسم کے منافقین کی مثال یہ دوسری ہے جن پر کبھی حق کی روشنی پڑ جاتی تھی اور پھر شک و تردد میں پڑ کر بجھ جاتی تھی۔ تو ان کے شک کے وقت ان کی مثال برساتی مینہ کی سی ہے۔ عموماً برسات کے زمانے میں گھنگھور گھٹائیں چھا جاتی ہیں کہ دن میں بھی رات کی طرح اندھیرا معلوم ہوتا ہے اور اگر رات میں بارش کی اس قسم کی گھٹائیں چھا جائیں تو بہت ہی اندھیرا ہو جاتا ہے کہ ہاتھ پسارنے سے ہاتھ بھی نہیں دکھائی دیتا۔ ایسی بارش کے موقع پر کبھی گرج اور کڑک بھی ہوتی ہے اور کبھی بجلی کی چمک بھی ہوتی ہے مگر یہ چمک ایک عارضی چیز ہوتی ہے جو فوراً غائب ہو جاتی ہے۔

یہی حال ان منافقوں کا ہوتا ہے کہ وعظ و نصیحت سننے سے کچھ روشنی میں آ جاتے ہیں۔ لیکن اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے وہ روشنی غائب ہو جاتی ہے اور تاریکیوں میں پھنسے رہتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ اس تفسیر کے سلسلے میں بیان فرماتے ہیں جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے اپنی تفسیر میں بیان فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کی پوری آیتیں ان کی قلعی کھول

Marfat.com

دیں گی اور ان کے چھپے ہوئے عیوب ظاہر کر دیں گی اور اپنی نورانیت سے انہیں مبہوت کر دیں گی۔ جب ان پر اندھیرا ہو جاتا ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں یعنی ایمان جب ان پر ظاہر ہو جاتا ہے تو ذرا روشن دل ہو کر پیروی بھی کرنے لگتے ہیں لیکن پھر جہاں شک وشبہ آیا کہ دل میں کدورت بھر گئی اور بھو چکے ہو کر کھڑے رہ گئے۔

اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ اسلام کو ذرا عروج ملا تو ان کے دل میں قدرے اطمینان پیدا ہو۔ لیکن جہاں اس کے خلاف نظر آیا یہ الٹے پاؤں کفر کی طرف لوٹنے لگے۔

جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ الاٰیۃ۔

یعنی بعض لوگ وہ بھی ہیں جو کنارے پر ٹھہر کر خدا کی عبادت کرتے ہیں۔

اگر بھلائی ملی تو مطمئن ہوئے اور اگر برائی پہونچی تو اسی وقت پھر گئے اور قیامت میں بھی ان کا یہی حال ہے گا کہ جب لوگوں کو ان کے اندازے کے مطابق نور ملے گا بعض کو کئی میلوں تک کا۔ بعض کو اس سے بھی زیادہ اور بعض کو اس سے کم۔ یہاں تک کہ کسی کو اتنا نور ملے گا جو کبھی روشنی دے گا اور کبھی اندھیرا ہو جائے۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو ذراسی دور چل سکیں گے پھر ٹھہر جائیں گے پھر ذراسی دور کا نور ملے گا پھر بجھ جائے گا۔ یہ پورے منافق ہوں گے۔

سورۂ حدید میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کاملین اور منافقین متردین کے نور کی مثال اس طرح بیان فرمائی ہے۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ

قیامت کے دن تو دیکھے گا کہ ایماندار مردوں اور عورتوں کا نوران کے آگے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہو گا آج تمہیں ان جنتوں کی خوشخبری ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں ہمیشہ کی رہائش ہے یہ ہے بہترین کامیابی۔ اس دن منافق مرد و عورت ایمانداروں سے کہیں گے کہ ہماری طرف تو دیکھو کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور روشنی

Marfat.com

بِسُورٍ لَّهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ
وَظَاهِرُهُ مِن قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝ يُنَادُونَهُمْ
أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ وَلَٰكِنَّكُمْ
فَتَنتُمْ أَنفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ
وَغَرَّتْكُمُ الْأَمَانِيُّ حَتَّىٰ جَاءَ
أَمْرُ اللَّهِ وَغَرَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ۝ فَالْيَوْمَ
لَا يُؤْخَذُ مِنكُمْ فِدْيَةٌ وَلَا مِنَ
الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ مَأْوَاكُمُ النَّارُ ۖ هِيَ
مَوْلَاكُمْ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ

تلاش کرو پھر ان مومنوں اور منافقوں کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں دروازہ بھی ہوگا۔ اس کے اندرونی حصہ میں تو رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب ہوگا۔ یہ چلا چلا کر ان سے کہیں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ یہ کہیں گے ہاں تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے آپ کو گمراہی میں پھنسا کر رکھا تھا اور انتظار میں ہی رہے اور شک شبہ کرتے رہے اور تمہیں تمہاری فضول تمناؤں نے دھوکے ہی میں رکھا یہاں تک کہ خدا کا حکم پہنچا اور تمہیں دھوکہ دینے والے نے دھوکے ہی میں رکھا آج تم سے نہ فدیہ اور بدلہ قبول کیا جائے گا اور نہ کافروں سے۔ تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ وہی تمہارا رفیق ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے روز کھلے ہوئے کافر پل صراط پر نہیں چل سکیں گے کیونکہ وہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔

جو پکے دوزخی ہیں اس کے دروازوں سے دھکیل دیئے جائیں گے باقی جو کسی نبی کی امت میں ہیں سچے اور کچے رہے انہیں پل صراط سے گذرنے کا حکم ہوگا۔ اس پر چڑھنے سے پہلے ایک سخت تاریکی لوگوں کو گھیرے گی اس وقت ایمان والوں کے ساتھ روشنی ہوگی منافق بھی ان کی روشنی میں پیچھے پیچھے چلنا چاہیں گے لیکن مومن جلد آگے بڑھ جائیں گے اس لیے ان کی روشنی منافقین سے دور ہوتی جائے گی تب وہ چلائیں گے کہ ذرا ٹھہرو ہم کو اندھیرے میں پیچھے چھوڑ کر مت جاؤ تھوڑا انتظار کرو کہ ہم بھی تم سے مل جائیں اور تمہاری روشنی سے استفادہ کریں آخر ہم دنیا میں تمہارے ساتھ ہی رہتے تھے اور ہمارا شمار بھی بظاہر مسلمانوں میں ہوتا تھا۔ اب اس مصیبت کے وقت اس تاریکی میں ہمیں چھوڑ کر کہاں جاتے ہو۔ کیا رفاقت کا حق یہی ہے؟

جواب ملے گا۔ پیچھے ہٹ کر روشنی تلاش کرو اگر مل سکے تو وہاں سے روشنی لے آؤ۔ یہ سن کر پیچھے ہٹیں گے اتنے میں دیوار دونوں فریق کے درمیان حائل ہو جائے گی یعنی روشنی دنیا میں کمائی جاتی ہے وہ جگہ پیچھے چھوڑ آئے یا پیچھے سے وہ جگہ مراد ہے جہاں پل صراط پر چڑھنے سے پہلے نور تقسیم کیا گیا

Marfat.com

اور باقی تمہارا یہ کہنا کہ ہم بھی تمہارے ساتھ تھے۔ ہاں بظاہر تم ہمارے ساتھ تھے اور زبان سے اسلام کا دعویٰ کرتے تھے لیکن اندرونی حالت یہ تھی کہ لذات وشہوات میں پڑ کر تم نے نفاق کا راستہ اختیار کیا اور اپنے نفس کو دھوکہ دے کر ہلاکت میں ڈالا پھر توبہ نہ کی اور راہ دیکھتے رہے کہ آگے ان منافقانہ چالوں کا کوئی خمیازہ نہیں بھگتنا ہے۔ بلکہ اس خیال اور امید میں رہے کہ چند روز میں اسلام اور مسلمانوں کا قصہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ آخر میں ہم ہی غالب ہوں گے رہا آخرت کا قصہ سو وہاں بھی کسی نہ کسی طرح چھوٹ ہی جائیں گے۔

ان ہی خیالات میں مست تھے کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اور موت نے آدبایا اور اس بڑے دغاباز (شیطان) نے تم کو بہکا کر ایسا کھو دیا کہ اب رستگاری کی کوئی سبیل نہ رہی۔

اگر آج تم منافق جو کھلے کافر تھے کچھ معاوضہ وغیرہ دے کر سزا سے بچنا چاہو تو اس کے منظور کئے جانے کی کوئی صورت نہیں۔ بس تم سب کو اس گھر (دوزخ) میں ہمیشہ رہنا ہے۔ یہی دوزخ کی آگ تمہارا ٹھکانا اور یہی رفیق ہے۔ کسی دوسرے رفیق کی امید مت رکھو۔

ان آیتوں میں دو قسم کے منافقوں کی مثال بیان کی گئی ہے اسی طرح سورۂ نور میں اللہ تعالیٰ نے مومن اور اس کے دل کے اندر کی مثال اس منور چراغ سے دی ہے جو فانوس میں ہو اور خود فانوس بھی چمکتے ہوئے تارے کی طرح ہو۔

چنانچہ ایماندار کا ایک نور تو خود دل روشن ہے دوسرے خالص شریعت کی اسے امداد بس نورٌ علیٰ نور روشنی پر روشنی ہے اس کے بعد کافروں کی بھی مثال بیان فرمائی کہ ان کے اعمال سفید بالو اور ریت کی طرح ہیں۔ جیسے دھوکا ہوجاتا ہے وہ پانی سمجھتا ہے جب اس کے پاس آتا ہے تو کچھ نہیں پاتا۔ پھر جاہل کافروں کی مثال جو جہل بسیط میں گرفتار ہیں سخت اندھیروں سے دی ہے جو گہرے سمندر میں ہوں جو موجوں پر موجیں مار رہا ہے پھر ابر سے ڈھکا ہوا اور اندھیروں پر اندھیرے چھائے ہوں۔ ہاتھ نکالے تو دیکھ بھی نہ سکے۔ سچ ہے جس کے لئے اللہ کی طرف سے نور اور روشنی نہ ملے تو اس کے پاس روشنی کہاں سے آسکتی ہے۔

اب سورۂ نور کی آیت جس میں ایسے کافروں کا ذکر ہے پڑھئے اور قرآن مجید کی انتہائی فصاحت و بلاغت کی داد دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوٓا۟ أَعْمَـٰلُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ ٱلظَّمْـَٔانُ	کافروں کے اعمال اس چمکتی ہوئی ریت کے مثل ہیں جو چٹیل میدان میں ہو جسے پیاسا شخص دور

Marfat.com

مَآءً حَتّٰى إِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا
وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۗ
وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۙ أَوْ كَظُلُمٰتٍ
فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ
مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۗ ظُلُمٰتٌۢ
بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۗ إِذَآ أَخْرَجَ يَدَهٗ
لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۗ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ
لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ

سے پانی سمجھتا ہے لیکن جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا، ہاں اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے جو اس کا حساب پورا پورا چکا دیتا ہے۔ اللہ بہت جلد حساب کر دینے والا ہے۔ یا مثل ان اندھیروں کے ہے جو نہایت گہرے سمندر کی تہ میں ہوں جسے اوپر تلے کی موجوں نے ڈھانپ رکھا ہو پھر اوپر سے بادل چھائے ہوئے ہوں۔ الغرض اندھیرے ہیں جو اوپر تلے پے در پے ہیں۔ جب اپنا ہاتھ نکالے تو اسے بھی نہ دیکھ سکے۔ بات یہ ہے کہ جسے خدا ہی نور نہ دے اس کے پاس کوئی روشنی نہیں ہوتی۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ یہ دو مثالیں ہیں اور دو قسم کے کافروں کی ہیں۔ جیسے سورہ بقرہ کے شروع میں دو مثالیں دو قسم کے منافقوں کی بیان ہوئی ہیں، ایک آگ کی، ایک پانی کی اور جیسے کہ سورہ رعد میں ہدایت و علم کی جو انسان کے دل میں جگہ پکڑ جائے ایسی ہی دو مثالیں آگ اور پانی کی بیان ہوئی ہیں۔

یہاں پہلی مثال تو ان کافروں کی ہے جو کفر کی طرف دوسروں کو بھی بلاتے ہیں اور اپنے آپ کو ہدایت پر سمجھتے ہیں حالانکہ وہ بالکل بے راہ ہیں۔ ان کی تو ایسی مثال ہے جیسے کسی پیاسے کو جنگل میں دور سے ریت کا چمکتا ہوا تودہ دکھائی دیتا ہے اور اسے پانی کا موجیں مارتا دریا سمجھ کر خوب خوش ہو رہا ہے۔

اسی طرح یہ کافر ہیں کہ اپنے دل میں سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہم نے بہت کچھ اعمال کئے ہیں، بہت سی بھلائیاں جمع کر لی ہیں لیکن قیامت کے دن دیکھیں گے کہ ایک نیکی بھی ان کے پاس نہیں، یا تو ان کی بدنیتی سے وہ غارت ہو چکی ہیں یا مطابق شرع نہ ہونے سے وہ برباد ہو گئی ہیں۔ غرض ان کے یہاں پہنچنے سے پہلے ان کے کام جہنم رسید ہو چکے ہیں۔ یہاں یہ بالکل خالی ہاتھ رہ گئے ہیں۔ حساب کتاب کے موقع پر خدا خود موجود ہے اور وہ ایک ایک عمل کا حساب لے رہا ہے اور ان کا کوئی عمل قابل ثواب نہیں نکلتا کہ وہ اجر کے حقدار بن سکیں۔

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ یہودیوں سے قیامت کے دن سوال ہوگا کہ تم دنیا میں کس کی

Marfat.com

عبادت کرتے رہتے؟ وہ جواب دیں گے کہ خدا کے بیٹے عزیر کی۔ کہا جائے گا کہ تم جھوٹے ہو۔ خدا کا کوئی بیٹا نہیں۔ اچھا اب بتاؤ کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے خدایا ہم بہت پیاسے ہو رہے ہیں ہمیں پانی پلایا جائے۔ اب انہیں دور سے جہنم اس طرح نظر آئے گی جیسے دنیا میں سراب ہوتا ہے جس پر نباری پانی کا دھوکا ہوتا ہے۔ یہ وہاں جائیں گے اور دوزخ میں ڈال دئے جائیں گے۔

یہ مثال تو تھی جہل مرکب والوں کی۔ اب جہل بسیط والوں کی مثال سنئے۔ جو کورے مقلد تھے اگلی مثال والے ائمہ کفر کی کوری تقلید کرتے تھے اور آنکھیں بند کئے ان کی آواز پر لگے ہوئے تھے کہ ان کی مثال گہرے سمندر کی تہ کی اندھیروں جیسی دی ہے جسے اوپر سے تہ بہ تہ موجوں نے ڈھانپ رکھا ہو اور پھر اوپر سے ابر ڈھانکے ہوئے ہوں یعنی اندھیروں پہ اندھیرے ہوں یہاں تک کہ ہاتھ بھی سجھائی نہ دیتا ہو۔

یہی حال ان سفلے جاہل کافروں کا ہے کہ نرے مقلد ہیں یہاں تک کہ جس کی تقلید کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اسے بھی صحیح طور پر نہیں پہچانتے اس کا بھی حق یا ناحق پر ہونا انہیں معلوم نہیں ہے جیسے کوئی شخص کسی کے پیچھے یوں ہی ہو لے اور اسے نہ معلوم ہو کہ وہ کہاں لے جا رہا ہے۔ چنانچہ مثالاً کہا جاتا ہے کہ کسی جاہل سے پوچھا گیا کہ کہاں جا رہا ہے؟ اس نے کہا، ان کے ساتھ جا رہا ہوں پوچھنے والے نے پھر دریافت کیا کہ یہ کہاں جا رہے ہیں؟ اس نے کہا، مجھے تو معلوم نہیں۔

پس جیسے اس سمندر پر موجیں اٹھ رہی ہیں اسی طرح کافر کے دل پر اس کے کانوں پر، اس کی آنکھوں پر پردے پڑے ہیں جیسے کہ فرمان خداوندی ہے "اللہ نے ان کے دلوں پر، کانوں پر اور آنکھوں پر مہر لگا دی ہے" اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰهُ الآیۃ تو نے انہیں دیکھا جو خواہش پرستی کرتے ہیں اور خدا نے انہیں علم پر بہکا دیا ہے اور ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔

حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں کہ ایسے لوگ پانچ اندھیروں میں ہوتے ہیں کلام[۱]، عمل[۲]، آنا[۳] جانا[۴] اور انجام[۵]۔ سب اندھیروں میں ہیں۔ جسے خدا اپنے نور کی طرف ہدایت نہ کرے وہ نورانیت سے خالی رہ جاتا ہے اور جہالت میں مبتلا ہو کر ہلاکت میں پڑ جاتا ہے، جیسے فرمایا۔

وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۔ جسے خدا تاریکی میں رکھے اس کے لئے کوئی نور نہیں۔

Marfat.com

یہ اس کے مقابلہ میں ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی مثال میں بیان فرمایا تھا۔

نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔ نور پر نور ہے اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے۔

اللہ سے ہماری دعا ہے کہ ہمیں دنیا و آخرت میں نور ہی نور عطا فرمائے۔ اس تقریر کے خاتمہ پر ہم وہ دعا بتائے دیتے ہیں جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے۔ آپ بھی اس کو یاد کر لیجئے اور ہمیشہ پڑھتے رہیے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّمِيْنِیْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّسَارِیْ نُوْرًا وَّفَوْقِیْ نُوْرًا وَّتَحْتِیْ نُوْرًا وَّاَمَامِیْ نُوْرًا وَّخَلْفِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا وَّفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَّفِیْ عَصَبِیْ نُوْرًا وَّلَحْمِیْ نُوْرًا وَّدَمِیْ نُوْرًا وَّشَعْرِیْ نُوْرًا وَّبَشَرِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْرًا وَّاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْرًا۔

اے اللہ میرے دل میں روشنی پیدا کر دے اور میری آنکھوں میں نور، میرے کان میں نور، میری داہنی جانب نور، میری بائیں جانب نور، میرے اوپر نور، میرے نیچے نور، میرے آگے نور، میرے پیچھے نور اور میرے لئے نور ہی نور کر دے۔ اور میری زبان میں نور، میرے پٹھوں میں نور، میرے گوشت میں نور، میرے خون میں نور، میرے بالوں میں نور، میرے چہرے میں نور، میری جان میں نور اور میرے لئے نور کو بڑا نور کر دے اور مجھے نور ہی نور عطا کر۔

(بخاری و مسلم)

فَتَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

دو پسندیدہ کلمے[1]

قال امیر المحدثین و امام المفسرین شیخ الاسلام ابو عبد اللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرۃ البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ۔

باب قول اللہ تعالیٰ ونضع الموازین القسط لیوم القیمۃ وان اعمال بنی آدم وقولهم یوزن وقال مجاهد القسطاس العدل بالرومیة ویقال القسط مصدر المقسط وهو العادل واما القاسط فهو الجائر۔

حضرت امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہ باب اللہ تعالیٰ کے قول "ونضع الموازین القسط" کے بیان میں ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم قیامت کے دن ٹھیک ٹھیک ترازو رکھیں گے جس میں لوگوں کے اعمال اور اقوال تولے جائیں گے۔ امام مجاہد نے فرمایا کہ قرآن مجید کی ایک آیت میں قسطاس کا لفظ آیا ہے تو رومی زبان اس کے معنی ترازو یا اس کی ڈنڈی کے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ قسط مُقسِط کا مصدر ہے جس کے معنی عادل اور منصف کے ہیں اور قاسط کے معنی ظالم اور مجرم کے ہیں۔

حدثنی احمد بن اشکاب

حدثنا محمد بن فضیل عن عمارة بن القعقاع عن ابی زرعة عن ابی هریرة قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

ہم سے احمد بن اشکاب نے بیان کیا انہوں نے کہا ہم سے محمد بن فضیل نے بیان کیا انہوں نے عمارہ بن قعقاع سے اور انہوں نے ابو زرعہ سے انہوں نے ابو ہریرہ سے روایت کیا حضرت ابو ہریرہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو کلمے خدا کو بہت پیارے اور پسندیدہ ہیں، زبان پر ہلکے پھلکے ہیں ترازو میں وزنی اور بھاری ہیں اور وہ دونوں کلمے یہ ہیں سبحٰن اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

---

[1] یہ تقریر مورخہ ۵ شعبان ۱۳۹۱ھ کو مدرسہ ریاض العلوم میں ختم بخاری شریف کے موقع پر کی تھی جسے حاضرین نے کافی پسند کیا تھا اسے الاسلام میں شائع کیا ہے اور اب افادہ عام کی غرض سے بعینہٖ اس کتاب میں تبرک کی حیثیت سے شائع کی جا رہی ہے۔

Marfat.com

یہ آیت سورہ انبیاء میں ہے۔ پوری آیت یہ ہے۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ ۝

اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو رکھیں گے کسی نفس پر کچھ ظلم نہیں کیا جائے گا اگر ایک رائی کے دانے کے برابر کوئی عمل ہوگا تو ہم اسے بھی لے آئیں گے اور ہم تو تنہا حساب کے لئے کافی ہیں۔

اور سورہ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے اسی مضمون کی یہ آیت نازل فرمائی ہے۔

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ ۝

اور اس دن سچی تول ہوگی پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا وہ کامیاب ہو جائے گا اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا وہ نقصان اُٹھائے گا اس وجہ سے کہ یہ لوگ ہماری آیتوں کے ساتھ بے انصافی کرتے تھے۔

اور سورۂ مومنون میں اسی مضمون کی یہ آیت کریمہ بھی ہے۔

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ۝ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ۝

پس جب کہ صور پھونک دیا جائے گا اس دن نہ تو آپس کے رشتے ہی رہیں گے نہ آپس کی پوچھ پچھ ہوگی۔ جس کے ترازو کا پلہ بھاری ہوگیا وہ تو نجات والے ہوگئے اور جن کے ترازو کا پلہ ہلکا ہوگیا یہ وہ ہیں جو اپنا نقصان کرنے والے ہیں۔ یہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں رہیں گے۔

اور سورۂ القارعہ میں فرمایا۔

الْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ ۝ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ ۝ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ۝ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ

کھڑکھڑا دینے والی۔ کیا ہے وہ کھڑکھڑا دینے والی تجھے کیا معلوم کہ وہ کھڑکھڑا دینے والی کیا ہے۔ جس دن انسان پراگندہ پروانوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ دھنی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے پھر جس کا پلہ بھاری ہوگا وہ تو خاطر خواہ آرام کی زندگی میں ہوگا اور جس کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانا ہاویہ ہے۔ تجھے

Marfat.com

فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝

کون بتائے کہ وہ کیا ہے وہ تیز وتند آگ ہے۔

ان سب آیتوں سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ قیامت کے روز نیکی و بدی تولی جائے گی جس کی نیکی زیادہ وزنی ہوگی وہ کامیاب ہوکر جنت میں داخل ہوگا اور جس کی بدی زیادہ ہوگی اور نیکی یا تو سرے سے ہوگی ہی نہیں یا برائے نام ہوگی اور اس کا وزن ہلکا ہوگا وہ ناکام ہوکر جہنم میں جائے گا۔

میزان اور ترازو سے نیکی و بدی کا تولا جانا یہ اللہ تعالیٰ کا عین انصاف ہے تاکہ اس پر یہ الزام نہ رکھا جا سکے کہ ہماری نیکی زیادہ تھی کیوں بخشش نہیں کی گئی۔ بندہ خدا کے سامنے ہوگا اور ترازو بھی اس کے سامنے ہوگی اور اس کے اعمال کا تولا جانا بھی اس کے سامنے ہوگا اور وہ دیکھ رہا ہوگا کہ کون سا پلہ بھاری ہے اور کون سا پلہ ہلکا۔ یہاں کمی بیشی کا کوئی سوال ہی نہیں ہوگا اسی کمی و بیشی کے الزام کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے میزان اور ترازو پیدا کیا ہے جس سے عدل و انصاف صحیح طور پر معلوم ہو جاتا ہے۔

سورۂ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝

اسی نے آسمان کو بلند کیا اور اسی نے ترازو رکھی تاکہ تم تولنے میں کمی و بیشی نہ کرو انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول میں کم نہ دو۔

اور سورۂ حدید میں ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۔

یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان عدل نازل فرمایا تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔

سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا۔

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝

اور ناپ پورا کرو جب ناپنے لگو اور جب تولنے لگو تو سیدھی ترازو سے تولو یہی بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے۔

سورۂ شعراء میں فرمایا۔

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ

یعنی پوری ناپ بھر دو کم کرنے والوں میں سے

Marfat.com

الْمُخْسِرِیْنَ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ۝ مت ہو اور جب تولو، تو سیدھی ترازو سے تولو۔

ان آیتوں میں قسطاس کا لفظ آیا ہوا ہے جس کے معنی سیدھی ترازو کے ہیں کہ اس کی زندگی اپنے صحیح معیار پر قائم رہے اور لفظ قسط قرآن مجید میں متعدد مقامات پر آیا ہے۔

سورۂ آل عمران میں ہے۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ۝ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

یعنی اللہ تعالیٰ خود اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور فرشتے بھی اور علم والے بھی۔ اور وہی انصاف کا حاکم بھی ہے اس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں ہے، وہ زبردست حکمت والا ہے۔

سورۂ مائدہ میں فرمایا۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۝

اے ایمان والو! انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ۔

اور یہ بھی فرمایا۔

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝

اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

اور اس قسم کی بہت سی آیتیں ہیں۔ یہ لفظ قسط بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اضداد میں سے ہے جس کے معنی انصاف اور ظلم دونوں کے ہیں۔ قرآن مجید میں دونوں معنوں میں مستعمل ہے۔

چنانچہ سورۂ جن میں ہے۔

وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝

اور جنوں نے کہا کہ ہم میں سے تو بعض فرماں بردار مسلمان ہیں اور بعض ظالم بے انصاف ہیں جو مسلمان ہو گئے وہ صحیح راستہ پر آ گئے اور جو ظالم ہیں وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔

اس آیت میں قاسط سے مراد ظالم ہے۔

علامہ قسطلانی نے اس جگہ ایک لطیفہ لکھا ہے کہ حجاج نے حضرت سعید بن جبیرؓ کو بلا کر اپنے سامنے حاضر کیا اور اپنے بارے میں اس نے دریافت کیا۔ تو حضرت سعید بن جبیرؓ نے فرمایا۔ تم

Marfat.com

تو قاسط عادل ہو۔ تمام حاضرین تعجب میں پڑ گئے تو حجاج نے ان سے کہا کہ افسوس، تم لوگوں نے اس کی بات نہیں سمجھی۔ اس نے تو مجھے کافر اور ظالم بنایا ہے کیا اللہ تعالیٰ کے قول کو تم نے نہیں سنا۔

وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۙ — قاسط لوگ جہنم کے ایندھن ہوں گے۔

اور

ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝ — جن لوگوں نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا وہ خدا کے ساتھ دوسروں کو برابر کرنے والے ہیں۔

تو پہلی آیت میں قاسطون، قاسط کی جمع ہے جس کے معنی ظالم کے ہیں اور دوسری آیت میں یعدلون، عدل سے ہے جس کے معنی انصاف کرنے، برابری کرنے اور شرک کرنے کے ہیں۔

اور اسی سورہ انعام کے آخر میں ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝ — جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہی اپنے رب کے ساتھ شرک کرتے ہیں اور بتوں کو اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔

ان دونوں آیتوں میں یعدلون کے معنیٰ یشرکون کے ہیں اس وقت حضرت سعید بن جبیر نے توریہ سے کام لے کر قاسط عادل کہا جس سے بظاہر لوگوں نے یہی سمجھا کہ انہوں نے حجاج کو ظالم ہونے کے باوجود منصف بنایا اس لئے تعجب کیا، مگر حجاج سمجھ گیا۔

حقیقت میں حجاج بن یوسف بہت بڑا جابر، ظالم خونریز تھا۔ اجلہ صحابہؓ و تابعین اور تبع تابعین کو ایک لاکھ بیس ہزار کی تعداد میں ظلماً شہید کیا تھا۔ ان میں سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ایک زہر آلود نیزے سے زخم کرایا جس کی وجہ سے آپ چند دنوں کے بعد رحلت فرما گئے۔ اس نے حضرت سعید بن جبیرؒ کو بھی شہید کیا۔

آپ حضرات حجاج اور سعید بن جبیر کے ایک مکالمہ کو سنئے جو حضرت سعید بن جبیر کی شہادت سے پہلے ہوا تھا۔

طبقات ابن سعد اور تاریخ ابن خلکان وغیرہ میں یہ لکھا ہے کہ حجاج نے سعید بن جبیر سے یہ پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے؟

سعید بن جبیر نے جواب دیا ”سعید بن جبیرؒ“

Marfat.com

حجاج نے کہا: نہیں نہیں بلکہ اس کے برعکس تمہارا نام شقی بن کسیر ہے۔

حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا: میری ماں نے میرا نام سعید رکھا اور میری ماں تم سے زیادہ میرے نام سے واقف تھی۔

حجاج نے کہا: تیری ماں بھی بدبخت اور تو بھی بدبخت ہے۔

حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا: غیب کا جاننے والا اللہ ہے اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔

حجاج نے کہا: میں تمہاری دنیا کو دہکتی ہوئی آگ سے بدل دوں گا۔

حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا: اگر مجھ کو یقین ہوتا کہ یہ تیرے اختیار میں ہے تو میں تجھ کو معبود بنا لیتا۔

اس قسم کے اور سوالات کے بعد حجاج نے کہا: میں تمہیں قتل کردوں گا تو تم کس طرح قتل ہونا پسند کرتے ہو؟

حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا: اگر تو مجھے بغیر خطا اور قصور کے قتل کرے گا تو جس طرح مجھے قتل کرے گا اسی طرح اللہ تعالیٰ تجھے آخرت میں قتل کرے گا۔

حجاج نے کہا: اگر تم چاہو تو میں تمہارے قتل کو معاف کردوں۔

حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا: اگر تم معاف کرو گے تو وہ خدا کی طرف سے ہوگا تمہارا احسان نہیں ہوگا۔

حجاج نے کہا: میں قتل کروں گا۔

حضرت سعید بن جبیر نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرا ایک وقت مقرر کر دیا ہے اس وقت تک پہنچنا ضروری ہے اس کے بعد اگر میرا وقت آگیا ہے تو پھر وہ ایک فیصل شدہ امر ہے اس سے مفر نہیں ہے اور اگر عافیت مقدر ہے تو وہ بھی خدا کے ہاتھ میں ہے۔

اس گفتگو کے بعد حجاج نے جلاد کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ یہ حکم سن کر حاضرین میں سے ایک شخص رونے لگا ابن جبیر نے اس سے پوچھا تم روتے کیوں ہو۔ اس نے کہا آپ کے قتل پر۔ فرمایا اس کے لئے رونے کی ضرورت نہیں۔ یہ واقعہ تو خدا کے علم میں پہلے سے موجود تھا پھر یہ آیت تلاوت کی۔

مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ	زمین میں جو مصیبتیں آتی ہیں یا تمہارے نفسوں کو پہنچتی ہیں
وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن	قبل اس کے کہ ہم ان کو پیدا کریں کتاب میں لکھی ہیں۔
قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا (حدید)	

مقتل میں لے جانے سے پہلے اپنے صاحبزادے کو دیکھنے کے لئے بلایا وہ آئے تو وہ بھی رونے

Marfat.com

لگے۔ آپ نے ان سے فرمایا تم روتے کیوں ہو۔ ستاون سال کے بعد تمہارے باپ کی زندگی تھی ہی نہیں پھر رونے کا کونسا مقام ہے۔

غرض نہایت صبر و استقلال کے ساتھ مقتل کی طرف چلے۔ حجاج کو اطلاع دی گئی کہ اس وقت بھی سعید بن جبیر کے لبوں پر ہنسی ہے اس نے واپس بلا کر پوچھا کہ تم کس بات پر ہنس رہے ہو؟ فرمایا خدا کے مقابلے میں تمہاری جرأتوں پر اور تمہارے مقابلہ میں اس کے حلم پر۔

یہ سن کر حجاج نے اپنے سامنے ہی قتل کا چمڑا بچھانے کا حکم دیا۔ چمڑا بچھائے جانے کے بعد حجاج نے قتل کا اشارہ کیا۔ اس وقت سعید بن جبیر نے کہا کہ اتنی مہلت دو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں حجاج نے کہا کہ اگر مشرق کی طرف رخ کرو تو اجازت مل سکتی ہے فرمایا۔ کچھ حرج نہیں۔ اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ پھر یہ آیت تلاوت کی۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔

"میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اس ذات کی طرف کیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں"

حجاج نے حکم دیا کہ سر کے بل جھکا دو۔ یہ سن کر سعید بن جبیر نے راہ تسلیم و رضا میں خود سر کو خم کر دیا اور یہ آیت پڑھی۔

مِنْهَا خَلَقْنٰکُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُکُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُکُمْ تَارَةً اُخْرٰی (طٰہٰ)

اس زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اس میں تم کو لوٹائیں گے اور پھر اسی میں سے تم کو دوبارہ نکالیں گے

اور کلمۂ شہادت پڑھ کر بارگاہ ایزدی میں دعا کی کہ خدایا میرے قتل کے بعد پھر اس کو کسی کے قتل پر قادر نہ کرنا اور اسی طرح اس کو کسی پر مسلط نہ کرنا۔

جلاد شمشیر برہنہ لئے موجود تھا۔ حجاج کے حکم سے دفعتاً تلوار چمکی اور کشتۂ حق کا سر زمین پر تڑپنے لگا۔ زمین پر گرنے کے بعد آخری کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ منہ سے نکلا۔

اس سلسلہ میں یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ سعید بن جبیر کے جسم سے عام قتل ہونے والوں کے جسم سے زیادہ خون نکلا تھا۔ حجاج نے اطبا کو بلا کر اس کا سبب دریافت کیا کہ اور مقتولوں کے جسم سے خون بہت کم نکلتا ہے اور ان کے جسم سے خون کے فوارے رواں تھے۔ اطبا نے جواب دیا کہ خون روح کے تابع ہے۔ جن لوگوں کو پہلے قتل کیا گیا ان کی روح ان کے قتل سے پہلے ہی اس کے حکم ہی سے تحلیل ہو چکی تھی اور حضرت سعید بن جبیر کی روح پر اس کا کوئی اثر نہیں تھا۔

Marfat.com

یہ واقعہ ۹۵ھ میں پیش آیا اس وقت حضرت سعید بن جبیر کی عمر باختلاف روایت ۵۷ یا ۴۹ سال کی تھی۔

حضرت سعید بن جبیرؒ کی شخصیت ایسی تھی کہ تمام اکابر تابعین اس واقعہ سے سخت متاثر ہوئے حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا۔ خدایا ثقیف کے فاسق (حجاج) سے اس کا بدلہ لے۔ خدا کی قسم اگر تمام روئے زمین کے باشندے ان کے قتل میں شریک ہوتے تو خدا ان سب کو منہ کے بل دوزخ میں دھکیل دیتا۔

حضرت سعید بن جبیر کی آخری دعا بے اثر نہ رہی۔ ان کا خون ناحق رنگ لایا چنانچہ ان کے شہید ہو جانے کے بعد ہی حجاج سخت دماغی امراض اور توہم میں مبتلا ہو کر چند دنوں کے بعد بستر مرگ پر جا پہنچا۔ بیماری کی حالت میں اسے نظر آتا تھا کہ حضرت سعید بن جبیر اپنے کپڑے کھینچے ہوئے ان سے پوچھ رہے ہیں کہ "دشمن خدا۔ تو نے مجھے کس جرم میں قتل کیا"۔ یہ خواب پریشان دیکھ کر وہ اٹھ بیٹھتا تھا اور کہتا تھا مجھے سعید سے کیا واسطہ۔ اسی مجنونانہ حالت میں ۹۵ھ میں فوت ہو گیا اس طرح سعید بن جبیر کے قتل کے بعد اسے دوسرے آدمیوں کے قتل کا موقع نہ مل سکا۔

اس کی موت کے بعد ایک شخص نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا۔ خدا نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا اس نے جواب دیا کہ ہر ہر مقتول کے بدلے میں مجھے ایک ایک بار قتل کیا گیا اور حضرت سعید بن جبیر کے انتقام میں ستر مرتبہ قتل کیا گیا۔

حضرت سعید بن جبیر کی شہادت کا مختصر بیان آپ حضرات کے سامنے آگیا ہے جس سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ آپ کیسے زبردست بہادر۔ بیباک اور حق گو تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ" ظالم بادشاہ اور حاکم کے سامنے حق بات کہہ دینا سب سے بڑا جہاد ہے۔

تو جب حجاج نے اپنے بارے میں حضرت سعید بن جبیر سے کہا کہ مَا تَقُوْلُ فِيَّ۔ قَالَ۔ قَاسِطٌ عَادِلٌ۔ میرے بارے میں تم کیا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ تم قاسط اور عادل ہو۔ تو لوگ متحیر ہو گئے کہ اتنے بڑے حاکم کو فاسط اور عادل کیسے کہا۔

حجاج نے ان لوگوں سے کہا کہ تم نے یہی سمجھا ہوگا کہ اس نے مجھے منصف بنایا ہے۔ تو تم سمجھتے نہیں دراصل اس نے مجھے ظالم اور کافر و مشرک بنایا ہے۔ کیونکہ قاسط کے معنی ظالم کے اور عادل کے معنی کافر و مشرک

Marfat.com

لے ہیں جیسا کہ قرآن مجید کی آیتوں سے معلوم ہوا ہے۔ لیکن حضرت سعید بن جبیر نے توریہ کے طور پر ان الفاظ کا استعمال مقتضائے حال کے مطابق کیا تھا۔ اگر صراحۃً ظالم و کافر کہتے تو سنگدل حجاج اور زیادہ ظلم کرتا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کتاب الاکراہ میں اس کی اجازت دی ہے۔ بہرحال امام بخاری نے اس جگہ پر قسطا اور مقسط اور قاسط کی تحقیق فرمائی ہے اور یہ کہا ہے کہ قاسط کے معنی ظالم کے ہیں۔

مُقسط کا اصل مصدر اقساط ہے باب افعال سے۔ نہ کہ قسط ہے۔ ہاں اگر زوائد کو حذف کر دیا جائے تو قسط بھی مصدر ہو سکتا ہے (مقسط کا) اور باب افعال کی ایک خاصیت سلب ماخذ بھی ہے۔ تو مُقسط کا ماخذ اگر قسط لیا جائے تو ظلم کے معنی میں ہے تو باب افعال میں لانے سے ظلم کا ازالہ ہو گیا یعنی انصاف۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ایک جگہ پر ہے۔

فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔ ان کے درمیان میں عدل سے صلح کرا دو اور انصاف کرو۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

تو آیت کریمہ میں وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ۔ یعنی قیامت میں ہم انصاف کی ترازو رکھیں گے اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک میزان اور میزان اس لئے ہے کہ اس میں کوئی چیز رکھ کر تولی جائے۔ قیامت میں کوئی خرید و فروخت تو ہوگی نہیں۔ یہی اعمال و افعال ہوں گے اور ان ہی کا وزن ہوگا ان میں کمی بیشی بھی ہوگی۔

میزان کی جمع موازین ہے۔ موازین کو جمع اس لئے لایا گیا ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص کے لئے الگ الگ میزان ہوگا۔ یا ہر ایک عمل کے لئے علیحدہ میزان ہوگا۔ یا تعظیم شان کے لئے ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

کَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ نِ الْمُرْسَلِیْنَ۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا۔

حالانکہ اس وقت صرف ایک ہی حضرت نوح علیہ السلام رسول تھے۔

ترکیب نحوی کے اعتبار سے اس جگہ الموازین موصوف ہے اور القسط صفت ہے لیکن القسط مفرد ہے تو یہاں پر موصوف اور صفت کے درمیان موافقت نہیں ہے۔ اس کی توجیہ یہ کی جاتی ہے کہ القسط مصدر ہے اور مصدر، مفرد اور تثنیہ اور جمع سب کو شامل ہوتا ہے۔ یا یہاں ذوات کا لفظ مضاف محذوف ہے یعنی الموازین ذوات القسط۔

قیامت کے روز تین قسم کے لوگ ہوں گے ایک کافر مشرک جن کے پاس کوئی نیکی نہیں ہوگی تو ان کے

Marfat.com

اعمال سیئہ کا وزن نہیں ہوگا کیونکہ ترازو کے دوسرے پلے پر کچھ نہ ہوگا۔ ایسے لوگوں کے متعلق سورۂ کہف میں فرمایا گیا۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ۝ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ۝ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا اٰيٰتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ۝

دریافت کر لیجئے اگر تم کہو تو میں تمہیں بتا دوں کہ باعتبار عمل کے سب سے زیادہ خسارہ میں کون ہے؟ وہ ہیں جن کی دنیوی زندگی کی تمام کوششیں بیکار ہوں گی اور وہ اس گمان میں ہیں کہ بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں سے اور اس کی ملاقات سے کفر کیا تو ان کے تمام اعمال غارت ہو گئے پس قیامت کے دن ان کا کوئی وزن ہی نہیں کریں گے حال یہ ہے کہ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے کیونکہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کا مذاق اڑایا۔

اس آیت کریمہ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ۝ سے معلوم ہوا کہ خالص کافروں کے اعمال کا وزن نہیں ہوگا وہ بے حساب وکتاب اور بے وزن جہنم رسید ہوں گے اسی طرح بعض متقیوں اور متوکلین علی اللہ کے اعمال کا بھی وزن نہیں ہوگا اور جنت میں داخل ہوں گے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے کہ ستر ہزار بغیر حساب وکتاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔

اور جس کے پاس نیکی و بدی دونوں ہوں گی ان کا حساب بھی ہوگا اور ان کا وزن بھی ہوگا جن کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا وہ جنت میں جائیں گے اور جن کی نیکیوں کا پلہ ہلکا ہوگا وہ سزا پانے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

جس طرح مذکورہ آیتوں سے عمل کا تولا جانا ثابت ہے اسی طرح سے متواتر حدیثوں سے بھی عمل کا تولا جانا ثابت ہے آپ چند حدیثیں سن لیجئے۔

ترغیب وترہیب اور مشکوٰۃ وغیرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يُوضَعُ الْمِيزَانُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَلَوْ وُزِنَ فِيهِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ لَوَسِعَتْ فَتَقُولُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَا رَبِّ لِمَنْ يَزِنُ هٰذَا فَيَقُولُ اللّٰهُ لِمَنْ

یعنی قیامت کے دن جو ترازو رکھی جائے گی وہ اتنی بڑی چوڑی ہوگی کہ اگر اس میں زمین و آسمان رکھ کر تولے جائیں تو سب اس میں سما جائیں گے۔ فرشتے دیکھ کر عرض کریں گے کس کے لئے ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں

شِئْتَ مِنْ خَلْقِيْ فَيَقُوْلُوْنَ سُبْحَانَكَ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ۔

اپنی مخلوق میں سے جس بندے کے لئے حساب کر کے اس کے عمل کو تولنا چاہوں گا یہ اس کے لئے ہے یہ سن کر فرشتے کہیں گے خدایا! جیسی تیری عبادت کرنے کا حق تھا ہم نے ویسی عبادت نہیں کی۔

اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بھی تولا جائے گا اور یہ سب سے زیادہ وزنی ہوگا جیسا کہ ترمذی و ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میری امت میں سے ایک شخص کو سب لوگوں کے سامنے نکالے گا اور اس کے نامۂ اعمال کے بڑے بڑے دفتروں کو کھولے گا۔ ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا کہ جہاں تک اس کی نگاہ پہنچ سکے گی وہی نفع آئے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو ان دفتروں میں سے کسی کا انکار کرتا ہے یا لکھنے والے نگران فرشتوں نے ظلم کیا ہے؛ وہ شخص کہے گا نہ میں انکار کرتا ہوں اور نہ فرشتوں نے ظلم کیا ہے۔ پھر فرمائے گا تجھے کوئی عذر ہے؛ وہ شخص کہے گا مجھے کوئی عذر نہیں ہے! اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ ہاں تیرے پاس ایک نیکی ہے جو تیرے گناہوں کو مٹا دے گی اور آج قیامت کے دن تیرے اوپر ظلم نہیں ہوگا کہ تیری نیکیوں میں سے کچھ کم کر دیا جائے اور گناہوں کو زیادہ کر دیا جائے۔ پھر ایک پرچہ نکالا جائے گا جس میں کلمہ طیبہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" لکھا ہوا ہوگا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس جگہ تیری نیکی تولی جاتی ہے اس جگہ تو حاضر ہو۔ وہ شخص کہے گا۔ خدایا! یہ پرچہ ان ننانوے دفتروں کے مقابلہ میں کیا ہے یعنی بظاہر کچھ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج کے دن تیرے ثوابوں میں کمی نہیں ہوگی بلکہ دوگنا سے سو گنا کر کے ثواب دیا جائے گا۔

چنانچہ کلمہ طیبہ والا پرچہ ترازو کے ایک پلہ پر رکھا جائے گا اور نامۂ اعمال کے ننانوے دفتر دوسرے پلہ میں رکھ کر تولہ جائے گا تو دفتروں کا پلہ ہلکا اور کلمہ طیبہ والا پلہ بھاری ہوگا

اللہ کے نام کے سوا کوئی چیز بھاری نہیں ہو سکتی اس کی وجہ یہ ہے کہ کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا مطلب ہی یہی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی چیز نہیں ہے اور اللہ کے سوا کسی کی ہستی نہیں ہے اور اس کے سامنے سب ہیچ اور نیست و نابود ہیں کیونکہ وہ وجودی ہے اور باقی سب عدمی ہیں اور وجود عدم پر غالب ہے اس لئے سب سے زیادہ وزنی ہوگا۔

نیکی کے تول کے وقت کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا اور نہ اس کی امداد کر سکے گا اگر ایک معمولی نیکی بھی گھٹ گئی تو اسے پورا کرنے کے لئے اپنے خویش و اقارب سے طلب کرے گا تو وہ صاف

Marfat.com

انکار کر دیں گے۔ یہ سمجھ کر کہ اگر میری نیکی کم ہو گئی تو میں کس سے مانگوں گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ عذاب جہنم کو یاد کر کے رونے لگیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کیوں روتی ہو؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ جہنم کی سزاؤں کو یاد کر کے رونا آگیا۔

فَهَلْ تَذْكُرُونَ أَهْلِيكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟ فَقَالَ أَمَّا فِي ثَلَاثَةِ مَوَاطِنَ فَلَا يَذْكُرُ أَحَدٌ أَحَدًا عِنْدَ الْمِيزَانِ حَتَّى يَعْلَمَ أَيَخِفُّ مِيزَانُهُ أَوْ يَثْقُلُ، وَعِنْدَ تَطَايُرِ الصُّحُفِ حَتَّى يَعْلَمَ أَيْنَ يَقَعُ كِتَابُهُ فِي يَمِينِهِ أَمْ فِي شِمَالِهِ أَمْ وَرَاءَ ظَهْرِهِ وَعِنْدَ الصِّرَاطِ إِذَا وُضِعَ بَيْنَ ظَهْرَيْ جَهَنَّمَ حَتَّى يَجُوزَ (ابوداؤد)

کیا آپ قیامت کے دن اپنے گھر والوں کو یاد فرمائیں گے آپ نے فرمایا ان تین جگہوں میں سے کوئی کسی کو نہیں یاد کرے گا (۱) ترازو کے پاس جہاں نیکی و بدی کی تول ہوگی یہاں تک کہ وہ جان لے کہ اس کی نیکیوں کا پلہ ہلکا ہے یا بھاری ہے (۲) نامۂ اعمال کے تقسیم کے وقت یہاں تک کہ وہ جان لے کہ اس کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جاتا ہے یا بائیں ہاتھ میں یا پیچھے (۳) اور پل صراط کے پاس جب وہ پل جہنم کے درمیان رکھا جائے گا یہاں تک کہ پار اتر جائے۔

جس کی نیکیوں کا پلہ بھاری ہوگا تو ایک فرشتہ زور سے اعلان کرے گا کہ فلاں شخص پاس ہو گیا اور اگر پلہ ہلکا ہوگا تو زور سے اعلان کرے گا کہ فلاں شخص فیل ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَلَكٌ مُوَكَّلٌ بِالْمِيزَانِ فَيُؤْتَى بِابْنِ آدَمَ فَيُوقَفُ بَيْنَ كِفَّتَيِ الْمِيزَانِ فَإِنْ ثَقُلَ مِيزَانُهُ نَادَى مَلَكٌ بِصَوْتٍ يُسْمِعُ الْخَلَائِقَ سَعِدَ فُلَانٌ سَعَادَةً لَا يَشْقَى بَعْدَهَا أَبَدًا وَإِنْ خَفَّ مِيزَانُهُ نَادَى مَلَكٌ بِصَوْتٍ يُسْمِعُ الْخَلَائِقَ شَقِيَ فُلَانٌ شَقَاوَةً لَا يَسْعَدُ بَعْدَهَا أَبَدًا۔

(البزار والبیہقی)

ایک فرشتہ ترازو کے لئے مقرر کیا گیا ہے ترازو کے دونوں پلوں کے درمیان انسان کو لایا جائے گا تاکہ وہ اپنی نیکی بدی کی تول کو بچشم خود دیکھے اگر اس کے نیک اعمال کا پلہ بھاری ہو گیا تو وہ فرشتہ بہت زور سے اعلان کرے گا جس کی آواز سارے میدان حشر والے سن لیں گے کہ فلاں شخص نیک بخت اور کامیاب ہو گیا تو اس کے بعد اب کبھی بھی بدبخت اور ناکام نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اس کی نیکیوں کا پلہ ہلکا ہو گیا تو فرشتہ ایسی آواز سے اعلان کرے گا جسے تمام مخلوق سنے گی کہ فلاں شخص فیل ناکام ہو گیا اور

نامراد ہو گیا اب اس کے بعد کبھی نیک بخت و بامراد نہیں ہو سکتا "

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے دن شفارش کرنے کے لئے درخواست کی تو آپ نے فرمایا: میں انشاء اللہ سفارش کروں گا حضرت انس نے کہا یا رسول اللہ! میں آپ کو میدان محشر میں کہاں تلاش کروں گا؟ آپ نے فرمایا۔

اَوَّلُ مَا تَطْلُبُنِیْ عَلَی الصِّرَاطِ قُلْتُ فَاِنْ لَمْ اَلْقَکَ عَلَی الصِّرَاطِ قَالَ فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ الْمِیْزَانِ قُلْتُ فَاِنْ لَمْ اَلْقَکَ عِنْدَ الْمِیْزَانِ قَالَ فَاطْلُبْنِیْ عِنْدَ الْحَوْضِ فَاِنِّیْ لَا اُخْطِئُ هٰذِہِ الْمَوَاطِنَ الثَّلَاثَۃَ (ترمذی)

سب سے پہلے مجھے پلصراط کے پاس تلاش کرنے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ اگر میں آپ سے پلصراط کے پاس ملاقات نہ کر سکوں؟ تو آپ نے فرمایا پھر مجھے ترازو کے پاس تلاش کرنا۔ میں نے عرض کیا اگر ترازو کے پاس بھی آپ سے نہ مل سکوں؟ تو آپ نے فرمایا کہ تم مجھے حوض کوثر کے پاس تلاش کرنا۔ کیونکہ ان تینوں جگہوں پر میں کہیں نہ کہیں ضرور مل جاؤں گا۔

اس حدیث شریف سے بھی یہی ثابت ہوا کہ وزن حق ہے اور نیکی و بدی ضرور تولی جائے گی۔ پھر بھی قرآن وحدیث کی ان صاف اور صریح دلیلوں کے باوجود بعض لوگ میزان کا اور نیکی و بدی کے تولے جانے کا انکار کرتے ہیں کہ قیامت کے دن نہ کوئی ترازو ہوگی اور نہ نیکی و بدی تولی جائے گی۔

علامہ قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں۔

واقوالھم توزن بمیزان لہ لسان وکفتان خلافا للمعتزلۃ المنکرین لذالک الا ان منھم من احالہ عقلا ومنھم من جوزہ ولم یحکم بثبوتہ کالعلاف وابن المعتمر واحتجوا بان الاعمال اعراض وقد عدمت فلا یمکن اعادتھا وان امکن اعادتھا یستحیل وزنھا اذ لا تقوم بانفسھا فلا توصف بخفۃ ولا ثقل۔

بنی آدم کے اعمال و اقوال میزان میں تولے جائیں گے جس کی زبان ہوگی اور دو پلڑے ہوں گے معتزلہ اس کے مخالف ہیں اور انکار بھی کرتے ہیں بعض ان میں سے ہیں جو عقلاً محال سمجھتے ہیں اور بعض جائز سمجھتے ہیں لیکن اس کے ثبوت کا فیصلہ نہیں کرتے ہیں جیسے علاف اور ابن المعتمر اور اس کی دلیل میں یہ بیان کرتے ہیں کہ اعمال عرض ہیں معدوم وفنا ہو جاتے ہیں تو اس کا لوٹانا غیر ممکن ہے اور اگر ممکن ہو تو اس کا وزن کرنا محال ہے کیونکہ بذاتہ قائم نہیں ہے لہذا ہلکے اور بھاری ہونے کے ساتھ متصف نہیں ہو سکتے۔

Marfat.com

اور حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں یہ لکھا ہے۔

وَاَنْکَرَتِ الْمُعْتَزِلَۃُ الْمِیْزَانَ وَقَالُوْا هُوَعِبَارَۃٌ عَنِ الْعَدْلِ۔

یعنی معتزلہ نے قیامت کے دن ترازو میں عمل کے تولے جانے کا انکار کیا ہے کہ وہاں نہ کوئی ترازو ہوگی اور نہ عمل تولے جائیں گے۔

جہاں میزان کا لفظ آیا ہے اس سے مراد انصاف کرنا ہے

تو حضرت امام بخاری نے ان لوگوں کی تردید میں یہ باب منعقد فرمایا ہے کہ قرآن مجید اور صحیح حدیثوں سے یہ ثابت شدہ ہے کہ قیامت کے دن میزان و ترازو ہوگی اور سب اعمال ضرور تولے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ اعراض کو مجسم کر کے تول دے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُقَلِّبُ الْاَعْرَاضَ اَجْسَامًا فَيَزِنُهَا۔

اللہ تعالیٰ ان اعراض کو اجسام کے سانچے میں ڈھال دے گا اور تولے جائیں گے۔

اس کی وضاحت بعض حدیثوں سے بھی ہوتی ہے کہ نیکی اور بدی کی خاص خاص شکلیں ہوں گی اور اسی شکل سے پہچانی جائیں گی۔ وہ شکلیں قبر میں بھی دکھائی جائیں گی اور قیامت میں بھی۔

طبرانی اور ترغیب و ترہیب میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جب مردے کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے اور لوگ واپس چلے جاتے ہیں تو اگر یہ نیک ہے تو اس کی نیکیوں کے مجسمے اس کو چاروں طرف سے گھیر لیتے ہیں اور تکلیفوں کو ہٹاتے رہتے ہیں اگر وہ مرد مومن نمازی ہے تو نماز اس کے سرہانے کھڑی ہو جاتی ہے اور روزہ اس کے دائیں جانب اور زکوٰۃ اس کے بائیں جانب اور بھلائیاں۔ صدقہ، نبی پر درود سلام، اچھی باتیں اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک پیر کی جانب کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اگر سر کی جانب سے کوئی عذاب آنا چاہتا ہے تو نماز کہتی ہے میرے سامنے سے آگے جانے کی جگہ نہیں ہے یعنی نماز اس عذاب کو ہٹا دیتی ہے۔ پھر دائیں جانب سے کوئی عذاب آنا چاہتا ہے تو روزہ کہتا ہے کہ مجھ سے آگے جانے کا راستہ نہیں ہے اس طرح یہ روزہ عذاب قبر کو دور کر دیتا ہے۔ پھر بائیں جانب سے کوئی تکلیف دہ چیز آنا چاہتی ہے تو زکوٰۃ اسے روک دیتی ہے اور کہتی ہے کہ مجھ سے آگے بڑھنے کی گنجائش نہیں ہے۔ پھر پیر کی طرف سے کوئی عذاب آنا چاہتا ہے تو صدقات و خیرات اور نیکی و بھلائی کہتی ہے کہ میرے آگے جانے کی جگہ نہیں ہے اور یہ نیک خصلتیں عذاب قبر کو روک دیتی ہیں۔

Marfat.com

اس کے بعد مردے سے کہا جاتا ہے۔ تم بیٹھ جاؤ، وہ اُٹھ بیٹھتا ہے تو اس وقت اس کے سامنے سورج دکھائی دیتا ہے جو غروب ہونے کے قریب ہے اس سے کہا جاتا ہے کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ تمہارے پاس کیا ہے اس کے بارے میں تم کیا کہتے تھے اور کس کی گواہی دیتے تھے یعنی تم کس پر ایمان رکھتے تھے تمہارا رب کون ہے اور کس کا کلمۂ شہادت پڑھتے تھے یعنی تمہارا نبی کون ہے؟ تو وہ مرد کہتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو تاکہ میں نماز پڑھ لوں۔ تو وہ فرشتے کہتے ہیں کہ تم آئندہ پڑھ لینا۔ اس وقت جو کچھ ہم تم سے پوچھیں اس کا جواب دو۔ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو تمہارے پاس بھیجے گئے تھے اور کیا گواہی دیتے ہو۔

وہ جواب دیتا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور وہ اللہ کے پاس سے حق بات لے کر آئے تھے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اسی عقیدہ پر زندہ رہا اور تو اسی عقیدے پر مرا اور اسی عقیدے پر انشاء اللہ تو قبر سے اٹھایا جائے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیکیوں کو مجسم بنا دیا جائے گا اسی طرح سے برائیوں کو بھی مجسم بنا دیا جائے گا یعنی برے عمل اور اچھے عمل کو صورت شکل دے دی جائے گی۔ ترغیب و ترہیب میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَیَاْتِیْهِ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْهِ حَسَنُ الثِّیَابِ طَیِّبُ الرِّیْحِ فَیَقُوْلُ اَبْشِرْ بِالَّذِیْ یَسُرُّكَ هٰذَا یَوْمُكَ الَّذِیْ كُنْتَ تُوْعَدُ فَیَقُوْلُ مَنْ اَنْتَ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ الْحَسَنُ یَجِیْئُ بِالْخَیْرِ فَیَقُوْلُ اَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ۔

مومن موحد قبر میں منکر نکیر کے صحیح جوابات کے بعد نہایت خوبصورت شکل کا آدمی اس کے سامنے آتا ہے جس کے کپڑے بہت اچھے، بہت عمدہ اور خوشبودار ہیں تو وہ اس مومن موحد کو بشارت اور مبارک باد دیتا ہے کہ تم خوش ہو جاؤ اسی دن کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا کہ جب نیک عمل کرو گے تو اس کا اچھا بدلہ پاؤ گے تو یہ آدمی اس سے پوچھتا ہے کہ آپ کون ہیں، آپ کا چہرہ خوبصورت ہے جس سے بھلائی ہی بھلائی ظاہر ہو رہی ہے تو وہ یہ جواب دیتا ہے کہ میں آپ کا نیک عمل ہوں (اللہ تعالیٰ نے مجھے خوبصورت بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں بشارت اور تسلی دوں)

لیکن جب کافر و نافرمان اور مشرک قبر میں پہنچتا ہے اور منکر نکیر کے سوالوں کا صحیح جواب نہیں دے پاتا تو اس کو تکلیفیں دینا شروع کرتے ہیں، قبر تنگ ہو جاتی ہے اور جہنم کی گرمی اسے محسوس ہوتی ہے

وَیَاْتِیْهِ رَجُلٌ قَبِیْحُ الْوَجْهِ

اور ایک بدشکل آدمی اس کے پاس آتا ہے جس کے

Marfat.com

قَبِيحُ الثِّيَابِ مُنْتِنُ الرِّيحِ فَيَقُولُ أَبْشِرْ بِالَّذِي يَسُوْؤُكَ هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِي كُنْتَ تُوعَدُ فَيَقُولُ مَنْ أَنْتَ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ الْقَبِيحُ يَجِيءُ بِالشَّرِّ فَيَقُولُ أَنَا عَمَلُكَ الْخَبِيثُ۔

پڑے خراب اور بدبودار ہوتے ہیں وہ کہتا ہے کہ میں تمہیں ایسی چیز کی خبر دیتا ہوں جو تمہیں ناگوار معلوم ہوگی۔ یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا کہ برے کاموں کا نتیجہ برا ہے وہ کہتا ہے کہ تم کون ہو، تمہارا چہرہ بہت برا ہے جس سے برائی معلوم ہوتی ہے وہ جواب دیتا ہے کہ میں تمہارا برا عمل ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اچھے اور برے کام مجسم ہو کر ظاہر ہوں گے برے کاموں کی بری شکل اور اچھے کاموں کی اچھی شکل ہوگی

معراج اور دیگر مقامات کے واقعہ سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ جو جیسا کرے گا ویسا پائے گا۔ تفسیر ابن کثیر اور حدیث کی اکثر کتابوں میں یہ واقعہ موجود ہے کہ معراج کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راستے میں جو جو مناظر دکھائے گئے تھے ان میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کو حضرت جبریل علیہ السلام لے چلے۔ آپ کا گذر ایسی قوم پر ہوا کہ وہ کھیتی کاٹتی ہے اور فوراً وہ بڑھ جاتی ہے اور ایسی ہو جاتی ہے جیسے وہ پہلے تھی۔ حضرت جبریل علیہ السلام سے آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں فرمایا کہ یہ راہِ خدا کے مجاہدین ہیں جن کی نیکیاں سات سو تک بڑھتی ہیں اور جو خرچ کرتے ہیں اس کا بدلہ پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہترین رزاق ہے۔

پھر آپ کا گذر اس قوم پر ہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے تھے اور ہر بار وہ ٹھیک ہو جاتے اور پھر کچلے جاتے۔ دم بھر کی انہیں مہلت نہیں ملتی تھی۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر فرض نماز کے وقت بھاری ہو جایا کرتے تھے۔

پھر میں نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کے آگے پیچھے دھجیاں لٹک رہی ہیں اور اونٹ کی طرح خار دار جہنمی درخت چر رہے ہیں اور جہنم کے پتھر اور انگارے کھا رہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا۔ یہ وہ لوگ جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتے ہیں۔ اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔

پھر میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے سامنے ایک ہانڈی میں صاف ستھرا گوشت ہے اور دوسری میں سڑا ہوا گندہ اور نہایت بدبودار گوشت ہے یہ اس اچھے گوشت سے روک دیئے گئے ہیں اور اس سڑے ہوئے بدبودار گوشت کو کھا رہے ہیں۔ میں نے سوال کیا یہ کس گناہ کے مرتکب ہیں؟

Marfat.com

جواب ملا کہ یہ وہ مرد ہیں جو اپنی حلال بیویوں کو چھوڑ کر حرام عورتوں کے پاس رات گذارتے تھے اور یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے خاوندوں کو چھوڑ کر اوروں کے پاس رات گذارتی ہیں۔

پھر آپ نے دیکھا کہ راستہ میں لکڑی ہے جو ہر کپڑے کو پھاڑ دیتی ہے اور ہر چیز کو زخمی کر دیتی ہے آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ آپ کے ان امتیوں کی مثال ہے جو راستہ روک کر بیٹھ جاتے ہیں پھر یہ آیت پڑھی۔

لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ یعنی ہر راستہ پر لوگوں کو خوف زدہ کرنے اور راہِ خدا سے روکنے کے لئے نہ بیٹھا کرو۔

پھر آپ نے دیکھا کہ ایک شخص بہت بڑا ڈھیر جمع کئے ہوئے ہے جسے اٹھا نہیں سکتا پھر بھی وہ اور بڑھا رہا ہے تو آپ نے پوچھا کہ اے جبرئیل امین یہ کون ہے؟ جواب دیا یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے جس کے اوپر لوگوں کے حقوق اس قدر ہیں کہ وہ ہرگز ادا نہیں کر سکتا تاہم اور حقوق چڑھائے جاتا ہے۔ اور امانتیں لے رہا ہے۔ جن کی ادائیگی کی طاقت نہیں۔

پھر آپ نے ایک جماعت کو دیکھا کہ ان کی زبانیں اور ان کے ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں۔ ایک طرف کٹتے ہیں دوسری طرف درست ہو جاتے ہیں یہی حال برابر جاری ہے آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا۔ یہ فتنے کے واعظ اور مقرر و خطیب ہیں۔

پھر آپ نے دیکھا کہ ایک چھوٹے سے پتھر کے سوراخ میں سے ایک بڑا بھاری بیل نکل رہا ہے۔ پھر وہ لوٹنا چاہتا ہے لیکن نہیں جا سکتا آپ نے پوچھا۔ جبرئیل امین یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ وہ شخص ہے کہ جو کوئی بڑے بول بولتا تھا پھر اس پر نادم تو ہوتا تھا لیکن لوٹا نہیں سکتا تھا۔

پھر آپ آگے تشریف لے چلے تو آپ نے یہ ملاحظہ فرمایا کہ ایک گروہ ہے جس کے منہ، زبان اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے تو آپ نے دریافت فرمایا۔ یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کیا کہ یہ لوگ بادشاہوں اور امیروں کے مخبر اور سی، آئی، ڈی ہیں جو رعایا کی طرف سے جھوٹی خبریں پہنچا کر لوگوں پر ظلم کراتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم افسوس کرتے ہوئے آگے چلے تھوڑی دور جا کر ملاحظہ فرمایا کہ کچھ لوگ گرفتار ہیں، ملائکہ ان کے جسم سے گوشت کے ٹکڑے کاٹ کر انہیں کھانے کو دیتے ہیں۔ آپ نے پوچھا۔ یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ عیش کرنے والے ہیں۔ اب قیامت تک یہ اپنا گوشت آپ کھاتے رہیں گے۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک اور گروہ کو دیکھا جس کا منہ سیاہ ہے اور آنکھیں نیلی۔ نیچے

Marfat.com

کے ہونٹ ان کا زمین پر پڑا ہوا گھسٹتا ہے اوپر کا ہونٹ سر پر رکھا ہے اس کے منہ سے لہو اور پیپ جاری ہے جس کی بدبو سے دماغ سڑا جا رہا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ اے جبرئیل امین یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا۔ یہ شراب خور نالائق ہیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ میرا گذر ایک اور گروہ پر ہوا جن کے منہ سور کے سے تھے۔ ان کی زبانیں پشت کی جانب سے کھینچی گئی تھیں اور وہ سخت عذاب میں مبتلا تھے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔ یا نبی اللہ! یہ جھوٹی گواہی دینے والی قوم ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر میرا گذر عورتوں کے ایک اور گروہ پر ہوا جن کو آگ کے کپڑے پہنا کر آتشیں کوڑے مارے جاتے تھے ان کوڑوں کی تکلیف سے یہ عورتیں کتوں کی طرح شور و غل مچاتی تھیں۔ آپ نے پوچھا اے جبرئیل! یہ عورتیں کون ہیں؟ عرض کیا کہ یہ میت پر نوحہ کرنے والیاں اور خاوندوں کو ستانے والی ہیں۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ میرا گذر ایک اور قوم پر ہوا جن کے منہ کالے تھے ان کے سینے پر آگ کے طبق رکھے ہوئے تھے۔ تارکول کے کپڑے پہنے ہوئے تھے جن میں آگ بھڑکتی تھی۔ فرشتے ان کو آگ کے گرز مارتے تھے۔ حضرت جبرئیل امین نے عرض کیا کہ حضور! یہ گانے بجانے والے لوگ ہیں جو بغیر توبہ مر گئے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک گروہ مجھے اور نظر آیا جن کو آگ میں جلایا جاتا تھا۔ ادھر جل چکا ادھر پھر زندہ ہوا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ والدین کے نافرمان لوگ ہیں جس طرح سے انہوں نے والدین کو نافرمانی کر کے جلایا تھا اس کے عذاب میں قیامت تک جلتے رہیں گے۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت کو دیکھا کہ فرشتے انہیں چھریوں سے ذبح کر رہے ہیں ان کے حلق سے نہایت بدبودار اور سیاہ خون نکل رہا ہے۔ یہ لوگ مر کر پھر اسی وقت زندہ ہو جاتے ہیں اور پھر ذبح کئے جاتے ہیں۔ آپ نے پوچھا۔ اے جبرئیل امین! یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کیا کہ یہ قاتل خونی ہیں جنہوں نے ناحق خون کئے تھے اب اس کی سزا میں یہ ہمیشہ ذبح ہوتے رہیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایک اور گروہ کو بڑے پہاڑ کے برابر دو پتھروں کے نیچے پستے ہوئے دیکھا تو جبرئیل امین سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ مغرور اور متکبر لوگ ہیں۔ ان کا غرور قیامت تک اسی طرح توڑا جائے گا۔

ان حدیثوں اور واقعات سے معلوم ہوا کہ نیکی اور بدی کا بدلہ جیسا کرے گا ویسا ہی بھرے گا۔

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کی نماز کے بعد فرمایا کہ جہنم مجھ سے اتنی قریب ہوگئی کہ میں کہنے لگا کہ اے میرے رب میں دوزخ والوں میں کہاں آگیا اتنے میں ایک عورت کو دیکھا کہ تَخْدِشُهَا هِرَّةٌ قُلْتُ مَا شَأْنُ هٰذِهٖ قَالُوْا حَبَسَتْهَا حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا۔ ایک بلی اس کو نوچ رہی ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے کہا گیا کہ اس عورت نے اس بلی کو باندھ رکھا تھا نہ کھانا ہی کھلایا نہ پانی ہی پلایا اور نہ اس کو چھوڑا کہ کیڑے مکوڑے کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتی بلکہ بھوکی پیاسی یہ بلی مرگئی جس کی وجہ سے اس عورت کو اس کی سزا میں یہ عذاب دیا جا رہا ہے۔ یہ بلی عذاب الٰہی ہے جو اس شکل میں آپ کو دکھائی دے رہی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آدمی جس قسم کا گناہ کرے گا اسی قسم کی سزا اس کو دی جائے گی۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ آیا ہے، یہ تمہارے کاموں کا بدلہ ہے جیسا کرو گے ویسا ہی بھرو گے۔

یہ سزا اور عذاب عالم برزخ کا بتایا گیا ہے لیکن عالم آخرت میں جب قبروں سے نکل کر خدا کے سامنے حاضر ہوں گے تو ان ہی گناہوں کے انبار اور بوجھ لادے ہوئے پہنچیں گے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ حَتّٰى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ۝

بے شک وہ لوگ خسارے میں پڑے جنہوں نے اللہ سے ملنے کی تکذیب کی یہاں تک کہ جب وہ معین وقت ان پر دفعتۃً آپہونچے گا تو کہنے لگیں گے۔ ہائے افسوس ہماری کوتاہی پر جو اس سلسلے میں ہوئی اور حالت ان کی یہ ہوگی کہ وہ اپنے بوجھ اپنی کمر پر لادے ہوں گے۔

خوب سن لو کہ بری چیز ہوگی جس کو وہ لادیں گے۔ یعنی جب اچانک قیامت آپہنچے گی تو اپنے برے اعمال پر انہیں ندامت ہوگی تو پھر افسوس ظاہر کریں گے اور اپنی پیٹھ پر اپنے گناہوں کے بوجھ لادے ہوں گے۔

ابو مرزوق بیان کرتے ہیں کہ جب کافر اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو نہایت بدشکل مجسمہ ان کا استقبال کرے گا۔ اس سے سخت بدبو آئے گی وہ کافر نافرمان کہے گا تو کون ہے؟ وہ شکل کہے گی تم مجھے نہیں پہچانتے۔ میں تمہارے اعمال خبیثہ کا مجسمہ ہوں جو تو دنیا میں کیا کرتا تھا۔ دنیا میں بہت دنوں تک تو مجھ پر سوار رہا تھا اب میں تجھ پر سوار ہوں گا۔

Marfat.com

یہی مطلب " هُمْ يَحْمِلُونَ أَوْزَارَهُمْ عَلَى ظُهُورِهِمْ " کا ہے۔ اس آیت کریمہ سے بھی اعمال سیئہ کا مجسم ہونا بنص قرآنی ثابت ہو رہا ہے۔ اور غلول والی آیت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ (آل عمران)

جو شخص خیانت کرے گا وہ خیانت کردہ چیز قیامت کے دن لے کر آئے گا۔ پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ذرہ برابر حق تلفی نہ کی جائے گی۔

اس آیت کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وعظ میں غلول وخیانت کا ذکر خصوصیت سے فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا کہ میں تم کو قیامت کے دن اس حال میں ہرگز نہ پاؤں کہ تم میں سے کوئی اپنی گردن میں اونٹ لادے ہو اور وہ بلبلاتا ہو۔ یعنی غنیمت وغیرہ کے مال سے خیانت کی ہوگی اور چرا لیا ہوگا تو اس اونٹ کو میرے سامنے لادے ہوئے سفارش کے لئے آئے گا اور کہے گا یا رسول اللہ! میری امداد فرمائیے۔ تو اس وقت اس کو صاف جواب دے دوں گا کہ میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں نہ تیری امداد کر سکتا ہوں۔ دنیا میں یہ بات میں نے پہنچا دی تھی کہ جو چوری کرے گا وہ اس چیز کو لے کر خدا کے سامنے حاضر ہوگا میں اس کی حمایت نہیں کروں گا۔

اور ہرگز نہ پاؤں تم میں سے کسی کو کہ وہ قیامت کے دن اپنی گردن پر گھوڑا لادے آرہا ہو اور وہ گھوڑا ہنہنا کر آواز کرتا ہوگا جس سے لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ چوری کا گھوڑا ہے۔ وہ میرے پاس آکر کہے گا یا رسول اللہ! میری امداد کیجئے تو میں اس سے کہوں گا کہ میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ میں دنیا میں تجھ کو یہ حکم پہنچا چکا تھا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ تم کو ہرگز نہ پاؤں کہ قیامت کے دن کوئی اپنی گردن پر بکری لادے ہوئے آرہا ہو۔ اس بکری کے لئے آواز ہوگی۔ وہ میرے پاس آئے گا اور کہے گا یا رسول اللہ! میری امداد کیجئے۔ میں کہوں گا کہ تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں نے دنیا میں یہ حکم تجھ کو پہنچا دیا تھا۔

پھر آپ نے فرمایا۔ ہرگز تم میں سے کسی کو اس حال میں نہ پاؤں کہ وہ قیامت کے دن کسی انسان غلام وغیرہ کو لادے ہوئے ہوگا۔ وہ چیختا ہوا میرے پاس آئے گا اور کہے گا۔ یا رسول اللہ! میری امداد کیجئے۔ میں کہوں گا تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ میں یہ حکم دنیا میں پہنچا چکا تھا۔

پھر ارشاد فرمایا ہرگز نہ پاؤں تم کو اس حالت میں کہ قیامت کے دن اپنی گردن پر کپڑے لادے

Marfat.com

ہوئے آئے یعنی دنیا میں اس نے غنیمت کے مال سے کپڑے کی خیانت کی تھی یا کسی کا کپڑا چرا لیا تھا۔ بغیر حق کے غیروں کے کپڑے پہنتا ہو تو وہ کپڑے ہلتے اور حرکت کرتے ہوں گے وہ کہے گا یا رسول اللہ! امداد کیجئے تو میں کہوں گا میں تیرے لئے کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ حکم تو میں دنیا ہی میں پہنچا چکا تھا۔

پھر فرمایا۔ میں تم کو قیامت کے دن اس حالت میں نہ پاؤں کہ اپنی گردن پر بے زبان چیزیں مثلاً سونا چاندی وغیرہ لادے ہوئے آئے وہ کہے گا یارسول اللہ! میری امداد کیجئے میں کہوں گا۔ میں تیری کچھ بھی امداد نہیں کر سکتا۔ میں نے یہ حکم تجھ کو دنیا میں پہنچا دیا تھا۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ اگر کسی کا ناحق زمین کا کچھ حصہ دبا لیا ہے تو قیامت کے روز ساتوں زمینوں کا بار اس کے گلے میں پڑا ہو گا۔

بخاری شریف میں ہے اگر کوئی اپنے جانوروں کی زکوٰۃ نہ دے تو قیامت کے دن وہ جانور بہت موٹے تازے ہو کر بڑے بڑے تیز سینگوں سے اسے ماریں گے اور روندتے اور کچلتے رہیں گے۔ پچاس ہزار برس تک یہی عذاب ہوتا رہے گا اور فرمایا۔ وہی مال گنجا سانپ بن کر مالک کا پیچھا کرے گا اور مالک اس سے بھاگے گا یہاں تک کہ سانپ اس کو پکڑ کر اس کا ہاتھ چبا جائے گا اور اس کے گلے کا طوق بن جائے گا اور اس کی باچھیں چیرتا ہوا کہے گا۔ اَنَا کَنْزُکَ ۔ میں تیرا مال ہوں اور میں تیرا خزانہ ہوں جس کو تو جمع کرتا تھا۔

اور قرآن مجید کی سورۂ توبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چاندی اور سونے کی زکوٰۃ نہیں نکالے گا وہ چاندی اور سونا جہنم کی آگ میں گرم کر کے ان کی پیشانیوں، پیٹھوں اور پہلوؤں کو ان سے داغا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا۔ یہ وہی خزانہ ہے جس کو تم دنیا میں جمع کرتے رہے اب اس کا عذاب چکھو۔

یہ سزا عالم مثال میں ہے۔ فوٹو میں اصلی شکل آجاتی ہے۔ ریڈیو میں اصلی الفاظ آتے ہیں بعض مرتبہ آواز محفوظ اور ریکارڈ کر لی جاتی ہے اور اب تو ٹیلی ویژن میں آواز کے ساتھ شکل بھی نظر آتی ہے تو اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

جس قسم کا بیج ہوتا ہے اسی کے جنس سے درخت پیدا ہوتا ہے۔ انگور سے انگور۔ آم کے درخت سے آم اور امرود کے درخت سے امرود ہی پیدا ہوگا اور سزا و جزا اعمال کے اثرات اور ثمرات ہیں جو چیز زمین میں بوئی جائے گی وہی نکلے گی۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

گندم از گندم بروید جو ز جو
از مکافاتِ عمل غافل مشو

مسلم شریف میں ہے کہ جس نے اپنے آپ کو کسی لوہے کے ہتھیار سے مار ڈالا وہ ہتھیار قیامت کے دن اس کے ہاتھ میں ہوگا اور اسی کو جہنم کی آگ میں ہمیشہ بھونکتا رہے گا۔ اور جس نے زہر پی کر اپنے آپ کو ہلاک کیا وہ قیامت کے دن جہنم میں وہی زہر پیتا رہے گا اور جس نے پہاڑ سے گر کر خودکشی کی ہے تو قیامت کے دن اسی قسم کے پہاڑ سے آگ میں گرتا رہے گا اور جلتا رہے گا۔ سچ ہے۔ کما تدین تدان۔ جیسا کرو گے ویسا ہی پاؤ گے۔

غدار اور عہد شکنی کرنے والوں کے بارے میں فرمایا۔ قیامت کے دن اس کی غداری کا جھنڈا اس کی پیٹھ پر ہوگا جس سے پہچانا جائے گا کہ یہ دنیا میں غدار تھا۔ بہرحال ہر گناہ کی صورت نوعیہ جداگانہ ہے اور اس کا بدلہ بھی جداگانہ ہے۔

ان آیات بینات اور احادیث متواترات اور شواہد مشاہدات سے حضرت عبداللہ بن عباس کی تائید ہوتی ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آثام کو اجسام بنا دے گا۔ تو اس بنا پر خواہ اعمال حسنہ ہوں یا اعمال سیئہ ہوں قیامت کے روز ترازو میں تولے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ جب قادر مطلق ہے تو کوئی مشکل نہیں۔ اور بطاقہ والی حدیث سے بھی ثابت ہوگیا کہ اعمال حسنہ اور اعمال سیئہ کے اعمال نامہ کو تولا جائے گا اور اس کی بھی بہت سی دلیلیں ہیں۔ یا خود ہی اعراض یا اعمال کو تولا جائے۔

اس کی تائید موجودہ زمانہ کی ترقیات سے بھی ہوتی ہے کہ گراموفون میں آج کل بھی پوری تقریر بند کی جاتی ہیں۔ کیا وہ تقریریں اعراض سے نہیں ہیں جن کا ایک ایک حرف ہماری زبان سے نکل کر ادا ہوتا ہے جب اس سے پہلا حرف نکل کر فنا ہو جاتا ہے۔ پھر یہ تقریر کا سارا مجموعہ گراموفون میں کس طرح جمع ہوگیا۔ اس سے سمجھ لو کہ جو خدا گراموفون کے موجد کا بھی موجد ہے اس کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ ہمارے کل اعمال کا مکمل ریکارڈ تیار رکھے جس میں سے ایک شوشہ اور ذرہ برابر بھی غائب نہ ہو۔

اس وقت میں آپ حضرات کے سامنے بخاری شریف کی آخری حدیث پر تقریر کر رہا ہوں۔ اور میرے سامنے لاؤڈ اسپیکر ہے اور ایک طرف ٹیپ ریکارڈ بھی ہے۔ لاؤڈ اسپیکر سے میری آہستہ تقریر نہایت زوروں سے مجمع میں جارہی ہے اور ٹیپ ریکارڈ میں محفوظ ہو رہی ہے۔ لاؤڈ اسپیکر کی بات ختم ہو جائے گی لیکن ٹیپ ریکارڈ کی آواز باقی رہے گی آپ میری عدم موجودگی میں اس تقریر کو سننا چاہیں تو ہو بہو یہی سن سکیں گے تو جب ٹیپ ریکارڈ میں آواز محفوظ رہتی ہے جو اعراض

ہیں سے ہے تو خدائی ٹیپ ریکارڈ میں یقیناً محفوظ رہے گی۔ یہی آواز اور اعراض تولے جائیں گے اس میں نہ کوئی تعجب ہے اور نہ غیر ممکن ہے۔

کیونکہ نصوص سے ہم کو معلوم ہو چکا ہے کہ وزن ایک ایسے میزان (ترازو) کے ذریعہ سے ہوگا جس میں دو پلے اور زبان وغیرہ موجود ہے لیکن وہ میزان اور اس کے دونوں پلے کس نوعیت و کیفیت کے ہوں گے اور اس سے وزن کرنے کا کیا طریقہ ہوگا، ان باتوں کا فہم ہماری عقول و افہام کی رسائی سے باہر ہے اس لئے ان کے جاننے کی ہمیں تکلیف نہیں دی گئی بلکہ ایک میزان ہی کیا اس عالم کی جتنی چیزیں ہیں بجز اس کے کہ ان کے نام ہم سن لیں اور ان کا کچھ اجمالی سا مفہوم جو قرآن و سنت نے بیان کر دیا ہو عقیدہ میں رکھیں اس سے زائد تفصیل پر مطلع ہونا ہماری حد پرواز سے باہر ہے کیونکہ جن قوانین کے ماتحت اس عالم کا وجود اور نظم و نسق ہوگا ان پر ہم اس عالم میں رہتے ہوئے کچھ دسترس نہیں پا سکتے۔

اسی دنیا کی میزانوں کو دیکھ لیجئے کہ کتنی قسم کی ہیں، ایک میزان وہ ہے جس سے سونا یا موتی تولتے ہیں۔ ایک میزان سے غلہ وزن کیا جاتا ہے۔ ایک میزان عام ریلوے اسٹیشنوں پر ہوتی ہے جس سے مسافروں کا سامان تولتے ہیں۔

ان کے سوا مقیاس الہواء اور مقیاس الحرارت وغیرہ بھی ایک طرح کی میزانیں ہیں جن سے ہوا اور حرارت وغیرہ کے درجات معلوم ہوتے ہیں اسی طرح تھرما میٹر ہمارے بدن کی اندرونی حرارت جو اعراض میں سے ہے تول کر بتاتا ہے کہ اس وقت ہمارے جسم میں اتنی ڈگری حرارت پائی جاتی ہے۔

جب دنیا میں بیسیوں قسم کی جسمانی میزانوں کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں جن سے اعیان و اعراض سے درجات کا تفاوت معلوم ہوتا ہے تو اس قادر مطلق کے لئے کیا مشکل ہے کہ ایک ایسی ہی میزان قائم کر دے جس سے ہمارے اعمال کے اوزان اور ان کے درجات کے درمیان تفاوت صورتًا اور حسًّا ظاہر ہو جانے۔

حضرت امام المحدثین سید الفقہا، سراج السالکین محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں معتزلہ کے عقیدۂ باطلہ کی تردید فرمائی ہے جو اس کے قائل تھے کہ قیامت کے دن نہ میزان قائم ہوگی اور نہ افعال و اقوال کا وزن ہوگا۔

حضرت امام بخاری رحؒ نے ابتدائے کتاب سے انتہائے کتاب تک منکرین صفات الٰہی منکرین عذاب قبر، منکرین ملائکہ و جن، مجسمہ، مرجیہ، جبریہ، جہمیہ، خارجیہ، رافضیہ اور دیگر اہل بدع کی کتاب و سنت کی روشنی میں نہایت عمدہ طریقے سے تردید فرمائی ہے اور سب

Marfat.com

سے بڑا لطف یہ ہے کہ اشارہ کنایہ سے کام لیا ہے کہیں نام نہیں لیا۔ کتاب الایمان میں گمراہ فرقوں کی، کتاب وسنت کی روشنی میں تردید فرمائی۔ یہ کتاب التوحید، کتاب الرد علی الجہمیہ ہے۔ اس میں بھی ان گمراہ فرقوں کی اصلاح فرمائی ہے جس میں میزان کا مسئلہ آپ کے سامنے ہے۔

حضرت امام المحدثین والفقہاء امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مسند درس پر جلوہ افروز ہیں اور ہر قسم کے فضلاء وکملاء اور مختلف عقائد کے لوگ آپ کے سامنے شاگردی کا زانو تہ کئے ہوئے ہیں اور ہر ایک کو تسلی بخش جواب سے سرفراز فرما رہے ہیں۔

امام المحدثین کا حلقہ درس، حدیث، فقہ، تاریخ، تفسیر، نکات اسانید و علل غامضہ کی ایک جامع درسگاہ ہے۔ آپ کی اس درس گاہ کو ایک مکان فرض کرو جس کے متعدد دروازے ہر ایک صاحب کمال موجود ہے جو طالبین کی ضرورتوں کو پوری کرتا ہے۔ بعض طالبین نکات فقہیہ کے دلدادہ ہیں تو دوسرے صحیح حدیثوں پر شیفتہ، کسی کو تفسیر سے شغف ہے تو کسی کو تاریخ سے دلچسپی، کچھ لوگ علل غامضہ اور تدقیقات اسانید و رجال کے شیدا نظر آتے ہیں۔

ان کے علاوہ ایسے لوگ بھی شامل درس ہیں جن کو فرقِ باطلہ کی تردید کا شوق دامنگیر ہے اور علم کلام سے شغف۔ ایک امام المحدثین کی جامعیت نے سب کو گرویدہ کر رکھا ہے۔ بقول امام فربریؒ کے امام المحدثین حضرت امام بخاریؒ سے نوّے ہزار تلانذہ (شاگردوں) نے بخاری شریف پڑھی ہے اور ہر ایک اس کتاب سے فیضیاب ہوا ہے۔

مثال کے طور پر امام مسلم بن حجاج قشیریؒ کو دیکھ لیجئے۔ یہ امام بخاری کے شاگرد رشید ہیں یہ بھی آپ کے شاگردی کا زانو تہ کئے ہوئے ہیں۔ اور علل غامضہ واسماء رجال کی تحقیق کر رہے ہیں جواب صحیح پانے کے بعد امام بخاری کی پیشانی کا بوسہ دیتے اور غایت سرور میں آکر فرماتے۔

"دَعْنِیْ اُقَبِّلُ رِجْلَیْکَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الْحَدِیْثِ"	آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے دونوں پیروں کو چوم لوں۔

تدریب الراوی میں ہے۔

لَوْلَا الْبُخَارِیُّ لَمَا جَاءَ مُسْلِمٌ وَلَا رَاحَ وَمَا ذُکِرَ"	حضرت امام بخاریؒ کا فیض صحبت نہ ہوتا تو امام مسلمؒ کا کوئی نام بھی نہ لیتا۔

ایک گوشے میں حضرت امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ بیٹھے ہوئے ہیں اور حدیث کے افہام و تفہیم کے بارے میں مناظرہ کر رہے ہیں جیسا کہ ترمذی شریف میں بعض جگہ لکھا ہے کہ۔

Marfat.com

"۔ نَاظَرْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْمٰعِيْلَ الْبُخَارِيَّ. میں نے اس حدیث کے بارے میں امام بخاری سے مناظرہ کیا۔

امام ترمذی۔ امام بخاری کے تلامذہ راشدہ میں سے ہیں اسی وجہ سے بعض محدثین نے امام ترمذی کو امام بخاری کا خلیفہ لکھا ہے۔ امام ترمذی بہت بڑے مشہور محدث اور عالم و فاضل ہیں۔ یہ سب امام بخاریؒ کی بدولت ہے۔

ایک طرف امام نسائی بھی امام بخاری کے حلقوں میں بیٹھے ہوئے ہیں اور اسمائے رجال وفن حدیث میں استفادہ کر رہے ہیں۔ اسی طرح سے صالح محمد جزری۔ امام محمد بن نصر مروزی۔ امام ابو حاتم رازی۔ امام ابن حافظ کبیر۔ ابن خزیمہ صاحب الفقہ والحدیث۔ اور دیگر چوٹی کے محدثین امام بخاریؒ کے شاگردوں کے حلقے میں بیٹھے ہوئے نظر آرہے ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ سے استفادہ کر رہے ہیں۔

صاحب فضل و کمال امام دارمیؒ بھی امام المحدثین کے شاگردوں میں سے ہیں جب امام دارمی کے انتقال کی خبر حضرت سید المحدثین امام بخاری کو پہنچی تو بہت آبدیدہ ہو گئے۔ دیر تک سر نیچے جھکائے رہے اور اپنا یہ شعر فی البدیہہ تحسر کے طور پر پڑھنے لگے ؎

اِنْ عِشْتَ تَفْجَعُ بِالْاَحِبَّةِ كُلِّهِمْ ، وَفَنَاءُ نَفْسِكَ لَا اَبَا لَكَ اَفْجَعُ ،

اگر تو زندہ رہا تو تمام دوستوں کی جدائی کا رنج و غم اٹھائے گا۔ اور تیرا زندہ رہنا سب سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔

تو ایک لاکھ کے قریب محدثین کرام نے حضرت سید المحدثین امام بخاریؒ سے فیض کمال حاصل کیا ہے۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ سب فارس کے رہنے والے ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے۔

لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ رِجَالٌ مِّنْ هٰؤُلَاءِ۔ (رواہ الشیخان) ایمان اگر ثریا پر بھی ہو تو اس کو فارس کے کچھ لوگ پا لیں گے۔

اس حدیث میں فارس کے تمام محدثین شامل اور داخل ہو گئے ہیں۔

حضرت سید المحدثین امام بخاریؒ بخارا ہی کے رہنے والے ہیں جو خراسان کا ایک مشہور شہر ہے جو ملک فارس میں ہے۔ تو آپ حضرات کا تلمذ اور تعلق امام بخاری سے ہی ہے یعنی آپ حضرات بھی واسطہ در واسطہ امام بخاری کے شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ حضرات اپنی تلمذیت کی نسبت کو اس طرح سے سن لیجئے اور سمجھ لیجئے کہ آپ حضرات امام بخاری کے کس طرح شاگرد ہوئے، تو میں عرض کر رہا ہوں۔

Marfat.com

میں نے یعنی خادم عبدالسلام بستوی سلفی بن باد علی نے بخاری شریف حضرت العلام شیخ الحدیث احمد اللہ قریشی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔ اور حضرت الشیخ نے سید العلام الفہام المحدث المفسر الفقیہ الکامل شیخ العرب والعجم مولانا سیدنا نذیر حسین صاحب دہلوی سے پڑھی۔ اور حضرت سید نذیر حسین صاحب نے شاہ اسحاق دہلوی سے پڑھی اور انہوں نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے پڑھی اور انہوں نے اپنے والد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے پڑھی اور انہوں نے شیخ ابو طاہر مدنی سے پڑھی اور انہوں نے شیخ ابراہیم کردی سے پڑھی اور انہوں نے شیخ احمد القشاشی سے اور انہوں نے شیخ احمد بن عبدالقدوس الشناوی سے اور انہوں نے شیخ شمس محمد بن احمد بن حمزہ رملی سے اور انہوں نے شیخ الحدیث زین الدین زکریا بن محمد انصاری سے اور انہوں نے شیخ الاسلام حافظ ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر العسقلانی سے اور انہوں نے ابو اسحاق ابراہیم بن احمد بن عبدالواحد التنوخی سے اور انہوں نے ابوالعباس احمد بن ابوطالب صالحی سے اور انہوں نے شیخ صالح سراج الدین ابوعبداللہ حسین بن مبارک بن محمد بن یحیی زبیدی البغدادی سے اور انہوں نے شیخ عبدالاول بن عیسی الہروی سے اور انہوں نے شیخ ابوالحسن عبدالرحمن محمد بن مظفر داودی سے اور انہوں نے ابومحمد عبداللہ بن احمد بن حمویہ السرخسی سے اور انہوں نے عبداللہ بن یوسف الفربری سے پڑھی ہے اور فربری نے امام المحدثین ابوعبداللہ محمد بن اسمعیل البخاری سے پڑھی ہے۔ اب آخری حدیث کی سند پڑھئے۔

حضرت امام بخاری بیان فرماتے ہیں کہ:

حدثنا احمد بن اشکاب قال حدثنا محمد بن فضیل عن عمارة بن القعقاع عن ابی زرعة عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم كلمتان حبيبتان الی الرحمن خفيفتان علی اللسان ثقيلتان فی الميزان سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم۔

یہ حدیث ہمارے استاذ احمد بن اشکاب نے بیان کی انہوں نے کہا یہ حدیث ہم سے محمد بن فضیل نے ہم سے بیان کی اور انہوں نے عمارہ بن قعقاع سے روایت کی اور انہوں نے ابو زرعہ سے روایت کی اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی اور حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دو کلمے خدا کو پسندیدہ ہیں اور زبان پر ہلکے پھلکے ہیں اور ترازو میں بھاری ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

تو آپ حضرات ان البشؓ واسطوں سے حضرت امام بخاری کے شاگردوں میں شامل ہو گئے اور

Marfat.com

حضرت امام بخاری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پانچ واسطے سے حضرت ابوہریرہ کے ساتھیوں میں شامل ہو گئے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں میں آ گئے۔

یعنی چھبیس منزلوں کو طے کر لینے کے بعد آپ نے اپنا رشتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قائم کر لیا۔ یہ رشتہ اور تعلق بہت قوی ہے۔ اگرچہ آپ صحابی نہیں ہیں لیکن معنوی اعتبار سے حدیثوں کے پڑھنے سے ایک معنوی رشتہ حدیث کا پیدا ہو گیا ہے اسی لئے بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حدیث پڑھنے اور پڑھانے والے اور اس پر عمل کرنے والے سب آل نبی ہیں یعنی معنوی خاندان ہیں ؎

اَهْلُ الْحَدِيْثِ هُمُوْا اَهْلُ النَّبِيِّ وَاِنْ
لَمْ يَصْحَبُوْا نَفْسَهٗ اَنْفَاسَهٗ صَحِبُوْا

حدیث والے آل نبی ہیں اگرچہ ذاتی طور پر آپ کے ساتھ نہیں ہیں۔

آپ حضرات اصحاب الحدیث کے سلکِ مروارید سے منسلک ہو گئے گو ہم اس کے لائق تو نہیں ہیں لیکن رشتہ ضرور مل جاتا ہے اگرچہ درمیان میں کافی واسطے اور بہت سی منزلیں ہیں جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

در ریاض آفرینش رشتۂ گلدستہ ام
گرچہ از نیکاں نیم خود را بہ نیکاں بستہ ام

فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مرا
بلبل ہمیں کہ قافیۂ گل شود بس است

بعض چیزیں حقیر ہوتی ہیں لیکن جب وہ عزیز اور شریف چیزوں سے اپنا تعلق جوڑ لیتی ہیں تو وہ بھی شریفوں ہی میں شمار ہوتی ہیں اور جو عزت و احترام شریفوں کا کیا جاتا ہے وہی ان کا بھی کیا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ۔ قوم کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والا بدنصیب و بدبخت نہیں ہوتا۔

مٹی کو لوگ بہت کمتر اور ذلیل سمجھتے ہیں اور پیروں سے کچلتے ہیں لیکن جب یہ مٹی اچھی صحبت اختیار کر لیتی ہے اور اپنا رشتہ زر و جواہرات سے قائم کرے اور ان کے ساتھ چمٹ جائے تو زر و جواہرات کے ساتھ مٹی بھی تولی جاتی ہے اور جو قیمت زر و جواہرات کی ہوگی وہی قیمت اس کی بھی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جو مٹی کسی خوشبو سے مخلوط ہو جاتی ہے تو خوشبو جیسی اس کی بھی قدر کی جاتی ہے۔ علامہ شیرازی نے اسی طرف ان اشعار میں اشارہ کیا ہے ؎

گلے خوشبو در حمام روزے
رسید از دست محبوبے بدستم

بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری
کہ از بوئے دلاویزے تو مستم

بگفتا من گلِ ناچیز بودم ... ولیکن مدتے با گل نشستم
جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد ... وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

یعنی ایک دن حمام میں خوشبودار مٹی ایک دوست کے ہاتھ سے مجھ کو ملی۔ میں نے اس مٹی سے کہا تو مشک ہے یا عنبر ہے میں تو تیری پیاری خوشبو سے مست ہوگیا ہوں، اس نے جواب دیا کہ میں تو ناچیز مٹی تھی لیکن ایک مدت تک پھول کی ہمنشین رہی ہوں اس کی ہم نشینی کے جمال نے مجھ میں اثر کیا ورنہ میں وہی حقیر مٹی ہوں جو اصل میں تھی پھول کی صحبت کا اثر مجھ پر یہ ہوا کہ مجھ میں یہ مست خوشبو پیدا ہوگئی۔

خلاصہ۔ یہی ہے کہ اچھے لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے اچھا اثر پیدا ہو جاتا ہے یعنی مٹی اگر گھورے میں رہے تو بدبودار ہو جائے گی اور خوشبودار کے ساتھ رہنے سے خوشبودار ہو جائے گی۔ اس وقت سید المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا وہ واقعہ یاد آگیا کہ ان کے انتقال پر ملال کے بعد دفن کر کے قبرستان سے جب لوگ واپس ہونے لگے تو ان کی قبر شریف سے نہایت تیز خوشبو نکلنی اور پھیلنی شروع ہوئی جو مشک وعنبر سے بھی زیادہ تیز تھی۔ لوگ اس قبر کی مٹی کو جو خوشبودار ہو چلی تھی لے جانے لگے اور پھر دور دراز سے لوگوں کا آنا کثرت سے ہوا اور ہر کوئی ایک ایک مٹھی مٹی اٹھا کر سونگھتا ہوا لے جاتا۔ اس وقت کے حاکم کو بڑا اندیشہ پیدا ہوگیا کہ اس قبر کی ساری خوشبودار مٹی لوگ اٹھا لے جائیں گے تب اس نے پولیس کا پہرہ لگا دیا اور بڑی حفاظت و نگرانی کی گئی۔

اب بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کا وہی احترام اور عزت ہے ابھی حال میں شاہی جامع مسجد دہلی کے امام حضرت مولانا سید عبد اللہ صاحب مدظلہ روس گئے تھے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کو دیکھا تھا واپسی پر امام صاحب نے سید المحدثین حضرت امام بخاری کی قبر کی عزت و توقیر اور عقیدت و احترام سے متعلق چشم دید حالات بیان فرمائے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی مٹی اس لئے خوشبودار ہوئی کہ آپ حافظ الحدیث تھے اور کئی لاکھ حدیثیں ان کے سینہ میں محفوظ تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سراسر عطر ہی عطر تھے یعنی آپ کے جسم مبارک کی خوشبو مشک وعنبر سے زیادہ تھی اس وجہ سے وہی مہک حدیث کی خدمت کرنے والوں میں آگئی۔

معلوم ہوا کہ اچھے لوگوں کے ساتھ تعلق اور رشتہ قائم کرنے سے قدر و منزلت بڑھ جاتی

Marfat.com

ہے۔ جنگل کی گھاس کی کوئی قدر و قیمت نہیں لیکن اگر پھولوں کے گلدستہ کے ساتھ وہ تعلق قائم کرے تو وہی عزت و احترام جو پھول کے ساتھ کیا جاتا ہے اس گھاس کے ساتھ ہونے لگتا ہے علامہ شیرازی نے گلستان میں اس گلدستہ کی حکایت نظم میں اس طرح سے بیان فرمائی ہے۔

دیدم گل تازہ چند دستہ — بر گنبدے از گیاہ بستہ
گفتم چہ بود گیاہ ناچیز — تا در صف گل نشیند او نیز
بگریست گیاہ و گفت خاموش — صحبت نہ کند کرم فراموش
گر نیست جمال و رنگ و بویم — آخر نہ گیاہ باغ اویم
من بندہ حضرت کریمم — پروردہ نعمت قدیم
گر بے ہنرم و گر ہنرمند — لطف است امیدم از خداوند
با آنکہ بضاعتے ندارم — سرمایہ طاعتے ندارم
او چارۂ کار بندہ داند — چوں ہیچ وسیلتش نماند
رسم است کہ مالکان تحریر — آزاد کنند بندہ پیر
اے بار خدائے عالم آرائی — بر سعدی پیر خود بخشائی
سعدی رہ کعبہ رضا گیر — اے مرد خدا رہ خداگیر
بدبخت کسے کہ سر بتابد — زیں در کہ درد گر نیابد

میں نے چند گلدستے تازہ پھولوں کے گھاس سے بندھے ہوئے ایک گنبد یعنی اسٹیج پر دیکھے۔ میں نے کہا۔ ناچیز گھاس کیا حقیقت رکھتی ہے کہ وہ بھی پھولوں کی صف میں بیٹھے، گھاس نے رو کر کہا تو خاموش رہ، شریف انسان دوستی اور صحبت کے حق کو نہیں بھلاتا ہے اگرچہ مجھ کو خوبصورتی اور رنگ و بو حاصل نہیں ہے تو کیا میں اسی باغ کی گھاس نہیں ہوں جس کے یہ پھول ہیں؟ اگر ہوں تو مجھ کو پھولوں کی صحبت میں رہنے کا حق بھی حاصل ہے۔

اس کے بعد علامہ شیرازی اسی مناسبت سے دعا کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں اور خدا کے دربار میں عرض کرتے ہیں کہ میں خداوند کریم کی بارگاہ کا ادنیٰ بندہ ہوں اور اس کی نعمتوں کا پالا ہوا ہوں اگر میں ہنروالا ہوں یا بے ہنر ہوں اس کے باوجود مجھے خدا تعالیٰ سے لطف و کرم کی امید ہے اور یہ امید اس کے باوجود ہے کہ میں پونجی اور بندگی کا سرمایہ نہیں رکھتا ہوں۔ جب بندے کے لئے کوئی ذریعہ باقی نہ رہے اور ہر طرف سے ناامید ہو جائے تو ایسی مایوسی کے وقت میں اللہ تعالیٰ

Marfat.com

ہی بندے کے کام کی تدبیر جانتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آزادی کے مالک بوڑھے غلام کو آزاد کر دیا کرتے ہیں اور خدمات مفوضہ سے سبکدوش کرکے پنشن دیتے ہیں اے بزرگ خدا! دنیا کے دستور کے مطابق بوڑھے سعدی پر عنایت و مہربانی فرما اور اس کو بخش دے۔ اے سعدی کعبہ رضا کی راہ اختیار کر یعنی ہر آن اسکی رضامندی کو پیش نظر رکھ۔ اے مرد خدا! خدا کی راہ اختیار کر بدبخت وہ شخص ہے جو خدا تعالیٰ کے دروازے سے منہ پھیرے اس لئے کہ دوسرا دروازہ کبھی نہ پا سکے گا اور یہ واقعہ ہے کہ اس کے در سے روگردانی کرنے کے بعد کہیں پناہ کی جگہ نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ آپ حضرات حدیث پڑھتے ہیں اور یہ حدیث کی آخری کتاب اور آخری حدیث ہے۔ اب آپ نہ صرف حضرت امام بخاری کے شاگردوں میں سے ہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے جانشین ہو گئے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ ہی جیسے حضرات کے لئے یہ دعا فرمائی تھی۔

نَضَّرَ اللّٰہُ امْرَءً سَمِعَ مِنَّا حَدِیْثًا فَحَفِظَہٗ حَتّٰی یُبَلِّغَہٗ کَمَا سَمِعَہٗ ۔ (شرف اصحاب الحدیث ص۱۸)

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ اور خوش و خرم رکھے جس نے ہماری حدیث کو سن کر یاد کر لیا اور اسی طرح دوسروں کو پہنچا دیا۔

اسی نضرت و بہجت اور خوشنودی کی طرف علامہ ابو العباس الغزفی نے اپنے ان اشعار میں اشارہ فرمایا ہے۔

اَھْلُ الْحَدِیْثِ عِصَابَۃُ الْحَقِّ ۔۔۔ فَازُوْا بِدَعْوَۃِ سَیِّدِ الْخَلْقِ
فَوُجُوْھُھُمْ زَھْرَۃٌ مُّنَضَّرَۃٌ ۔۔۔ لَأْلَاؤُھَا کَتَأَلُّقِ الْبَرْقِ
یَا لَیْتَنِیْ مَعَھُمْ فَیُدْرِکُنِیْ ۔۔۔ مَا اَدْرَکُوْہُ بِھَا مِنَ السَّبْقِ

یعنی حدیث والے حق جماعت کے لوگ ہیں جنہوں نے سید الخلائق کی کامیابی حاصل کی ہے ان کے چہرے نہایت ہی منور اور رونق والے ہیں جو بجلی کی طرح چمکتے ہیں۔ کاش میں بھی حدیث والوں کے ساتھ ہوتا تو جو سبقت و فضیلت ان کو حاصل ہے مجھے بھی حاصل ہو جاتی۔

آپ حضرات حدیث پڑھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ حضرات کے لئے پیشین گوئی بھی فرمائی ہے اور جنتی ہونے کی بشارت بھی دی ہے علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ القول البدیع میں یہ حدیث لائے ہیں کہ حضرت انس نے روایت

گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ يَجِيءُ أَصْحَابُ الْحَدِيْثِ وَمَعَهُمُ الْمَحَابِرُ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُمْ أَنْتُمْ أَصْحَابُ الْحَدِيْثِ كُنْتُمْ تَكْتُبُوْنَ الصَّلٰوةَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ انْطَلِقُوْا إِلَى الْجَنَّةِ۔

قیامت کے دن اصحاب الحدیث اس حال میں آئیں گے کہ ان کے ساتھ دواتیں ہوں گی اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ درود لکھتے رہے یعنی ہر حدیث کے ساتھ "صلی اللہ علیہ وسلم" لکھتے رہے لہٰذا اس کی برکت سے تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جب نوجوان حدیثوں کے طالب علموں کو دیکھتے تو اَهْلًا وَسَهْلًا وَمَرْحَبًا فرماتے اور کہتے کہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ہو اور جو تم سے حدیثیں پڑھیں گے وہ تمہارے جانشین ہوں گے۔ اب اس مفہوم کو حضرت ابوہارون العبدلی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے سنئے وہ فرماتے ہیں۔

كُنَّا إِذَا أَتَيْنَا أَبَا سَعِيْدٍ قَالَ مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قُلْنَا وَمَا وَصِيَّةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ سَيَأْتِيْ مِنْ بَعْدِيْ قَوْمٌ يَسْأَلُوْنَكُمُ الْحَدِيْثَ عَنِّيْ فَإِذَا جَاءُوْكُمْ فَالْطُفُوْا بِهِمْ وَحَدِّثُوْهُمْ وَفِيْ رِوَايَةٍ سَيَأْتِيْكُمْ شُبَّانٌ مِنْ أَقْطَارِ الْأَرْضِ يَطْلُبُوْنَ الْحَدِيْثَ فَإِذَا جَاءُوْكُمْ فَاسْتَوْصُوْا بِهِمْ خَيْرًا وَفِيْ رِوَايَةٍ عَنْ أَبِيْ سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ كَانَ إِذَا رَأَى الشَّابَّ قَالَ مَرْحَبًا بِوَصِيَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُوَسِّعَ لَكُمْ وَأَنْ

جب ہم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آتے تھے تو آپ خوش ہو کر فرماتے تھے مَرْحَبًا تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی ہے۔ ہم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کیا ہے؟ فرمایا، ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد لوگ تم سے میری حدیثیں پوچھنے آئیں گے جب وہ آئیں تو تم ان کے ساتھ لطف و عنایت سے پیش آنا اور انہیں حدیثیں سنانا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، تمہارے پاس زمین کے کناروں سے جو لوگ حدیثیں طلب کرنے پہنچیں گے جب وہ آئیں تو ان کی بہترین خیرخواہی کرنا حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جب ان (طالبان حدیث) نوجوانوں کو دیکھتے تو بے ساختہ فرماتے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر تمہیں مرحبا ہو، حضور ﷺ کا

Marfat.com

نُفَهِّمُكُمُ الْحَدِيثَ فَإِنَّكُمْ خُلُوفُنَا — ہمیں حکم ہے کہ ہم خوش دلی کے ساتھ تمہیں جگہ دیں

وَأَهْلُ الْحَدِيثِ بَعْدَنَا . — اور تمہیں احادیث رسول سنائیں تم ہمارے خلیفہ ہو

اشرف اصحاب الحدیث صـ۲۰ — اور اہل حدیث ہمارے بعد خلیفہ ہیں ۔

اس حدیث کا مطلب آپ حضرات نے سمجھ لیا یعنی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور صحابہ کرام کے خلیفہ اور نائب ہیں ۔ اس خلافت و نیابت کا بڑا اہتمام کرنا پڑے گا ۔ اور کتاب و سنت کے مطابق ہی عمل کرنا پڑے گا تو آپ ان بشارتوں کے مستحق ہو جائیں گے اللہ ہمیں اور آپ لوگوں کو علم و عمل کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

بات بہت دور چلی گئی ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ امام بخاری کی یہ کتاب أَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللهِ ہے اور یہ قرآن مجید کی تفسیر و تبیین ہے اس کی پہلی حدیث إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ ہے اور آخری حدیث یہ ہے ۔ حسن نیت اور اخلاص کامل کے ساتھ اس کتاب کی ابتدا ہوئی اور حسن اختتام سبحان اللہ العظیم پر ختم ہوئی چونکہ ہر کام کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر کام کی مشروعیت بھی نیت ہی پر ہے اور ہر کام کی انتہا وزن پر ہے صحیح وزن کے بعد کسی کو نا اعتراض کرنے کا موقع ہے نہ چون و چرا کا ۔

فتح الباری میں علامہ کرمانی کا یہ ارشاد گرامی منقول ہے ۔ وہ فرماتے ہیں کہ شروع کتاب میں وحی کا بیان ہوا ہے کیونکہ ہر کام الٰہی کا دارومدار وحی پر موقوف ہے اور احکام کی قبولیت صحیح نیت پر ہے اور صحیح وزن کا اختتام حسن خاتمہ پر ہے تو کتاب کی ابتدا بھی اور انتہا بھی دونوں قابل تحسین ہیں ۔ سبحانہ ما اعظم شانہ ۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدائے رحمان کے نزدیک یہ دونوں کلمے بہت محبوب اور پسندیدہ ہیں ۔ زبان سے بہت آسانی سے ادا ہو جاتے ہیں اور ترازو میں بھاری ہیں ۔ پہلا کلمہ سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ اور دوسرا سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ ہے ۔

کلمہ بامعنی لفظ کو کہتے ہیں اور یہ کلام پر بھی بولا جاتا ہے کلمہ اور کلام سے علم نحو میں بحث کی جاتی ہے اور ہر زبان میں یہ دونوں پائے جاتے ہیں ان دونوں کی آپس کی ترکیب سے ہم بات مکمل ہو جاتی ہے ۔

كَلِمَتَانِ لفظ كَلِمَة کا تثنیہ ہے اور حَبِيبَتَانِ اس کی صفت ہے اور حبیبۃ محبوبہ کے معنی میں ہے ، یعنی یہ دونوں کلمے خدا کے نزدیک محبوب ہیں یا ان کا کہنے والا رحمان کی نصرت

ہیں محبوب ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگتا ہے تو خدا کا وہ محبوب بن جاتا ہے۔

اور رحمٰن رحمت سے مشتق ہے جس کے معنی رقت قلب کے ہیں اور رحمٰن و رحیم دونوں مبالغے کے صیغے ہیں۔ رحمان میں زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے اسی لئے کہا جاتا ہے یَا رَحْمٰنَ الدُّنْیَا کیونکہ خدا کی رحمت دنیا میں مومن اور کافر سب کو شامل ہے اور ہر شخص کو کھلاتا پلاتا اور پالتا پوستا ہے اور رَحِیْمُ الْاٰخِرَۃِ۔ کہا جاتا ہے کیونکہ آخرت میں صرف مومنوں کے لئے رحمت ہوگی جو جنت میں داخل ہوں گے۔ غالباً اسی مناسبت سے یہاں رحمٰن کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

سُبْحَانَ اللہِ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ سُبْحَانَ اسم مصدر ہے اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ خود مصدر ہے یعنی نَحْنُ نُسَبِّحُ سُبْحَانًا۔ بعض لوگوں نے سبحان کو مبنی علی الفتح پڑھا ہے۔

سُبْحَانَ کے معنی تسبیح کے ہیں اور تسبیح کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام نقصانوں اور خرابیوں سے پاک وصاف اور بری ہے۔ تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیوب سے منزہ اور مبرا ہے اور پاک صاف ہے۔ نہ وہ ہماری تحمید کا محتاج ہے نہ تسبیح کا۔ البتہ اس لفظ کے کہنے سے ہم گناہ سے پاک صاف ہو سکتے ہیں

یہ تسبیح چاروں علتوں کی مستدعی ہے یعنی علت فاعلی، علتِ مادی، علت صوری اور علت غائی۔ تو تسبیح کرنیوالا گویا علت فاعلی ہے اور قولاً، عملاً اور اعتقاداً یہ سمجھنا کہ یہ صفت اللہ ہی کیلئے ہے یہ علتِ مادی اور تمام عیوب سے پاک صاف سمجھنا علتِ صوری ہے اور تسبیح پڑھنے کی وجہ سے نورانیت کا حاصل ہونا غرض وغایت ہے یہی حال حمد و صلوٰۃ بلکہ تمام عبادات کا ہے۔

تسبیح و تحمید کے الفاظ قرآن مجید میں بکثرت آئے ہیں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے اوراد و وظائف میں اور فرشتے ہمہ وقت تسبیح و تحمید میں منہمک رہتے ہیں جب آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنانے کا اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے اپنے ارادے کا اظہار کیا کہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً۔ تو فرشتوں نے اپنے لئے استحقاق خلافت کی یہ وجہ بیان کی کہ " نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ " ہم تیری پاکی تعریف اور تیری تقدیس بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے تو انہوں نے سُبْحَانَکَ کہا کہ تیری ہی ذات نرالی ہے۔ جب حضرت زکریا علیہ السلام کو دعا قبول ہوئی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بشارت ملی تو ان کو تعجب ہوا اور اس پر نشانی کا مطالبہ کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم تین روز تک لوگوں سے صاف طور پر بات چیت نہیں کر سکو گے مگر اشارہ اور کنایہ سے اور حکم دیا۔ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ کَثِیْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ۔ تم اپنے رب کو زیادہ یاد کرتے رہو اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرتے رہو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ تسبیح خواں سے بہت خوش ہوتا ہے۔

سورۂ آل عمران میں نیک بندوں کی دعا کے بارے میں فرمایا جو اللہ کو کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہوئے یاد کرتے ہیں اور زمین و آسمان کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا، سُبْحَانَکَ   اے ہمارے رب! تو نے زمین و آسمان کو بے کار نہیں

Marfat.com

فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔

نہیں پیدا کیا ہے تیری ذات پاک ہے ہم کو آگ کے عذاب سے بچا ۔

اس آیت میں بھی " سُبْحَانَكَ " کا لفظ آیا ہے ۔

سورۂ نساء میں یہ فرمایا ہے کہ عیسائیو! تم اللہ اور رسول پر ایمان لے آؤ اور تین خدا کے ماننے سے باز آجاؤ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے ۔

إِنَّمَا اللَّهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَن يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ٥

عبادت کے لائق تو صرف ایک ہی ہے اور وہ اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو۔ اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہی سب کا وکیل اور کارساز کافی ہے ۔

اس آیت میں بھی سُبْحَانَهُ کا لفظ ہے ۔

سورۂ مائدہ میں ہے ۔ اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے ۔

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ أَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ ۔

جب کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کے علاوہ معبود بنا لو؟ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے نہیں تو آپ کو منزہ سمجھتا ہوں۔ مجھے کسی طرح زیبا نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے کوئی حق نہیں ہے ۔

اور مشرکین مکہ کے رد میں فرمایا۔

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَصِفُونَ ٥

اور لوگوں نے شیاطین کو اللہ کا شریک قرار دے رکھا ہے حالانکہ ان لوگوں کو خدا نے پیدا کیا ہے اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں محض بلا سند تراش رکھی ہیں وہ پاک اور برتر ہے ان باتوں سے جن کو یہ بیان کرتے ہیں ۔

اس آیت میں سبحانہ کا لفظ آیا ہے ۔

سورۂ اعراف میں ہے جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تجلیات الٰہی کو دیکھ کر بے ہوش ہو کر گر پڑے تھے تو۔

Marfat.com

فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ إِلَيْكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

پس جب افاقہ ہوا تو عرض کیا بے شک آپ کی ذات منزہ ہے آپ کی جناب میں معذرت کرتا ہوں اور سب سے پہلے میں اس پر یقین کرتا ہوں ۔

سورۃ بنی اسرائیل میں ہے کہ زمین و آسمان اور جن و فرشتے اور ساری چیزیں خدا کی تسبیح خواں ہیں جیسے فرمایا۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ إِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝

ساتوں آسمان اور زمین اور جو بھی ان میں ہیں اس کی تسبیح کر رہے ہیں اور کوئی چیز نہیں جو اسے پاکیزگی اور تعریف کے ساتھ یاد نہ کرتی ہو، ہاں یہ صحیح ہے کہ تم ان کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے۔ وہ بڑا بردبار اور بخشنے والا ہے۔

• ایک جگہ اسی سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا۔

سُبْحَانَ الَّذِيْ أَسْرٰى بِعَبْدِهٖ

وہ اللہ پاک اور بے عیب ہے جو اپنے بندے کو رات ہی رات لے گیا۔

جب آپ معراج سے واپس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے بلند آسمانوں میں متعدد تسبیحوں کے ساتھ یہ تسبیح سنی۔

سَبَّحَتِ السَّمٰوٰتُ الْعُلٰى مِنْ ذِي الْمَهَابَةِ مُشْفِقَاتٍ لِذِي الْعُلُوِّ بِمَا عَلَا سُبْحَانَ الْعَلِيِّ الْأَعْلٰى سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى ۔

مخلوق میں ہر چیز اس کی پاکیزگی اور تعریف بیان کرتی ہے لیکن اے لوگو! تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے اس لئے کہ وہ تمہاری زبان میں تسبیح بیان نہیں کرتی ہیں۔ حیوانات، نباتات، جمادات سب اس کی تسبیح اور پاکی بیان کرتے ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے یہ روایت آئی ہے انہوں نے کہا کہ ہم کھانا کھاتے ہوئے کھانے کی تسبیح سنتے رہتے ہیں اور ابو داؤد میں ہے کہ حضورؐ نے اپنی مٹھی میں چند کنکریاں لیں ان سے آپ نے سنا کہ وہ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح خدا کی تسبیح کر رہی تھیں حضرت ابوبکر و حضرت عمر اور حضرت عثمانؓ کے ہاتھوں میں بھی کنکریوں کو تسبیح پڑھتے ہوئے سنا گیا۔

اور صحیح و مسند حدیثوں میں ہے کہ کچھ لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اونٹنیوں اور جانوروں پر سوار کھڑے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ سواری پر سلامتی کے ساتھ سوار ہو اور اچھائی

Marfat.com

سے چھوڑ دیا کرو راستوں اور بازاروں میں لوگوں سے باتیں کرنے کی کرسیاں اپنی سواریوں کو نہ بنا لیا کرو سنو! بہت سی سواریاں اپنے سواروں سے بھی زیادہ ذکر اللہ کرنے والی اور ان سے بھی بہتر اور افضل ہوتی ہیں۔

مسند احمد اور سنن نسائی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈک کو مارنے سے منع فرمایا اور بتایا کہ اس کا بولنا خدا کی تسبیح ہے اور حدیث میں ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا کلمہ اخلاص ہے لینے کے بعد ہی انسان کی نیکی قبول ہوتی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کلمہ شکر ہے اس کا نہ کہنے والا خدا کا ناشکرا ہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ زمین و آسمان کی فضا بھر دیتا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ کا کلمہ مخلوق کی تسبیح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو تسبیح اور نماز کے اقرار سے باقی نہیں چھوڑا۔ جب کوئی لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ مطیع ہوا اور اپنے آپ کو میرے حوالہ کر دیا۔

تفسیر ابن کثیر اور مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت اپنے بچوں کو بلا کر فرمایا کہ میں تمہیں بطور وصیت دو حکم دیتا ہوں۔ ان دونوں پر بھی ضرور عمل کرنا اور دو باتوں سے منع کرتا ہوں۔ ایک تو میں تمہیں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے سے منع کرتا ہوں دوسرے تکبر سے روکتا ہوں۔ اور پہلا حکم تو تمہیں یہ کرتا ہوں کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتے رہو اس لئے کہ آسمان و زمین اور ان دونوں کی تمام چیزیں ایک پلے میں رکھ دی جائیں اور دوسرے میں صرف یہی کلمہ ہو تو بھی یہی کلمہ وزنی رہے گا۔ سنو اگر تمام آسمان و زمین ایک حلقہ بنا دئے جائیں اور اس پر ان کو رکھ دیا جائے تو وہ انہیں پاش پاش کر دے گا۔ میرا دوسرا حکم سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ پڑھنے کا ہے یہ ہر چیز کی نماز ہے اور اس کی وجہ سے ہر ایک کو رزق دیا جاتا ہے۔

سورۃ صفّٰت میں حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں اللہ رب العزت نے فرمایا

فَلَوْلَا اَنَّہٗ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ٥	پس اگر یہ پاکی بیان کرنے والوں میں نہ ہوتے تو دوبارہ
لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِہٖٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ٥	اٹھائے جانے کے دن تک اس کے پیٹ ہی میں رہتے

مچھلی کے پیٹ میں اور سمندر کی ظلمات کی تہ میں ان کی یہی تسبیح تھی کہ

لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ	نہیں ہے کوئی معبود مگر اے اللہ تو ہی ہے، تیری ذات
کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ٥	سب عیبوں سے پاک ہے میں ہی خطاوار اور ظالم ہوں

ہیں سے ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول فرمائی اور رنج وغم سے نجات دی اور دوسرے لوگوں کے لئے بھی اس دعا کے پڑھنے کی برکت سے نجات دینے کا وعدہ فرمایا۔

ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے جب مچھلی کے پیٹ میں ان کلمات کو کہا تو یہ دعا عرش خداوندی کے اردگرد منڈلانے لگی اور فرشتوں نے کہا خدایا یہ آواز تو بہت ہی دور کی ہے لیکن اس آواز سے ہمارے کان آشنا ضرور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب بھی پہچان لیا یہ کس کی آواز ہے؟ انہوں نے کہا نہیں پہچانا۔ فرمایا: یہ ہمارے بندے حضرت یونسؑ کی آواز ہے۔ فرشتوں نے کہا وہی یونسؑ جن کے نیک اعمال اور مقبول دعائیں ہمیشہ اوپر چڑھتی رہتی ہیں۔ خدایا ان پر تو ضرور رحم فرما۔ ان کی دعا قبول فرمالے۔ ان کو اس بلا سے ضرور نجات دے دے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہاں میں اسے نجات دوں گا۔ چنانچہ مچھلی کو حکم ہوا کہ اس میدان میں حضرت یونس علیہ السلام کو اگل دے۔ چنانچہ اس نے اگل دیا اور وہیں اللہ تعالیٰ نے ان پر ان کی نحیفی اور کمزوری اور بیماری کی وجہ سے چھاؤں کے لئے کدو کی بیل اگا دی اور ایک جنگلی ہرن کو مقرر کر دیا جو صبح وشام ان کے پاس آجاتی تھی اور یہ اس کا دودھ پی لیا کرتے تھے۔

سورۂ نور میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی تسبیح دانی کے سلسلے میں یہ توجہ دلائی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝

کیا تو نہیں دیکھتا کہ آسمان وزمین کی کل مخلوق اور تمام پرندے خدا کی تسبیح میں مشغول ہیں، ہر ایک کی نماز اور تسبیح اسے معلوم ہے لوگ جو کچھ بھی کرتے ہیں اللہ اس سے بخوبی واقف ہے۔

سورۂ یٰسین میں ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

وہ پاک ذات جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کئے خواہ وہ زمین کی اگائی ہوئی چیز ہو خواہ وہ چیزیں ہوں جنہیں یہ جانتے بھی نہیں۔

سورۂ یٰسین کے آخر میں فرمایا۔

فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

پاک ذات ہے وہ خدا جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور جس کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے۔

Marfat.com

قرآن مجید میں لفظ سُبْحٰن اور سُبْحَانَ اللّٰہِ کئی جگہ آیا ہے چند جگہوں کی نشاندہی کر دیتے ہیں۔ سورہ یوسف میں ہے۔ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔
سورہ نحل میں ہے۔ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۔ اور بنی اسرائیل میں ہے۔ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا ۔ قُلْ سُبْحٰنَ رَبِّیْ ہَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۔ اور دوسری جگہ ہے۔ وَیَقُوْلُوْنَ سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۔
سورہ مریم میں ہے: مَا کَانَ لِلّٰہِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَہٗ ۔ اور سورہ انبیاء میں ہے: فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَہٗ بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ ۔ سورہ مومنون میں ہے سُبْحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۔ سورہ نور میں ہے سُبْحٰنَکَ ہٰذَا بُہْتَانٌ عَظِیْمٌ ۔ سورہ فرقان میں ہے۔ قَالُوْا سُبْحٰنَکَ مَا کَانَ یَنْۢبَغِیْ لَنَا اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِکَ مِنْ اَوْلِیَآءَ ۔
سورہ نمل میں ہے۔ وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ سورہ قصص میں ہے: سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۔ سورہ روم میں ہے فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ۔
سورہ سبا میں ہے: قَالُوْا سُبْحٰنَکَ اَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ دُوْنِہِمْ ۔ سورہ صافات میں ہے۔ سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۔ سورہ زمر میں ہے۔ سُبْحٰنَہٗ ہُوَ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَہَّارُ ۔ اور اسی میں دوسری جگہ ہے۔ سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۔
سورہ زخرف میں ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ہٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ ۔ اور اسی میں دوسری جگہ ہے۔ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۔ اور بعض آیتوں میں سَبِّحْ امر کے صیغے کے ساتھ آیا ہے جیسے سورہ قٓ میں ہے۔
وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۔ اور سورہ طور میں ہے وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ حِیْنَ تَقُوْمُ ۔ اور سورہ واقعہ میں ہے۔ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّکَ الْعَظِیْمِ ۔
اور بعض جگہ سَبَّحَ ماضی کے صیغے کے ساتھ آیا ہے جیسے سورہ صف میں ہے۔ سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۔ اور بعض جگہ مضارع کے ساتھ آیا ہے جیسے سورہ حشر میں ہے: یُسَبِّحُ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور سورہ جمعہ میں ہے۔ یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ۔
سُبْحَان کے سلسلہ میں یہ چند آیتیں آپ کے سامنے بیان کی ہیں جن سے اس کی اہمیت

Marfat.com

واضح اور ثابت ہوئی۔ اس کے بعد ذبحمدہٖ کو بھی مختصراً سن لیجئے۔

حمد کے معنی تعریف اور خوبی بیان کرنے کے ہیں خواہ دل سے ہو یا زبان سے نعمت کے مقابلہ میں ہو یا غیر نعمت کے مقابلہ میں منعم حقیقی کی تعریف و توصیف کرنا نہایت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی تعریف کرنے کا طریقہ بتایا ہے کہ تم میری تعریف اس طرح بیان کیا کرو۔ سورۂ فاتحہ کے شروع میں فرمایا ہے کہ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے جہان کا پرورش کرنے والا ہے۔

اور فرشتوں نے بھی اللہ کی تحمید و تسبیح کے سلسلہ میں یہ کہا ہے جیسا کہ سورہ بقرۃ میں ہے۔

نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ۔ ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں تیری تعریف کے ساتھ۔ (البقرہ)

جیسے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔

سورۂ انعام میں فرمایا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ۔ اس اللہ کی تعریف ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ اندھیروں اور نور کو پیدا کیا۔

جنتی جب جنت میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے جائیں گے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ۔ سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم کو یہاں پہنچنے کے لئے راستہ دکھایا اگر اللہ تعالیٰ ہم کو یہاں راستہ نہ بتاتا تو ہم راستہ نہ پا سکتے تھے۔

سورۂ یونس میں بھی یہی فرمایا۔

دَعْوٰھُمْ فِیْھَا سُبْحٰنَكَ اللّٰھُمَّ وَتَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ ان کے منہ سے یہ بات نکلے گی کہ ”سبحان اللہ“ اور ان کا باہمی سلام یہ ہوگا ”السلام علیکم“ اور ان کی آخری بات یہ ہوگی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

سورۂ رعد میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت بیان کرتے ہوئے یہ فرمایا ہے۔

ھُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وہی خدا ہے جو تمہیں ڈرانے اور امید دلانے کے

Marfat.com

وَطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۔

سے بجلی کی چمک دکھاتا ہے اور بوجھل بادلوں کو پیدا کرتا ہے اور گرج اس کی تسبیح و تعریف کرتی ہے اور فرشتے بھی اس کے خوف سے تسبیح بیان کرتے ہیں۔

اور سورۂ حجر کے اخیر میں فرمایا۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝

اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح بیان کرو اور نماز پڑھنے والوں میں سے ہو جاؤ۔

اور سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا۔

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ۔

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تعریف کے ساتھ تسبیح بیان کرتی ہے۔

اور سورۂ طٰہٰ میں یہ حکم دیا ہے۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۔

اور اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح بیان کرو۔ سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے۔

اور سورۂ فرقان میں فرمایا۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۔

اس خدا پر بھروسہ رکھئے جو ہمیشہ زندہ رہے گا کبھی نہیں مرے گا۔ اور اس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کیا کیجئے۔

اور سورۂ سجدہ میں فرمایا۔

خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝

وہ سجدہ میں گر پڑے اور اپنے رب کی تعریف بیان کرتے ہوئے پاکی بیان کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

سورۂ زمر کے آخر میں فرمایا۔

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۔

اور قیامت کے دن فرشتوں کو دیکھو گے کہ وہ عرش الٰہی کے کناروں کو گھیر کر کھڑے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے رہتے ہیں۔

اور سورۂ مومن میں فرمایا۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۔

جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے ارد گرد ہیں سب اللہ کی تسبیح و تعریف کرتے ہیں۔

Marfat.com

سورہ نصر میں فرمایا۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۔ اپنے رب کی تسبیح اور حمد کیجئے اور اس سے مغفرت کی دعا مانگئے بیشک وہ معاف کرنے والا ہے۔

اس آیت میں ہے کہ اپنے رب کی تسبیح اور حمد بیان کرتے رہو اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى پڑھا کرتے تھے۔

مذکورہ بالا آیتوں سے سُبْحَانَ اللّٰہِ اور بِحَمْدِهٖ کی اہمیت آپ کے سامنے بخوبی ظاہر ہوگئی۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ حدیثوں میں بھی اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ چند حدیثیں ملاحظہ کیجئے اور عمل کرنے کی کوشش کیجئے۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص روزانہ سَو بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِهٖ کہتا رہے تو اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اور فرمایا ایک مرتبہ کہنے سے دس نیکی، اور دس مرتبہ کہنے سے سو نیکی اور سو بار کہنے سے ہزار نیکی لکھی جاتی ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِهٖ کہنے سے جنت میں کھجوروں کا درخت لگایا جاتا ہے۔ اور مسلم شریف میں ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ نصف ترازو ہے یعنی اس کا ثواب آدھی ترازو کو بھر دیتا ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ترازو کو ثواب سے بالکل بھر دیتا ہے۔

ابو داؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے واسطے خصوصیت سے فرمایا کہ تم اپنی انگلیوں پر سُبْحَانَ اللّٰہِ اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ کثرت سے پڑھا کرو کیونکہ قیامت کے دن ان انگلیوں سے پوچھا جائے گا اور یہ بتائیں گی۔

مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضٰى نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ کثرت سے پڑھا کرتے تھے اور فرمایا ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھتے رہو اور سوتے وقت اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اس کا حکم دیا تھا۔

اور اسی حدیث میں جو آپ نے ابھی پڑھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِيْمِ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہیں اور زبان پر آسان ہیں اور قیامت کے دن ترازو میں بھاری ہیں کیونکہ اس میں اسم اعظم لفظ جلال یعنی لفظ اللہ ہے جو اس کا ذاتی نام ہے یعنی وہ ذات واجب الوجود جس میں تمام صفات کمالیہ پائی جاتی ہیں، وہی معبود حقیقی

جس کی معرفت میں عقل انسانی حیران ہے۔

یہ لفظ جلال یعنی اللہ کا تمام چیزوں کے ساتھ اگر وزن کیا جائے تو سب سے زیادہ وزنی ہوگا تو جس طرح اللہ تعالیٰ واجب الوجود ازلی ابدی ہے اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات بھی ازلی و ابدی ہیں۔

اللہ کی بہت سی صفتیں ہیں ایک صفت سلبی ہے جس کو صفت تنزیہی کہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیوب سے منزہ، مبرا اور پاک و صاف ہے۔ اور دوسری صفت ثبوتی ہے جس کو صفات کمال کہتے ہیں۔ اور پھر اس کی بہت سی قسمیں ہیں۔ صفت جمالی صفت کمالی وغیرہ کو ذات مع اپنی صفات کمالیہ اور جلالیہ کے اگر وزن کیا جائے تو یقیناً سب سے زیادہ وزنی اور بھاری ہوں گے۔ سبحانہ ما اعظم شانہٗ۔

حافظ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری میں اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ علامہ کرمانی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بعض صفتیں وجودی ہیں جیسے علم و قدرت۔ اور یہی جمالی صفتیں ہیں

تسبیح کا اشارہ صفت جلال کی طرف ہے اور تحمید کا اشارہ اکرام کی طرف ہے اور یہ حمد کسی کے ساتھ مقید نہیں ہے اس لئے پتہ چلتا ہے کہ اس کے کہنے کی تعلیم دی گئی ہے یعنی تم اللہ کی تمام برائیوں سے صفائی بیان کرو۔ اور اس کے تمام محاسن کی تعریف بیان کرو۔

ترتیب طبعی کا تقاضا یہی ہے کہ تحلیہ پر تخلیہ مقدم ہوتا ہے تو تسبیح تخلی پر دلالت کرتی ہے اس لئے اس کو تحمید پر مقدم کیا گیا جو تحلی پر دلالت کرتا ہے۔ اور لفظ اللہ کو پہلے اس لئے لایا گیا کہ وہ اس ذات کا نام ہے جو تمام صفات کمالیہ اور اسمائے حسنیٰ کا جامع ہے اور اللہ کی صفت عظیم سے ساتھ اس لئے لائی گئی ہے کہ وہ غیر مناسب صفتوں کو شامل نہیں ہے اور لائق صفتوں کا ثبوت ہے کیونکہ عظمت کامل عدم نظیر اور عدم تمثیل کو لازم ہے اسی طرح علم تمام معلومات کو اور قدرت تمام مقدورات کو شامل ہے۔

اور تسبیح کو حمد کے ساتھ اس لئے بیان کیا کہ نفی و اثبات سارے صفتیں ثابت ہو جائیں اسلئے اس کو مکرر بیان کیا چونکہ تنزیہ کی شان مہتم ہونے کی وجہ سے وہ بہت سی غیبی ... کے اعتبار سے۔ اس لئے قرآن مجید میں مختلف لفظوں اور صیغوں کے ساتھ اس کو لایا گیا ہے۔

بعض محققین نے فرمایا ہے کہ اللہ کی اصلی حقیقت تو سب ہی سے معدوم کی گئی ہے جیسے علم نہیں معلوم ہوتا مگر یہ کہ کہا جائے وہ جاہل نہیں ہے تو حقیقی معرفت تک پہنچنے کا کوئی رستہ نہیں۔

خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ میں سنت تعالیٰ اور صفت تمام وزن ہیں۔ ذات وصف کے ساتھ تولی جائے گی تو تمام چیزوں سے وزنی ہوگی۔ وزن کرنے کے بعد پوری حجت تمام ہو جاتی ہے۔ اللہ پر کسی قسم کا الزام نہیں رکھا جا سکتا۔ اس وقت نامۂ اعمال بھی اس کے سامنے ہوگا اور کہا جائے گا۔

اِقْرَاْ کِتَابَکَ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا — تم یہ اپنا نامۂ اعمال پڑھ لو۔ حساب کے لئے یہی کافی ہوگا

اور جس کی برائیوں کا پلہ بھاری ہوگا وہ ناکام ہوگا۔

بیہقی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

یَا اٰدَمُ قَدْ جَعَلْتُکَ حَکَمًا بَیْنِیْ وَبَیْنَ ذُرِّیَّتِکَ قُمْ عِنْدَ الْمِیْزَانِ وَ انْظُرْ مَا یُرْفَعُ اِلَیْکَ مِنْ اَعْمَالِھِمْ فَمَنْ رَجَحَ مِنْھُمْ خَیْرُہٗ عَلٰی شَرِّہٖ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ فَلَہُ الْجَنَّۃُ حَتّٰی تَعْلَمَ اَنِّیْ لَا اُدْخِلُ مِنْھُمُ النَّارَ اِلَّا ظَالِمًا۔

اے آدم! ہم نے تم کو اپنے اور تمہاری اولاد کے درمیان حکم بنایا ہے تم ترازو کے پاس جاکر کھڑے ہو جاؤ اور دیکھو ان کے عملوں میں سے کون سا عمل اونچا ہوتا ہے جس کی بھلائی اس کی برائی پر ایک ذرہ کے زیادہ ہو جائے گی تو اس کیلئے جنت ہے اور تم جان لوگے کہ میں جہنم میں صرف ظالم مشرک ہی کو داخل کروں گا۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ نیکی اور بدی کا تولا جانا صرف اتمام حجت ہی کیلئے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ تو سب کچھ جانتا ہی ہے کہ کون کہاں جانے کے لائق ہے۔

جاہلیت کے زمانہ میں بعض تو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے قائل ہی نہ تھے اور بعض قائل تھے لیکن یہ کہتے تھے کہ اسی دنیا میں نیکی بدی کا بدلہ مختلف جسموں میں ہو جائے گا وہ اپنی اصطلاح میں تناسخ اور ہندوستان والے "آواگون" کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔

اس کا مختصر بیان یہ ہے کہ انسان جب مر جاتا ہے تو اس کے اچھے یا برے کاموں کے مطابق اس کی روح کسی جانور یا گھاس پھوس یا درخت کے قالب میں جاکر اپنے عمل کا نتیجہ بھگتتی ہے اور پھر انسانوں کے قالب میں لائی جاتی ہے اور کام کرتی ہے اس کے بعد جس کے گناہ زیادہ ہوتے ہیں اس کو دوزخ میں جانا پڑتا ہے وہاں ہر قسم کی سزا بھگتتی ہے بعد ازیں اپنے بعض اچھے کاموں کی بدولت چندر لوک (چاندی دنیا) میں چلی جاتی ہے۔

جس روح کے کچھ کام اب بھی باقی ہیں وہ اس دنیا میں ہوا۔ بادل اور بارش کے ذریعہ زمین

Marfat.com

میں دوبارہ آتی ہے اور اپنے کام کے مطابق حیوانات یا نباتات کے روپ میں سزا پاتی ہے اور پھر چھوٹ کر انسان بنتی ہے یہاں تک کہ اس کے کام اتنے اچھے ہو جاتے ہیں کہ وہ سزا کے قابل نہ قرار پائے۔

اس وقت وہ مادی قالبوں کی قید سے نجات پا کر سورج لوک اور چندر لوک وغیرہ [illegible] کی دنیا میں جا کر آرام کرتی ہے اور اپنے علم و عمل کی کسی کمی سے بادل، ہوا، اناج یا کسی دوسرے مخلوقات کے قالب میں ہو کر اس کو اس دنیا میں پھر آنا پڑتا ہے اور پھر وہی عمل اور سزا اور نئے نئے جنم میں پیدا ہو کر سزا بھگتتی ہے اور اس وقت تک اس آمد و رفت اور آواگون کے چکروں میں پھنسی رہتی ہے جب تک اچھے یا برے کاموں کا صدور ہوتا رہتا ہے۔

اس لئے کامل اور دائمی نجات کی صورت یہ ہے کہ انسان سے اچھے یا برے کاموں کا صدور نہ ہو یعنی ترک عمل روح کو مادہ کی قید سے آزاد کر کے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا دیتا ہے یہاں تک کہ یہ موجودہ مادی دنیا پرلے (قیامت) کے بعد پھر جب نئے سرے سے بنے گی تو پھر وہی عمل اور سزا اور جنم کے آواگون کا چکر شروع ہوگا اور پھر اسی طرح چھٹکارا پائے گی اور دوسرے پرلے کے بعد نیا دور اسی طرح شروع ہوگا۔

یہ چکر ہمیشہ اسی طرح جاری رہے گا۔ کسی نے تناسخ کے چکر کو ان شعروں میں بیان کیا ہے۔

مہاشا جی پھنسے آواگون کے خوب چکر میں — کبھی ہیں بیل تیلی کے کبھی لنگور بندر ہیں
کبھی ہیں باپ اپنے اور کبھی خود بیٹے بیٹے ہیں — کبھی ہیں [illegible] کے [illegible]
اگر ہیں جنوری میں شہر میں انسانوں کی صورت میں — تو کرنی کے سبب سے بن گئے [illegible]
بنے اپریل میں کتے ہیں جھوٹی ہڈیاں کھاتے — جو بدلی جون پھر جونی ہوئے [illegible] نومبر میں
مٹی میں بھیڑیا بن کر پرندے سیکڑوں پھانسے — ہوئے گھستے گھستے تو مرغی ماہ دسمبر میں
جب ان کا حال ہے ایسا کبھی بکری کبھی بھینس — بھلا ہو کیا محبت خاک پھر فرزند و مادر میں
چرندوں کی پرندوں کی محبت جیسی ہوتی ہے — یوں ہی ہوتی ہے الفت آپ کے بھائی برادر میں
ذرا انصاف تو کیجئے کہ یہ قانون کیسا ہے — بتا سکتا نہیں کوئی کہ کیا تھا پہلے جنم میں
ہو پوری آگ لگ جائے کرو مت غم مہاشا جی — سمجھو پھل ہے کرنی کا ملا ہے پچھلے جنم میں
نصیحت مان لو ناصح کی اب تم اے مہاشا جی — خدا کی راہ پر آؤ [illegible]

یہ وہ چکر ہے جس سے انسان کو کبھی نکلنا نصیب نہ ہوگا الا یہ کہ [illegible]

کر ترک عمل کرے تو دوسرے دور سے بعد میں سزا پاتا ہے۔

لیکن اگر ان کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا میں برے ہوں تو یہ مارستان دم سے ... میں خارستان بن جائے اور ہر قسم کا ... بعض ... دیں تو دنیا ... بدی کے ساتھ نیکی کا وجود بھی دنیا سے ختم ہو جائے ... بعد وہی جنم یوم اور آواگون پھر سے شروع ہو جاتا ہے

لیکن اسلام نے اس چکر سے بچا لیا ہے اور یہ کہا ہے کہ زندگی ایک ہی دفعہ ہے زیادہ سے زیادہ صرف تین ہی دور ہو سکتے ہیں۔ حیات دنیا، برزخ اور قیامت۔ دنیاوی زندگی تو سبھی کو معلوم ہے اور برزخ مرنے کے بعد سے لے کر قیامت تک ہے جو آخرت کی پہلی منزل ہے اور قیامت یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور اعمال کا بدلہ ملنا خواہ آرام دہ ہو یا تکلیف دہ ہو۔

قرآن مجید نے تین زندگیوں میں اس کی پوری تفصیل بیان کی ہے کہ پیدائش سے پہلے عدم محض تھا تو پیدا کیا یعنی زندگی بخشی۔ پھر عمر ختم ہونے کے بعد موت آئی اور عالم برزخ میں پہنچ گئے جو دنیا اور عالم آخرت کی درمیانی دنیا ہے۔ پھر مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ملی جس کی کوئی انتہا نہیں

سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝	کیسے تم اللہ کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم بے جان مردہ تھے پھر تم کو اس نے زندہ کیا پھر تم کو موت دے گا پھر تم کو زندگی بخشے گا پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

پہلی موت تو انسان کی خلقت سے پہلے کی ہے جب وہ مادہ یا عنصر کی صورت میں ہوتا ہے پھر زندہ ہو کر اس دنیا میں پیدا ہوا، یہ اس کی پہلی زندگی ہے، پھر موت آئی روح نے مفارقت کی اور جسم اپنی مادی صورت میں منتقل ہو گیا، یہ دوسری موت ہوئی۔ پھر خدا اس کی روح کو جسم سے ملا کر زندہ کرے گا یہ اس کی دوسری زندگی ہوگی جس کے بعد پھر موت نہیں۔

قرآن پاک میں خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ۝	بے شک تو بھی مرنے والا ہے اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔ پھر قیامت کے دن اپنے پروردگار کے سامنے دعوے پیش کرو گے۔

Marfat.com

اور فرمایا۔

ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝

[illegible]

سورۂ جمعہ میں فرمایا۔

قُلْ إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَإِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ إِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

[illegible]

سورۂ قیامہ میں بھی یہ فرمایا ہے۔

كَلَّآ إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝ وَقِيْلَ مَنْ رَاقٍ ۝ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ إِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمَسَاقُ ۝

[illegible] کہیں گے اب کون ہے جھاڑ پھونک کر کے بچا[illegible] والا، اور سمجھا کہ اب جدائی کا وقت آگیا اور پنڈلی سے [illegible] تیرے پروردگار کی طرف [illegible] جانا ہے۔

اس قسم کی بہت سی آیتیں ہیں جن سے [illegible] کا ثبوت ملتا ہے اور وہیں اعمال دنیا وی کا بدلہ ملے گا اسی سے اس دن کو یوم الدین یعنی بدلے کا دن کہا گیا ہے۔

جیسا کہ سورۂ جاثیہ میں فرمایا۔

اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

[illegible]

اور سورۂ نبا میں فرمایا۔

جَزَآءً وِّفَاقًا ۝

[illegible] پورا پورا بدلہ ملے گا

[illegible] عمل کی دنیا میں [illegible] ہر نقل و حرکت کو دو خدائی فرشتے [illegible] خفیہ طور پر لکھتے رہتے ہیں۔

جیسا کہ سورۂ قٓ میں فرمایا۔

إِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۝ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ

جب دو لینے والے دائیں اور بائیں بیٹھے لیتے جاتے ہیں کوئی بات وہ نہیں بولتا مگر ایک نگران اس کے

إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝

پاس حاضر رہتا ہے۔

اور سورۂ زخرف میں فرمایا۔

أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ ۚ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ۝

کیا یہ منکر سمجھتے ہیں کہ ہم ان کے بھید اور ان کی کانا پھوسی نہیں سنتے۔ کیوں نہیں بلکہ ہمارے فرستادہ ان کے پاس ان کے اعمال کو لکھتے رہتے ہیں۔

یہی لکھے ہوئے اعمال یعنی زندگی بھر کے روزنامچے خدا کے سامنے پیش ہوں گے بلکہ خود وہ اٹھائے ہوئے ہوں گے اور ان سے کہا جائے گا لو اسے پڑھ لو، تمہارا نتیجہ تم کو معلوم ہو جائے گا۔

جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا ہے۔

وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ ۖ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنْشُورًا ۝ اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ۝

اور ہم نے ہر انسان کا نتیجہ عمل اس کی گردن میں چپکا دیا ہے اور قیامت کے دن ہم اس کو دفتر کر کے نکالیں گے جس کو وہ کھلا ہوا پائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ اپنا دفتر (اعمال نامہ) پڑھ لے آج تیرا نفس خود ہی محاسب ہو تو کافی ہے۔

اس کے باوجود بعض لوگ انکار کر دیں گے تو حجت پوری کرنے کے لئے ان کی زبانوں پر مہر لگا دی جائے گی تو بول نہیں سکیں گے اور زبان کے علاوہ سب اعضائے جسمانی کو یہ حکم دے گا کہ جس نے جو جو کام کیا ہے وہ بتانے جس عضو سے جو کام ہوا ہے وہ بتائے گا۔ جس کی تشریح سورہ یٰسین میں اس طرح سے بیان فرمائی ہے۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ۝ الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝

اے گنہگارو آج نیکوکاروں سے الگ ہو کر پہچان ہیں۔ آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ پیر ان باتوں کی گواہی دیں گے جو وہ دنیا میں کرتے تھے۔

اور سورۂ حم سجدہ میں فرمایا۔

وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝ حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ

اور جس دن خدا کے دشمن دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے اور وہ درجہ بدرجہ بانٹے جائیں گے حتی کہ جب وہ اس کے پاس پہنچے تو ان کے کانوں۔

Marfat.com

وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ ۔ — ان کی کھالیں اور ان کی کھالوں نے ان پر ان کے کرتوتوں کی گواہی دی اور انہوں نے کھالوں سے کہا کہ تم نے ہم پر کیوں گواہی دی، کہا ہمیں اس اللہ نے گویا کیا جس نے ہر چیز کو گویا کیا۔

یہ امیر المحدثین حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس مقدس کتاب کو سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ جیسی حدیث پر ختم کیا ہے جو غالباً اسی طرف اشارہ کرنا ہوگا کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت خدا کی پاکیزگی اور وحدانیت کی شہادت دیتے ہوئے دنیاوی معاملات کو ختم کرنا سب سے زیادہ بہتر ہے۔

مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَفْضَلُ الْكَلَامِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ — سب سے بہتر کلام سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ہے۔

اس حدیث پر خاتمہ بھی مبارک ہے۔ مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ — جو مرتے وقت اس بات کو جانتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

اور ابوداؤد شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ — جس کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

اور اسی بخاری شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيْمِ — اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے۔

تو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب کو اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ سے شروع کیا اور سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ پر ختم کیا تو ابتدا و انتہا دونوں قابل تحسین اور باعث مسرت ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین۔

Marfat.com

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ○ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ○

بحمد اللہ تعالیٰ آج مورخہ ۲ شوال المکرم ۱۳۹۱ھ مطابق ۲۷ نومبر ۱۹۷۱ء یوم جمعۃ المبارکہ کو اسلامی خطبات جلد سوم کی تالیف سے فارغ ہوا۔

عبد السلام بستوی سلفی

مدیر ماہنامہ الاسلام دہلی

Marfat.com